بحث و تحقیق بیعت و تفریق بدعت، مسائل و آداب تصوف و کشف

سلسلہ نقشبندیہ و معروف طریقوں اور مسائل کا تحقیقی گلدستہ

تالیف

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

جلد سوم

مرتب

مولانا سعید احمد جلالپوری

مکتبہ لدھیانوی

نام کتاب ——— مواعظ بہلوی

تالیف ——— حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

ترتیب و تسہیل ——— مولانا سعید احمد جلالپوری صاحب

تاریخ اشاعت ——— جولائی ۲۰۰۱ء

قیمت ———

ناشر ——— مکتبہ لدھیانوی

18-سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

برائے رابطہ ——— جامع مسجد باب رحمت

پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 2780337 - 2780340

اجمالی فہرست

فہرست

۵

مسائل تصوف ۱۶۷

نکات التصوف یعنی تصوف کے نکات ۲۰۳

آداب الشیخ والمرید مع فوائد متفرقہ ۳۶۳

یعنی پیر و مرید کے آداب

التشرف فی حقیقۃ البیعۃ والتصوف

یعنی بیعت و تصوف کی حقیقت

تربیت المرید بذکر الحمید ۳۴۵

یعنی ذکر الٰہی سے مرید کی تربیت

ترک المنکرات یعنی منکرات ترک کیجئے! ۳۶۳

تزکیۃ الاعمال یعنی اعمال کا تزکیہ ۴۵۱

فیضِ روحانی رحمتِ صمدانی
یعنی
اللہ کی رحمت اور روحانی فیض
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب یسر وتمم بالخیر

الحمد للہ علی نعمائہ الشاملۃ والائہ الکاملۃ

والصلوٰۃ والسلام علی انبیائہ خصوصاً علی خیر خلقہ

وحبیبہ وصفیہ محمد وآلہ واصحابہ واولیائہ واتباعہ

اجمعین، اما بعد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلوں کے رابطہ کا ثبوت:

اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سلسلوں (یعنی سلاسل سالکین) کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح طور پر رابطہ ثابت ہے، گرچہ بعض امور میں اوائل اور اواخر امت کا اختلاف ہوا ہو۔

خرقہ اور بیعت کا ثبوت:

خرقہ و بیعت کو شروع، شروع میں امت میں کم تھا مگر بالکل بے اصل بھی نہیں، اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جب لشکر کا امیر بنایا تو ان کو عمامہ باندھا تھا اور بیعت کی اصل خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض متواتر ہے۔

(کذا فی انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، الشاہ ولی اللہ الدہلوی کان اللہ لہ)

اقسام بیعت:

بیعت بھی بہت قسم کی ہے:

۱:... بیعت توبہ از معاصی: یہ ہر مسلمان کے لئے عام ہے، جس سے چاہے بیعت کرے اور جو چاہے بیعت کرے۔

۲:... بیعت تبرک: یعنی بیعت کرنے والا اس لئے بیعت کرے کہ صالحین کے سلسلے میں داخل ہو جائے، یہ بھی عام ہے، جس سلسلے میں تبرک کے لئے داخل ہونا چاہے ہو سکتا ہے۔

۳:... بیعت تعلیم: کہ شیخ کو سلوک میں اپنے اوپر حاکم بنائے اور پوری مستعدی و کوشش سے اس راستے پر چلے، سو یہ بیعت خاص ہے اہل صاحب ارادت کے ساتھ، ان سے امراض قلبیہ کا علاج کرنے تاکہ اخلاق رذیلہ کم یا ختم ہو جائیں اور اخلاق حمیدہ، مثلاً: شکر، قناعت، تفویض اور توکل وغیرہ حاصل ہوں، یہ بیعت شیخ کامل حاذق، ماہر، عالم بالامراض والعلاج والتشخیص سے کرے، اور اپنا ہر کیف اچھی بری حالت اس کے سامنے پیش کرے، اور اس کی ارشاد فرمودہ اصلاح پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے گا، ایسے مرشد و شیخ کے سامنے مردہ بدست زندہ کی طرح رہے، اور پورے آداب بجا لائے، اور ان کے سامنے اپنی ہستی مٹاوے:

تا ترا قدر خویشتن باشد
پیش اہل دل چہ قدر من باشد

ترجمہ: ”جب تجھے اپنی قدر ہوگی، تو تیری نظر میں میری قدر کیا ہوگی؟“

اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ سب کمالات آتے چلے جائیں گے۔

۴:... چہارم بیعت بامر خاص: یہ بھی ایک بیعت ہوتی ہے کہ مرشد اپنے مرید سے ایک خاص کام یا عمل پر بیعت لیتے ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرامؓ سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ کسی سے سوال نہ کریں گے، اگرچہ سواری سے چابک گر جائے۔

بیعت ہونے کا طریقہ:

بیعت ہونے کا طریقہ یہ ہے کہ مرید کے دونوں ہاتھ شیخ کے دونوں ہاتھوں میں ہوتے ہیں، اور کلمہ شہادت کے بعد شیخ و مرشد ان پانچ چیزوں کا وعدہ لیتے ہیں جن کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وعدہ لیتے تھے، اس کا تذکرہ قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ میں عورتوں کی بیعت کے سلسلے میں ہے:

۱:... شرک نہ کریں گے۔

۲:... چوری نہ کریں گے۔

۳:... زنا نہ کریں گے۔

۴:... بہتان نہ باندھیں گے۔

۵:... اور شریعت کے مامورات کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔

پھر مشائخ ذکر و مراقبہ کی تعلیم کرتے ہیں۔

کن مشائخ سے اجازت ہے؟

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب شیخ و مرشد اور قطب وقت مولانا محمد امیر قدس سرہٗ ساکن روڈہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، نے اجازت بخشی تو تمام (آٹھ) خانوادوں اور سلسلوں کی اجازت بخشی، ذلک من فضل اللہ لیس ببعید!

اسی طرح جب وارث الانبیاء، غوثِ وقت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ

ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی، نے اجازت بخشی تو تمام سلاسل کی بخشی۔

اور جب قطبِ زمان حضرت مولانا فضل علی شاہ قریشی قدس سرہٗ ساکن ضلع مظفر گڑھ، نے اجازت بخشی تو محض سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت بخشی۔

ماہر الاصول والفروع، باقی باللہ، حضرت امیر علی قدس سرہٗ ساکن کھلادو ضلع بھڑوچ ملک گجرات کاٹھیاوار، نے اور ابو الوقت، فانی فی اللہ، حضرت صوفی محمد عمر جی قدس سرہٗ ساکن پٹلادو، نے اجازت بخشی تو فقط سلسلہ قادریہ جھدیہ کی اجازت بخشی۔

بطور اجمال بندہ ننگِ اسلاف کی سوانح عمری:

اللہ تعالیٰ کے فضل، انعام اور احسان کے شمار سے تمام مخلوق، علوی، سفلی، سماوی اور ارضی اور بڑے چھوٹے سب ہی عاجز ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوهَا"

"اِنْ تَعُدُّوْا" کے مخاطب تمام انس، جن اور ملک ہیں، جب کوئی بھی رب تعالیٰ کے انعام و احسان کو شمار نہیں کرسکتا، تو اس کی ہر ہر نعمت کا شکریہ کیسے ادا کرسکتا ہے؟ جب انعامات کی اجناس اور انواع گنتی میں نہ آسکیں، تو ان کے افراد و جزئیات کیسے آئیں گے؟

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش
عذر بدرگاہِ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش
کس نہ تواند کہ بجا آورد

ترجمہ:۔ "بندہ وہی بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر خدا کی درگاہ میں پیش کرے، ورنہ اس کی خداوندی کے لائق کون طاقت رکھتا ہے جو اس کی خدمت بجالائے۔"

ہی قائل تھے، آپ متوکل علی اللہ تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے منت مان رکھی تھی کہ اگر
اللہ تعالیٰ نے مجھے بچہ دیا تو اسے علم دین پڑھاؤں گا اور اسے عالم دین بناؤں گا۔
فرماتے تھے کہ جب تو پیدا ہوا تو میں یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ

"اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا کہ میں اس کو
منبر نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر چڑھ کر وعظ کرتے دیکھوں۔"

چنانچہ جب ندوہ اور دیوبند سے دورۂ حدیث کر کے آیا تو حضرت والد ماجدؒ نے
مجھے وعظ کرتے اور طلبہ کو پڑھاتے دیکھا اور بڑی کتابیں پڑھنے والے بڑے طالب
علم بھی پڑھتے دیکھے، چنانچہ میری فراغت کے دو سال بعد دنیا فانی سے دار البقاء کو
راحت آگیں اور وہاں سے پہنچے۔

تعلیم:

حضرت والد صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ

"علماء نے کہا تھا کہ جب لڑکا چار برس، چار ماہ اور
چار دن کا ہو جائے تو اسے تعلیم میں سپرد کیا جائے، چنانچہ تمہیں
اسی عمر میں پڑھنے کو بٹھلایا۔"

فرماتے تھے کہ:

"تسمیہ کے دن حضرت حافظ عبد القادر صاحب پنوتوی
رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے عالم باعمل، صوفی ابوالوقت اور
کامل بزرگ تھے، وہ اور دوسرے علماء تشریف لائے اور سب
نے دعا کی۔"

جب پڑھنے پر بٹھلایا گیا تو حضرت سید السادات مولانا سید محمد شاہ قدس

سرہ تشریف فرما ہوئے، جو اپنے وقت کے معقول و منقول کے عالم اور متدین و ماہر مدرس تھے، ان کے بھائی حضرت سید السادات مولانا قادر بخش شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں قاعدہ شروع کرایا گیا، چنانچہ قرآن مجید اور فارسی تحفۃ الاحرار تک ان کی خدمت بابرکت میں پڑھتا رہا۔

حضرت والد صاحب مرحوم و مغفور نے تھوڑے سے وقت میں بہت کی تعلیمی مشقت رکھی، چنانچہ گیارہ بجے تک پرائمری مدرسہ، جو غازی پور میں تھا، میں پڑھا کرتا تھا، عصر تک حضرت قبلہ شاہ صاحب مرحوم و مغفور مذکور کی خدمت میں فارسی کا سبق، عصر کے بعد سے بستی مکانی میں مولانا غلام محمد صاحب جھنڈانے والے مرحوم و مغفور کی خدمت میں بھیجتے تھے، جو رات تک قرآن مجید یاد کراتے تھے، جب احباب نے حضرت والد ماجدؒ کو ملامت کی کہ بچہ اتنی محنت برداشت نہ کر سکے گا، تو تقریباً ایک برس کے بعد رات کو مکانی بستی بھیجنا موقوف کر دیا۔

دس، گیارہ یا بارہ سال کی عمر میں، پرائمری پانچ جماعت اور فارسی تحفۃ الاحرار تک ختم ہوئی، تو حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے رخصت لے کر بستی قیصر میں استاذ الکل حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب قدس سرہٗ جو کہ عالم کامل اور وقت کے بزرگ تھے، ان کی خدمت میں صرف پڑھنے کے لئے پہنچایا گیا، تین سال کے عرصے میں نحو: شرح جامی تک، منطق: شرح تہذیب، اصول: نور الانوار تک، اور فقہ: شرح وقایہ تک ان کی خدمت مبارک میں پڑھی۔ (اللہ تعالیٰ ان سب پر ہزاروں رحمت فرمائے، آمین!)۔

پھر بدیع، حسامی، عبدالغفور، تکملہ، مشکوٰۃ شریف اور قطبی، سیبویہ وقت، عالم الاصول و الفروع، حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب مدظلہ پتوئی کی خدمت بابرکت میں پڑھیں، اسی اثنا میں تین مہینے دوآبہ ضلع مظفر گڑھ میں، حضرت مولانا

مولوی محمد مقیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی پڑھتا رہا۔

اس کے بعد بہ مشاورت احباب، مدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند میں حاضری ہوئی، پہلے سال: سُلّم العلوم، ملا حسن، میبذی، تصریح اور مختصر المعانی پڑھیں، دوسرے سال: دورۂ حدیث شروع ہوا، پہلے دو، تین دن شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ العالی نے ترمذی کے سبق پڑھائے، پھر وہ مکہ معظمہ چلے گئے، وہ اسی سفر میں اسیر مالٹا ہوئے، پھر عالم الدنیا، محدث العصر، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ اور کامل اکمل حضرت مولانا سید اصغر حسین قدس سرہٗ کی خدمتِ بابرکت میں اسباق شروع ہوئے۔

معقول و فلسفہ کی کچھ کتابیں بچ گئی تھیں، وطن واپس آکر تحصیل لودھراں بمقام ججے اراعیں، مدرسہ معین الاسلام میں جامع الاصول والفروع، امام المعقول والمنقول، باقی باللہ، حضرت مولانا محمد امیر داہانی المعروف اسماعیل خان قدس سرہٗ کی خدمت میں میر زاہد، ملا جلال، قاضی مبارک، شمس بازغہ، شرح چغمینی، تلویح وغیرہ پڑھیں، یہ ۱۳۳۴ ہجری تھا۔

۱۳۳۵ھ میں اپنے گاؤں بگل شریف، ڈاکخانہ غازی پور، تحصیل شجاع آباد میں تعلیم دینا شروع کیا، بڑی اور چھوٹی کتابوں کے طلبہ آتے رہے، عام طور پر بیس سے تیس مسافر طلبہ ہوتے، اور کبھی اس سے زائد اور کبھی اس سے کم بھی پڑھتے رہے، یہاں تک کہ ۱۳۶۲ھ آگیا، اللہ تعالیٰ نے ہمت دی، بلا تنخواہ اور بلا تعلق پڑھاتا رہا، طلباء اپنے گزر بسر کے لئے باہر بستیوں سے روٹی لاتے تھے، اور بندہ کو اللہ تعالیٰ دیتا رہا، نہ کسی بڑے آدمی کا ملازم رہا اور نہ چھوٹے کا مصاحب، البتہ مسجد و مدرسہ میں رہا، طلباء کے لئے چھپر وغیرہ بنائے، اس موضع (علاقہ) کے ملک غلام محمد مرحوم نے اپنی زمین میں مدرسہ کے لئے چھپر بنانے سے مدد کی، جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔

۱۳۶۷ھ میں احباب کی مشاورت سے ایک حافظ صاحب کو بطور مدرس بٹھایا۔ ۱۳۶۸ھ میں شعبہ کتب کے لئے ایک متجر عالم کو مدرس رکھا، اسی طرح ۱۳۷۲ھ تک حسبِ ضرورت مدرس بٹھاتے رہے۔

۱۳۷۳ھ میں جب میرے بیٹے مولوی عبدالحئی صاحب اور بھتیجے مولوی عبدالحمید صاحب طول عمرہما فارغ ہوئے اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ آباد وزدولیہ اسٹیشن شجاع آباد، جس جگہ نیا مکان بنایا گیا، میں مدرس ہوئے، اور میرے بیٹے مولوی محمد ہاشم صاحب طول عمرہ نے مدرسہ بگلی میں پڑھانا شروع کیا، تو بندہ ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوا۔

سلوک و احسان:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت والد صاحب غفرہ اللہ تعالیٰ بچپن ہی سے اکثر اوقات نصیحت و وصیت فرمایا کرتے تھے ان کی زیادہ تاکید حق عبدی (حقوق العباد) کی ادائیگی سے متعلق ہوتی تھی، جس کا اثر یہ ہوا کہ بچپن میں بھی جیسے لڑکے مالک کی اجازت کے بغیر گندم وغیرہ کے خوشے لے لیتے ہیں، بندہ ان سے بھی دور رہتا تھا، الغرض پرائے حق سے پرہیز تھا۔

اسی طرح حضرت والد ماجد مرحوم و مغفور کی نصیحت و وصیت کی برکت سے ہی عبادت کا شوق حد سے زیادہ ہوا، چونکہ ان کی وصیت کا رخ زیادہ تر توحید کی طرف ہوتا تھا، اس لئے ابتداء سے ہی قبر پرستی سے نفرت تھی۔

پھر حسن اتفاق! کہ جب مدرسہ بیت قیصر میں پڑھتا تھا، تو حاجی واحد بخش مرحوم جو میرے والد ماجد مرحوم و مغفور کے یار غار، مدرسہ بیت قیصر کے منتظم، از حد نیک، صالح، بوڑھے اور تجربہ کار بزرگ تھے، ان کی حفاظت کے ماتحت رہا۔

بھی اپنی بے وقوفی و بے عقلی سے ڈر گیا، اور فرمان مرشد مدظلہ پر عمل نہ کر سکا، اور ہزار شرمساری کے ساتھ مدرسہ سے چلا آیا۔ حضرت مرشد قدس سرہ کو رہائی تو مل گئی مگر سرکار کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنے وطن چلے جاؤ، چنانچہ آپ وطن چلے گئے، مگر میری شرمساری کی حد نہ تھی، گو مدرسہ سے مجبوراً نکلا تھا، مگر بہرحال تعمیل ارشاد نہ کر سکا۔

گھر آتے ہی قلب اضطراب میں پڑ گیا اور "تدا طلبی بلا طلبی" کا ظہور شروع ہو گیا، کسی کروٹ چین نہیں تھا، گھر بار بلا نظر آتے۔ اگرچہ طلبا، بھی پڑھ رہے تھے، بڑی، چھوٹی کتب کی تعلیم بھی ہو رہی تھی، شاید ایسے اضطراب میں بھی تقریر صحیح ہوتی ہوگی، کیونکہ طلباء پڑھ رہے تھے۔ کئی بار خودکشی پر آمادہ ہوا، اور اس کے لئے سم (زہر) لے رکھا تھا، چونکہ کنواں قریب تھا، اس میں کود کر ڈوب مرنے کو آمادہ ہوتا، مگر ہر بار کوئی مانع آ جاتا، واپس آ کر پھر تعلیم میں معروف ہو جاتا، کبھی جوش آتا کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل میں نکل جاؤں، اس ارادہ پر اٹھتا، مگر کوئی چیز آڑے آ جاتی، پھر آ کر تعلیم میں مشغول ہو جاتا۔

اسی اثناء میں غوث زمن حضرت مولانا فضل علی شاہ قریشی، مسکین پور ضلع مظفر گڑھ، کے مرید مولانا بالفضل اولانا اللہ دتہ صاحب جو بڑے عالم تھے، مجھے زیارت کے لئے مسکین پور اپنے ساتھ لے گئے، وہاں حضرت کی خدمت میں ساری کیفیت عرض کی، تو انہوں نے فرمایا:

> "ایک ہی سلسلہ ہے، ہم اور حضرت مولانا محمد امیر صاحب ایک پیر و مرشد کے خلیفہ ہیں، اس جگہ سیکھنے میں کوئی نقص نہیں، سلوک سیکھتے رہیں۔"

حضرت مسکین پوری بڑے جذب والے بزرگ تھے، سینکڑوں مریدوں کو

بھی نظر نہ تھی، بلکہ وہ چیزیں پیشِ نظر تھیں جن کے نہ ہونے سے اضطراب تھا:

اے زیرکی شمع ہر شن بلا شدی

وہ مقاماتِ عالیہ، جن کی طلب میں پریشان تھا، وہ نہ ملے، دُور نظر آنے کی وجہ سے قلق، اضطراب اور پریشانی تھی۔

اس کے بعد اتفاقاً قصد کیا کہ رفیع درجت و بزرگ عالی جناب حضرت مولانا محمد عمر جان چشتوی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری دوں، چونکہ چشتہ شریف، کوئٹہ کے بعد چمن کی سڑک کے قریب ڈابا آخودی میل پر ہے، جب سوئی دھاڈھر پہنچا تو جاسوسی کی تہمت میں گرفتار کر لیا گیا، آخرکار انہوں نے کوئٹہ کے قریب ایک قیدخانے میں قید کر دیا اور نگرانی کے لئے محافظ مقرر ہوئے۔ جب بارگاہِ الٰہی میں دعا و التجا، آہ و زاری اور رونا گڑگڑانا بڑھا تو چند دن کے بعد کمشنر کوئٹہ کے پاس پیشی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کے قلب میں رحمت ڈالی، اور اس نے مجھے چشتہ شریف جانے کی اجازت دے دی۔

وہاں حاضر ہوا تو حضرت قدس سرہٗ گھر پر موجود نہ تھے، وہ تین دن کے بعد تشریف لائے، حال احوال پوچھا، عرض کیا، مگر اس عرض میں اتفاقاً گرفتاری اور قید کا ذکر بھی آ گیا، اس پر غالباً حضرت مدظلہ کے خیالِ مبارک میں آیا کہ یہ حاضری کا احسان جتا رہا ہے، جس پر ناراض ہو کر فرمایا: میں نے خط لکھا تھا کہ آ جاؤ؟ اس پر معذرت کی، معافی مانگنے پر مزید تو کچھ نہیں کہا، البتہ جس شفقت و مہربانی کرنا چاہیے تھی، اس قدر نہ فرمائی، سارا دن ان کے کتب خانے میں رہتا، اس میں اسلحہ بھی تھا، مگر مجھے وہاں رہنے سے نہ روکا گیا، حضرت دن میں بار بار آتے، دیکھتے اور واپس تشریف لے جاتے، آخرکار میں سردی سے تنگ آ گیا، اور واپسی کی درخواست کی، تو اجازت دے دی۔

اجازت دیتے وقت ایک جگہ بٹھلایا اور وہ تقریر فرمائی کہ جس سے مجھے اپنے خانگی عیوب و احوال کا انکشاف ہوا، آخر میں مشربِ محمدی کی بشارت عطا کی اور فرمایا کہ: تیرا مشرب محمدی ہے، اور سلوک کے جتنے اسباق پہلے تھے، ہر سبق پر مجاہدہ طے فرمایا اور رخصت کیا۔

پھر ایک برس محنت کی، دوسرے برس پھر حاضر ہوا تو پھر گرفتار اور مقید کر دیا گیا، مگر اس بار اضطراب کم تھا، رہائی کے بعد جب خدمت میں حاضر ہوا تو بہت عنایات فرمائیں اور فرماتے رہے کہ: بندہ نے مشربِ محمدی کی جو بشارت دی تھی، بے شک وہ صحیح و صادق ہے، اور فرمایا کہ:

"حضرت مولانا مرشدی، جامع الاصول والفروع،
جناب محمد امیر صاحب مدظلہ العالی کی خدمت مبارک میں جاؤ!"

جب گھر واپس آیا تو حضرت کی خدمت میں جانے کی تیاری کی، مگر ہزار شرمساری سر پر تھی کہ کیسے منہ دکھاؤں گا؟ بہرحال چل پڑا، جیسے کیسے کر کے روضہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان حاضر ہو گیا، مگر آنکھ نیچی تھی، ہاتھ دل پر تھا، حضرت کی عنایت بے نہایت نے سہارا دیا، جب حالات سنائے، تو آپ نے تسلی دی اور فرمایا: "ایسا ہونا تھا!" پھر وہ مبارک الفاظ: "خدا طلبی بلا طلبی" یاد دلائے، جب رخصت کا وقت آیا تو اپنے دولت خانے پر بلایا، جب حاضر ہوا، تو ہر سلسلے میں اجازت عطا فرمائی۔ (اور وہ آٹھ سلاسل یہ ہیں: نقشبندیہ مجددیہ احمدیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، کبرویہ، مداریہ، قلندریہ اور شطاریہ) اور فرمایا: "رند رہنا!" عرض کیا: حضرت! رند کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا: "احسن الی من اساء الیک" اور پھر رخصت کیا۔

جب گھر واپس آیا تو اضطراب نے کوئی جگہ نہ چھوڑی تھی، خلافت کا کوئی کام بالکل نہ کر سکا، دوبارہ حاضر ہوا تو حضرت نے پوچھا: اصلاح و ارشاد کا کام شروع کیا؟

عرض کیا: حضرت! مجھ جیسے سے کیا ہو سکتا ہے؟ مگر آپ نے مجبور کیا اور بار بار فرمایا کہ:
"یہ کام ضرور ضرور کرو!" عرض کیا: حضرت! میں نہ سید ہوں اور نہ پیر زادہ، مجھ سے
کون بیعت ہوگا؟ پھر بدعت کی نفرت کی وجہ سے لوگ مجھے وہابی کہتے ہیں، مجھ سے
اللہ کا نام کون پوچھے گا؟ مگر حضرت نے یہ عرض بھی نہ سنی، اور مجبور کیا۔ بہرحال گھر
آکر تعمیلِ فرمان میں کسی کو از خود بتلایا، تو اس کا ذکر جاری ہوگیا، جس سے شہرت ہوگئی
گئی، سہ بارہ حاضر ہوا، اور حال احوال سنائے تو خوش ہوئے، اس وقت آپ بیمار تھے،
اسی موقع پر فرمایا کہ:

"اگر تصوف میں کوئی عقدہ آجائے تو حضرت مولانا
حسین علی صاحب واں بھچراں جو متفق اولیاء ہیں، ان کے پاس
عقدہ کشائی کے لئے جانا۔"

مجھے اپنی کند ذہنی کی وجہ سے ان کے ایسے الفاظ سے بھی ان کی وفات کے
قریب ہونے کا خیال نہ آیا، بہرحال حضرت لیفی روحت قدس سرہٗ کی وفات حسرت
آیات ہوگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون!

دو، چار مہینے کے بعد ایک عقدہ پیش آگیا، جس کے حل کے لئے واں
بھچراں غریب نواز حضرت مولانا حسین علی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا، تو
فرمایا کہ:

"جب تک میرے پاس قرآن مجید کا ترجمہ نہ
پڑھو گے، عقدہ حل نہیں ہو سکتا۔"

حسبِ ارشاد ترجمہ پڑھا تو آنکھیں کھلیں کہ بلاشبہ اب تک ہم جلالین وغیرہ
پڑھاتے رہے، مگر یہ ترجمہ و تفسیر تو کوئی اور ہی چیز ہے، ہمیں تو اب تک قرآن مجید
سے مس بھی نہیں ہوا، ہائے افسوس! بہرحال اس کے بعد عقدہ حل فرمایا اور تمام سلاسل

میں اجازت بخشی۔

پھر آکر ترجمہ پڑھانا شروع کیا تو بعض دوستوں کے دلوں میں اس کو تقسیم [?] بار لگنے لگے، لیکن جب حقیقت سنی تو وہ بھی معتقد ہو گئے۔ ان میں سے بعض تو وہاں حضرت مولانا حسین علی مدظلہ کی خدمت میں ترجمہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے، جیسے مولانا یار محمد مرحوم اور استاذ محترم حضرت مولانا غلام رسول صاحب پونٹوی مدظلہ اور بعض نے سکوت اختیار کر لیا۔

جب حضرت اقدس مولانا حسین علی صاحب مدظلہ کی خدمت میں تھا تو خواب دیکھا کہ حضرت مذکور قطب وقت ہیں۔ حضرت کی خدمت میں خواب عرض کیا تو فرمایا کہ مرتبہ اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ "العلماء ورثة الانبياء" کا منصب ہے۔ پھر خود ہی فرمایا کہ قطب کا معنی یہ نہیں ہے کہ وہی کل دین و دنیا کے کام کرتا ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی معاونت سے لوگوں کے دینی و دنیوی کام آسان فرما دیتا ہے اور مشکلیں دور کرتا ہے:

جواب ما بہ نگاہ بہ تخمید کریم [?]

بہرحال اضطراب کسی درجہ میں کم تو ہوا مگر اب بھی اضطراب قوی تھا۔ جو بے چین کر رہا تھا۔ اس کے بعد دوسرے سال بمع طلبہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ کی خدمت میں لاہور حاضر ہو کر ترجمہ پڑھا، تو قرآن مجید میں رنگ، نسل، جان، مال، وطن اور آبرو قربان کرنے کا پیغام اور سلیقہ موجود پایا۔ مولانا لاہوری بڑے کشف و فراست والے بزرگ تھے، انہوں نے میری حالت دیکھ کر فرمایا میرے ساتھ چلو! خواجہ میرے ساتھ لے گئے اور حضرت مرشد جناب مولانا تاج محمود امروٹی سندھی قدس سرہ کی خدمت میں میرے متعلق یہ لکھا اور مجھ کو بھی حاضری کا حکم کیا۔ چنانچہ دو تین دن پہلے بندہ اور دو تین دن کے بعد حضرت لاہوری امروٹ تشریف حاضر

ہوئے، حضرت امروٹی کی خدمت میں احوال عرض کئے، آپ نے حالات اور پہچان
لی اور کشف کی بہت سی چیزیں ظاہر فرمائیں، مگر اس وقت ایک سرکاری نہر کھودی
جارہی تھی جس کی زد میں مسجد آرہی تھی، حضرت قدس سرہ نے اعلان کردیا تھا کہ یا تو
نہر کا رخ بدل دو ورنہ پھر اعلان جنگ ہے، اس لئے سے آپ کے ہزاروں مرید اور
جاں نثار تیار ہوگئے تھے کہ اگر نہر کا رخ نہ بدلا گیا تو جان کی قربانی دی جائے گی۔
اس کے لئے نہر کے قریب میدان جنگ بنایا گیا اور بندہ کو بھی اس میدان کے صاف
کرنے والوں میں منتخب کیا گیا، بعض دفعہ آکر سناتے کہ حضرت میرا نام لے کر
پوچھتے کہ فلاں شخص کیسے کام کررہا ہے؟ دل سے یا بے دلی سے؟ بہرحال میں کام
کرتا رہا، چند دن گزرے کہ پھر وہ دن بھی آگئے کہ نہر مسجد کے قریب آگئی، اب ناموں
کا انتخاب کیا جانے لگا کہ کون کون شخص جان دینے کے لئے تیار ہے؟ ان نام
لکھانے والوں میں بندہ کا دوسرا تیسرا نمبر تھا، آخرکار ایک دن حضرت مولانا محمد علی صاحب
نے میرا نام لے کر پکارا کہ فلاں کہاں ہے؟ اس پر میں حاضر ہوگیا، تو حضرت نے
اپنے پاس رکھ لیا، اس کے بعد حضرت امروٹی، مولانا لاہوری اور بندہ ایک ہی
دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے، ادھر سرکار نے بھی نہر کا رخ بدل دیا اور جنگ تک نوبت
بھی نہ آئی، آخر میں حضرت قدس سرہ نے سلسلۂ قادریہ کے بہت سے اذکار تلقین
فرمائے۔ وہاں سے واپس غریب خانے پر آیا، مگر اضطراب کا عالم موجود تھا۔

دوسرے سال سفرِ حج کا اتفاق ہوا، مکہ مکرمہ میں اس پر دعا کرتا تھا، آخر کار
فضلِ ایزدی متوجہ ہوا، چنانچہ مقام ابراہیم کے قریب بیٹھا تھا، اتنے میں ایک شخص،
جس پر میرا یہ گمان تک نہ تھا کہ ایسا باکمال ہے، اس نے تصوف کی تقریر فرمائی، بندہ
چونکہ اس سے پہلے بہت سے شیخوں اور بزرگوں کی خدمت میں آکر بیٹھ چکا تھا،
کچھ نہ کچھ سمجھ ہوگئی تھی، اس لئے اس بزرگ کی تقریر میں کچھ خدشات نکالے، بزرگ

خلقت تھی، اور شریعت کی تائید اور سنت کی موافقت تھی۔ اَللّٰھُمَّ ذَا جَلَالِہٖ جَنَّۃً اَلْفُرُ دُوْسِ بِغَیْرِ حِسَابٍ، آمین!

ان ہی سے صحیح سلوک کا پتا چلا، گو صحیح سلوک پر صحیح طور پر چل نہ سکا، صحیح تزکیہ رونما ہوا، گو پاک نہ ہو سکا، طریقت وحقیقت کی راہ دیکھی، گو راہ طے نہ کر سکا، حق، باطل سے اور مغز پوست سے ممتاز ہوا، گو حق پر پورا نہ رہ سکا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ، اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ، اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ، آمین!

ابتدائی دور میں جنگل نشین، گوشہ نشین، سائیوں اور مجذوبوں سے ملا، نیز سادھو سنتوں سے بھی ملا، ہر بزرگوں سے ملنے اور ان سے سیکھنے کا مختصر سا قصہ پیش خدمت ہے۔ ورنہ ہر سفر کی روئیداد کی ایک کتاب درد ہے، کیا لکھوں؟ سچی بات تو یہ ہے کہ جن سے برسوں فیض لیا ہے، ان کا مختصر سا قصہ بیان کیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ، اے اللہ! غفور رحیم! میں نے سفر وحضر میں جو غلطیاں کیں، اپنی رحمت سے بخش دے، اور جن لوگوں سے فائدہ لیا، دیا، سب کو بخش دے، آمین!

دو سفر حج کے حرید گئے، ان میں بہت سے بزرگوں سے ملا، سب نے مجھ پر احسان کیا، اور بقدر حسب استطاعت ہر ایک سے فیض لیتا رہا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا!

پہلا سفر حج جس میں بزرگ ساتھ تھے، اس میں حضرت مولانا عبید اللہ سندھی قدس سرہ سے بہت کچھ علمی و روحی فیض حاصل کیا، دوسرے سفر حج میں جتنے رفیق تھے، سب مجھ پر احسان کرتے رہے، خود خدمت اور کام کرتے رہے، مجھے کوئی کام نہ بتلایا، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے، تیسرے سفر حج میں حاجی فیض بخش صاحب، حاجی عبدالعزیز صاحب، حاجی محمد بخش صاحب اور حاجی محمد حسین صاحب دامت

ہو کا تم ساتھ تھے، انہوں نے اتنا خدمت کی کہ کوئی باپ کی بھی نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے، تمکین! سب سالکوں کا مجھ پر احسان ہے، مگر افسوس! کہ میں کسی پر نہیں۔ اسی سے آخر اپنی دعاؤں میں سب کے لئے دعا کرتا ہوں، کیونکہ سب کا ممنونِ احسان ہوں۔

اب اس وقت ہر دو سلسلہ نقشبندی و قادری میں لوگوں کی زیادہ آمد و رفت ہے، نقشبندی میں قادری سے زیادہ ہے، اسی طرح دوسرے سلسلوں والے بھی آتے جاتے ہیں۔

بجلی ڈاک خانہ نازی پور تحصیل شجاع آباد، یہ آبائی و اجدادی وطن ہے، احباب کے اصرار پر شجاع آباد ہی میں شہر کے قریب ایک جگہ کی اسلام آباد (جس کو اب حبیب آباد کہتے ہیں) تین سال سے منتخب کی ہے، وہاں بھی رہائش رہتی ہے اور بجلی میں بھی۔

ہر سال علماء اور منتہی طلباء شعبان سے لے کر رمضان شریف تک ترجمہ قرآن پڑھنے کے لئے تشریف لایا کرتے ہیں۔ اور چند اصول و قوانین ترجمہ پڑھ کر، پھر ہر سورت کا موضوع اور ربط بتا دیا جاتا ہے۔

نقشبندی سلسلہ میں تو بہت سے بزرگوں سے اجازت ہے، البتہ قادری مجددی میں دو بزرگوں سے اجازت حاصل ہے، جیسا کہ لکھ چکا ہوں، یعنی مرشدی حضرت مولانا محمد امیر صاحب داماں اور حضرت مولانا حسین علی صاحب سے تمام سلاسل کی اجازت ہے، اور یہ قادری مجددی سلسلہ حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے، جس کا سلسلہ سند پیشِ خدمت ہے:

بندہ سراپا تقصیر، بیمار اور شرمسار کو اجازت طریقہ و خرقہ حاصل ہے حضرت

شیخ ابو الوقت صوفی عربی قدس سرہٗ گجراتی اور ان کے مرشد شیخ محقق، فانی فی اللہ اور باقی باللہ حضرت امیر علی صاحب ساکن گجرات کاٹھیاواڑ سے، ان کو اپنے شیخ قطب الوقت سے ان کو حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے، ان کو شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے، ان کو حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ سے، ان کو شیخ نور محمد بدایونی سے، ان کو حضرت حافظ محمد محسن دہلوی سے، ان کو شیخ سیف الدین سے، ان کو خواجہ محمد معصوم سے، ان کو شیخ احمد سرہندی سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالاحد سے، ان کو شیخ کمال سے، ان کو سید فضیل سے، ان کو سید گدا رحمٰن ثانی سے، ان کو سید شمس الدین عارف سے، ان کو سید گدا رحمٰن بن سید ابوالحسن سے، ان کو شمس الدین صحرائی سے، ان کو سید عقیل سے، ان کو بہاء الدین سے، ان کو سید عبدالوہاب سے، ان کو سید شرف الدین قتال سے، ان کو سید عبدالرزاق سے، ان کو اپنے والد امام الطریقت ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی سے۔ ان سے آگے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کے سلسلے کا اتصال مشہور و معروف ہے۔

کتاب "انتباہ السلاسل" مؤلفہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی تربیت ان کے آبائی سلسلے سے ہونے پر کوئی قرینہ نہیں ملتا، ان کا آبائی سلسلہ یہ ہے:

"شیخ عبدالقادر جیلانی عن ابیہ موسیٰ جنگی دوست، عن ابیہ السید عبداللہ، عن ابیہ السید یحییٰ زاہد، عن ابیہ السید داؤد امیر محمد اکبر، عن ابیہ موسیٰ ثانی، عن ابیہ السید عبداللہ، عن ابیہ موسیٰ الجون، عن ابیہ السید عبداللہ المحض، عن ابیہ السید حسن المثنیٰ، عن ابیہ الامام حسن المجتبیٰ، عن ابیہ وامہ علی المرتضیٰ وسیدتنا فاطمۃ الزہراء، کلیہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ورضی اللہ تعالیٰ عنہم۔"

کے واسطے میں ضرب لگائے، اور ہر ضرب کی تعداد طاق ہونی چاہئے، ضربوں کی تعداد بڑھاتے بڑھاتے اکیس تک پہنچائے، اگر فائدہ نہ ہو تو پھر از سرِ نو شروع کرے اور ذکر کے اختتام پر جانبِ قلب کے سیدھ پر "محمد رسول اللہ" کی ضرب لگائے، اور پھر یہ دعا کرے کہ: الٰہی مقصودِ من توئی و رضائے تو معرفت و محبت خود دہ، یعنی اے اللہ میرے مقصود تو اور تیری رضا ہے، اے اللہ! مجھے اپنی معرفت و محبت عطا فرما۔

حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا کہ: لا الٰہ میں طبعی خداؤں کی نفی ہے تاکہ "من اتخذ الٰهه هواه" دور ہو جائے اور "لا تبغوا سوی بغیتکم الله" پوری طرح حاصل ہو جائے، اور اسی سلسلے کے بعض اکابر فرماتے ہیں کہ مبتدی "لا الٰہ" میں "لا الٰہ الا اللہ" کا تصور کرے، متوسط "لا مقصود الا اللہ" کا، اور منتہی "لا موجود الا اللہ" کا، اور تیسرا مقام تب حاصل ہوتا ہے جب سیر الی اللہ ختم ہو جائے، اور سیر فی اللہ میں قدم رکھے۔

بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ "لا متصرف فی الملک والملکوت الا اللہ"۔ ذکر کے دوران میں پوری کوشش کرے، اگر ذکر میں [illegible] کوئی کیفیت حاصل ہو جائے تو شکر کرے، یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے جمعیت کا باعث ہو جائے گی۔

بعض نے فرمایا کہ اگر ایک بار بھی دل میں کچھ پیدا ہو جائے تو اس کو نہ چھوڑے، تاکہ تعطیل حاصل نہ ہو، اصل یہ ہے کہ غیر سے معطل ہو جائے، اسی کو کہا گیا ہے:

"الشغل هو عدم الشغل وعدم الشغل هو الشغل"

یعنی اللہ تعالیٰ سے مشغول ہونا، غیر اللہ سے مشغول نہ ہونے کی علامت

ہے، اور غیر اللہ سے مشغول نہ ہونا ہی اللہ تعالیٰ سے مشغول ہونا ہے، یا یہ مطلب ہے کہ مخلوق سے مشغول ہونا، اللہ تعالیٰ سے مشغول نہ ہونے کی علامت ہے، اور مخلوق سے مشغول نہ ہونا، یہ اللہ تعالیٰ سے مشغول ہوتا ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ ایک لحظہ بھی حق کے ملاحظے سے معطل و غافل ہو بیٹھے۔ شیخ عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی سے پوچھا کہ ذکر کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' فرمایا کہ یہ تو ذکر کی عبارت ہے، اس نے عرض کیا پھر ذکر کیا ہے؟ فرمایا کہ تم جانو کہ تم اس (حق تعالیٰ) سے ہجران پر قادر نہیں ہو۔

مقصدِ تصوف:

صوفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ ارشاد نبوی ''کـــانک تـــراہ'' کے مصداق حق تعالیٰ کا مشاہدہ ہو، اور ''کانک تراہ'' میں جس کیفیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، اس کو مشاہدہ کہتے ہیں، اور یہ مشاہدہ قلب سے ہوتا ہے، اور رؤیت سر کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام ہے، رؤیت و مشاہدہ میں فرق یہ ہے کہ رؤیت میں آدمی اس شئی کو اپنے سے دور کرنے پر قادر نہیں ہوتا، اور مشاہدہ میں اس کو اس کا اختیار ہوتا ہے۔

حصولِ سلوک کے طرق اور رؤیت و مشاہدہ میں فرق:

یاد رکھنا چاہئے کہ حصولِ مشاہدہ کا پہلا طریق ذکر ہے اور دوسرا توجہ اور مراقبہ ہے یعنی اسم اللہ کا جو مفہوم مبارک ہے، جس کی وہ معلوم ہے، اس کی حفاظت کرے، اور تمام مدرکات سے اس کی طرف متوجہ رہے، یہاں تک کہ اس کیفیت کے دوام میں تکلف دور ہو جائے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطلاع (آگاہی) کی کوشش کرے یعنی یہ

سوچے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت میرے حال پر مطلع ہے، پھر اس پر دوام حاصل کرے، اور یہی مراقبہ ہے، گو مراقبہ جانبین سے ہوتا ہے، مگر دیکھا جائے تو یہاں بھی جانبین سے ہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حقیقتاً اور ہر وقت ہم پر مطلع ہیں، پھر یہ مراقبہ کرنے والا شخص بھی اللہ تعالیٰ کی اس اطلاع اور آگاہی کا ہر وقت مراقب رہے گا۔

طریق مراقبہ، ذکر نفی اثبات سے اعلیٰ ہے، اس لئے کہ یہ دوسرے طریق کی نسبت جذبہ الٰہیہ سے زیادہ قریب ہے، مراقبہ سے وزارت اور ملک ملکوت میں تصرف کا حصول ممکن ہے، یعنی جیسے وزیر مقام وزارت پر تمام وجود، قلب اور دماغ سے بادشاہ کے حکم اور اشارہ کا منتظر ہوتا ہے، یہ مراقبہ بھی ذاتِ الٰہی سے تمام فیوضات و احکام کا منتظر ہے۔

تیسرا طریقہ رابطہ بالشیخ ہے، ذکر شیخ سے محبت غالب ہوگئی ہے، تو اکثر تجلیات افعالیہ، صفاتیہ اور ذاتیہ محبت پر فائض ہوکر فنا فی الشیخ حاصل ہوکر، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ تک فائز المرام ہو جاتا ہے۔

نقشبندیہ کے گیارہ کلمات کی مختصر تشریح:

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کلمات طیبات اور اصطلاحات ماثور و منقول ہیں، چونکہ حضرت خواجہ صاحبؒ سلسلۂ نقشبندیہ کے سرخیل ہیں، اس لئے ان ہی کی تشریح پیشِ خدمت ہے:

ا۔۔۔ یاد کرد: اس کا نام ہے کہ ہمیشہ دل یا زبان سے ذکر کیا کرے، اس لئے کہ ذکر غفلت کے دور کرنے کا نام ہے، اور ذکر سے مقصد یہ ہے کہ محبت اور تعظیم کے ساتھ قلب حاضر مع الحق ہو، وکذا مروی عن خواجہ نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

۲:... باز گشت: یعنی جب قلب ذاکر ہو جائے تو کلمہ طیبہ کا ذکر کرے، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد زبان سے کہے. الٰہی مقصودِ من توئی و رضائے تو... الخ، تاکہ ذکر خالص ہو جائے اور دل ما سوا اللہ سے فارغ ہو جائے، اگر مرید اس میں اخلاص نہ پائے تو بھی مرشد کی تقلید میں لگا رہے۔

۳:... نگاہ داشت: یعنی دل کو خطرات سے بچائے، یعنی جب دل میں کلمہ طیبہ کی تکرار کرے تو اس کی رعایت کرے کہ دل میں کوئی خطرہ نہ آئے، اور کوشش کرے کہ گھڑی، دو گھڑی کوئی خطرہ نہ آئے، یہ اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

۴:... یاد داشت: اس کو کہتے ہیں کہ دوام الحضور مع الحق سبحانہ بطور ذوق کے حاصل ہو جائے، اور بعض اکابر ان کلمات کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

یاد کرد: یعنی ذکر میں تکلف، باز گشت: یعنی اللہ تعالیٰ سے رجوع و عاجزی کے ساتھ، نگاہداشت: اس رجوع کی حفاظت، یاد داشت: یعنی اس حفاظت میں رسوخ یعنی ملکہ تام حاصل ہو جائے۔

۵:... ہوش در دم: وجوب سانس کی حفاظت کرے، نہ کوئی سانس غفلت سے اندر داخل ہو اور نہ غفلت سے نکلے۔

۶:... سفر در وطن: یعنی سالک کا سفر وطن میں رہے، یعنی صفات ذمیمہ سے منتقل ہو کر صفات حمیدہ میں آئے، اور بعض نے فرمایا: اپنے ہنر میں عیب دیکھنا سفر در وطن ہے، اس لئے کہ:

ہر کہ بر عیب خود بینا شود
روح اورا قوتے حاصل شود

ترجمہ..." جو اپنے عیب پر نظر رکھتا ہے اس کی روح کو

قوت حاصل ہوتی ہے۔"

۷:... نظر بر قدم: مناسب ہے کہ چلنے پھرنے میں سالک کی نظر اپنے قدم پر رہے تاکہ نامناسب پر نظر نہ پڑے، ورنہ متفرق و مختلف خیال نہ آئیں، جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ: راہِ سلوک کے مسافر کا ادب یہ ہے کہ اس کی ہمت کا قدم پیچھے نہ پڑے، اس لئے کہ: "قیمة المرء همتی قدر همته"۔

بلندی بخش ہر ہمت بلند ہے

بہ پستی افگن ہر خود پسند ہے

ترجمہ:... "بلند ہمتی بلندی بخشنے والی ہے، ہر خود پسندی

پستی میں ڈالنے والی ہے۔"

۸:... خلوت در انجمن: سالک کو چاہئے کہ بظاہر خلقت کے ساتھ ہو، مگر باطن میں خالق سے وابستہ ہو:

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ وش

ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ترجمہ: "اندر سے آشنا ہو اور باہر سے بیگانہ، ایسی بہترین خوبی زمانے میں کم ہوتی ہے۔"

فمعز داخل كل صاحب عقل عاقل

ومن خارج خالط كنفس الاحباب

۹:... وقوف زمانی: اپنے اوقات کا حساب کرے، اگر اچھے کاموں میں وقت گزرے تو شکر کرے، اگر برے کام میں گزرے تو توبہ کرے، "ان حسنات الابرار سیئات المقربین" یعنی ابرار کی نیکیاں مقربین کی برائیاں ہیں۔

۱۰:... وقوف عددی: ذکر قلبی میں عدد کی رعایت کرے، یعنی متفرق

خطرات نہ آئیں اور جمعیت وسکونِ خاطر حاصل ہو، اور بعض نے فرمایا کہ حبس دم میں طاق عدد کی رعایت کرے، تا کہ جنت پر کشادہ نہ ہو۔

۱۱:... وقوف قلبی: کا معنی یہ ہے کہ ہوشیاری اور حضورِ قلب کے ساتھ ذکر ہونا چاہئے، یعنی قلب کو غیر حق سے کوئی غرض نہ ہو اور یوں بھی کہ قلب اپنے ذکر سے واقف ہو، یعنی ذکر کے ساتھ قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو، جس کو مجازاً قلب کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے حبس دم کو لازم اور ضروری نہیں فرمایا، لیکن وقوفِ قلبی ان کے نزدیک بھی لازم ہے۔

ازالۂ وساوس کا نسخہ:

اگر وساوس کا ہجوم ہو، تو پہلے غسل کرے، پھر خلوت میں دو رکعتیں پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے آگے آہ و زاری اور عاجزی کرے۔ اگر ہو سکے تو اپنے شیخ کی صورت کا تصور کرے، تا کہ یکجہتی سے خیالاتِ متفرقہ دفع ہو جائیں، لیکن اگر پھر بھی پراگندگی خیالات نہ جائے، تو ذکر کو نہ چھوڑے، اور یہ سمجھے کہ یہ "فعّالٌ لما یرید" کی جانب سے ہے، جس کے دفع پر میں قدرت نہیں رکھتا، ان شاء اللہ اس تدبیر سے یہ پراگندگی جمعیت سے مبدل ہو جائے گی، یعنی پھر خطرہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھنے لگے گا۔

خطرات چند قسم ہیں:

جاننا چاہئے کہ خطرات چار قسم کے ہوتے ہیں: ۱:... نفسانی، ۲:... شیطانی، ۳:... ملکی، اور ۴:... حقی۔

اگر صرف معاملات، مثلاً: خورد و نوش، جماع وغیرہ یا عیش و عشرت، تحصیل کو، حرص، ہویٰ وغیرہ کے متعلقات سے ہو، تو وہ خطرہ نفسانی ہے۔

اگر وہ خطرہ اعتقادیات، مثلاً توحید، رسالت، قیامت، کتب سماوی وغیرہ

رکعت میں سورۂ یٰسین کو پڑھا کرے، جب اذکار سے فارغ ہو اور معیشت کے کام کے لئے نکلے تو یہ دعا پڑھے

"اللّٰھم نوّر وجھتی فی کل جھۃ ومقصدی فی
کل قصد وغایتی فی کل سعی وملجأی وملاذی فی
کل شدۃ ووکیلی فی کل امر وتولنی تولی محبۃ
وعنایۃ فی کل حال"

پھر درود شریف پڑھے اور ہمیشہ دل کی طرف متوجہ رہے۔

محقق لوگ مجاہدہ وطلب کے بعد فنا و بقا سے مشرف ہوتے ہیں، جس کا اثر اطمینان قلب، سرور اور مشاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے، محققین نے مقامات و کرامات کو حجاب سمجھا ہے، اور انہوں نے اپنے مشرب کو ذوق جسمانی و روحانی سے بہت دور کر دیا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

جو راستے سے واپس ہوا، وہ راہ میں ہوا، اور جو پہنچ گیا، وہ واپس نہیں ہوا،

"الفانی لا یرد" فافہم:

فنا و بقا:

فنا کی دو قسمیں ہیں:

۱... فنا وجود ظلمانی و طبعی ہے۔

۲... فنا وجود روحانی و نورانی ہے۔

جب حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور غالب ہوتا ہے، تو پہلی فنا حاصل ہوتی ہے، پھر جب اس فنا کا شعور بھی باقی نہ رہے تو دوسری فنا حاصل ہوتی ہے، اور جس وقت شعور کا شعور بھی جاتا رہا، تو سمجھو کہ وجود روحانی بھی چلا گیا، اس مقام میں ذوق و ذکر

اور قلب ساجد ہوتا ہے۔

قلب کا ذکر کیا ہے؟

قلب کا ذکر یہ ہے کہ اس کے لئے حضورِ حق ہمیشہ اور حضورِ خلق برابر ہو جاتا ہے یعنی حضورِ خلق اس کو حضورِ حق ہمیشہ سے مانع نہیں ہوتا۔

روح کا ذکر:

روح کا ذکر ہوتا یہ ہے کہ حضورِ حق ہمیشہ غالب ہو جاتا ہے اس حضور پر جو خلق کے ساتھ ہے۔

سرّ کا ذکر:

سر کا ذکر یہ ہے کہ حضورِ حق ہمیشہ دائمی ہو جائے۔

خفی کا ذکر:

خفی کا ذکر یہ ہے کہ سوائے مذکور (اللہ) کے کچھ باقی نہ رہے، اس وقت سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے، اس وقت اسی بسمع وبی یبصر کا تحقق ہوتا ہے، اور اخلاق ربانیہ کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے، اور اسی وقت تمام حجابات دور ہو جاتے ہیں۔

اور جو ترقی حاصل ہوتی ہے، اس کے متعلق اتفاق ہے، اس کے بعد اگر قسمت میں ہو تو سیر عن اللہ باللہ حاصل ہوتی ہے، جس پر اس کو دعوت خلق الی الحق پر مامور کیا جاتا ہے، اور ایسا شخص با اجازت شیخ دوسروں کی تربیت کر سکتا ہے۔

([illegible])

تصرف کا طریقہ:

اگر کوئی شخص مرض یا معصیت میں مبتلا ہو، تو شیخ وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، اور آہ و زاری سے اس کی پاکی کی طرف متوجہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کے مرض و معصیت کو دفع فرمائے گا۔ (اس کے دوسرے طریق بھی ہیں)۔

کشفِ قبور کے متعلق:

اگر کوئی چاہے کہ اس پر میت کا حال منکشف ہو جائے، تو اس کو چاہیے کہ میت کے سامنے بیٹھ کر ایک بار آیۃ الکرسی اور بارہ بار سورۂ اخلاص پڑھے، اور ہر قسم کے خیالات سے فارغ ہو کر میت کے حال کی طرف متوجہ ہو جائے، اس کے بعد جو دل میں آئے، وہی اس میت کا حال ہے۔

اگر مرید کے باطن کی ظلمت رفع کرنا چاہے تو لا الہ کی نفی میں اس کی ظلمات کے دفعیہ کا ارادہ کرے، اور اثبات یعنی الا اللہ میں اس کے قلب پر عرش سے نور آنے کا تصور غالب کرے، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی ظلمت رفع ہوتی ہو جائے گی، مزید یہ کہ مرید کو بھی اس بات کا حکم کرے کہ وہ بھی یہ کیا کرے۔

لطائف کے متعلق:

جاننا چاہیے کہ لطائف خمسہ یعنی قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ، عالم امر سے ہیں، ان کا مقام فوق العرش ہے کہ لامکانیت سے موصوف ہے، اور اس کو عالم ارواح بھی کہتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے لطائف کو بدن انسانی سے تعلق دیا ہے۔

قلب: کو بائیں پستان کے نیچے کی جانب تعلق دیا ہے، اور اس کا نور زرد ہے۔

روح: کو دائیں پستان کے نیچے، دو انگشت کے فاصلے پر، قلب کی محاذات

اس لطیفہ کی ولایت حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے، اور ایسے سالک کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔

لطیفۂ روح کا کمال:

لطیفۂ روح کا کمال یہ ہے کہ سالک اس لطیفہ کی فنا کے حصول کے بعد اپنی صفات کو رب تعالیٰ کی صفات سے منسوب کرے گا، اور اپنے کو منسوب الصفت پائے گا، ایسے سالک کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں، یہ سالک درجات ولایت میں کا تب سے دو درجہ مستفیض ہے۔

لطیفۂ سر کا کمال:

لطیفۂ سر کا کمال یہ ہے کہ اس لطیفہ کی فنا شیونات الٰہیہ کی تجلی میں ہے، اور بہ نسبت صفت کے حضرت ذات سے ایک قدم نزدیک تر ہے۔ (جاننا چاہئے کہ صفات میں ذات کی نسبت ایک زائد معنی ہے، چنانچہ علیم، حکیم، قدیر وغیرہ میں ذات سے زائد ایک معنی ذہن میں ہے، اور شئون میں ذات سے زائد کوئی معنی نہیں ہوتا: "کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ"، بیشک مارنا، جلانا اور عزت دینا، ذلت دینا اسی کا کام ہے، مگر ایسے عنوان سے کوئی زائد معنی ذہن وفکر میں نہیں ہے)، ایسے سالک کو موسوی المشرب کہتے ہیں، جو سالک موسوی المشرب ہوگا، اس کا وصول اس لطیفہ کی راہ سے ہوگا۔ ایسا سالک ولایت میں کاتب سے تین درجہ موصول ہوجاتا ہے۔

لطیفۂ خفی کا کمال:

لطیفۂ خفی کا کمال یہ ہے کہ صفات تنزیہیہ سلبیہ میں فنا حاصل ہوجائے، اس لطیفہ کی ولایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہے ایسے سالک کو عیسوی المشرب

کہتے ہیں، اور ایسے سالک میں تنزیہات و تقدیسات کا غلبہ ہوتا ہے۔

لطیفۂ اخفیٰ کا کمال:

لطیفہ اخفیٰ کا کمال یہ ہے کہ یہ صفت تنزیہیہ اور احدیت مجردہ کے مابین برزخ کی مانند ہے اور یہ ولایت اقرب، اجمع، افضل اور اشرف الولایات میں سے ہے، اور ایسا سالک ولایت خمسہ کا متحقق ہے، ایسے سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں، ایسا شخص کمیاب ہوتا ہے، اس کے بعد ترقی فنا سے نہیں، بلکہ دیگر امور سے ہوتی ہے۔

توحید وجودی و شہودی:

فائدہ:... اگر سالک نور مشاہدہ میں ایسا غرق ہو کہ غلبہ شہود کے باعث اشیاء کو عین حق پائے، تو اس کو توحید وجودی کہتے ہیں، یہ چیز لطیفہ قلبی کی فنا کے وقت حاصل ہوتی ہے۔

اگر سالک نے اشیاء کو گم کیا اور اشیاء کے بغیر جمال ذوالجلال والاکرام کو حاصل کیا، اور اشیاء کو نظر سے گرا دیا، تو اس کو توحید شہودی کہتے ہیں، یہ چیز لطیفہ روحی میں اکثر نمودار ہوتی ہے۔

لطیفہ سِر: میں نسبت نایافت کا غلبہ ہوتا ہے اور جب سالک تمام مراتب ذاتیہ، صفاتیہ اور کمالات ذاتیہ میں اپنے آپ کو ذات، صفات اور کمالات الٰہیہ کا مظہر جانتا ہے اور مظہریت کے سوا کچھ نہیں پاتا، اس وقت ولایت سے موصوف ہوتا ہے، یعنی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سے عالم ہوں، اس کے بصر سے بصیر ہوں، اور اس کی قدرت سے قدرت والا ہوں، علیٰ ہذا القیاس، پس اس عارف کے لئے مظہریت ذاتیہ، صفاتیہ اور کمالات ذاتیہ کے سوا کچھ بھی نہیں، مگر بعض کو اجمالاً اور بعض کو تفصیل سے نوازتے ہیں۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم!

طریق چشت اہل بہشت کا بیان:

چشت کرم کی شاخیں کئی ہیں، ان میں سے تین زیادہ مشہور ہیں نصیریہ، سراجیہ، صابریہ۔

اس بندہ کو اجازت طریقہ قطب الوقت حضرت مولانا محمد امیر ہامانی قدس سرہ اور غوث الوقت، قطب الاقطاب حضرت مولانا حسین علی قدس سرہ واں بھچراں ضلع میانوالی سے ہے، اگرچہ شہرت سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ کی ہے اور چشت اہل بہشت کا فیض صحبت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر سے ہیں، چھبیس سال کی آمد و رفت، خطوط نویسی اور عرض پردازی سے ہے، جن کی صحبت و برکت سے امراض قلبیہ کی اصلاح کرتا رہا، میری قسمت میں جتنا اصلاح تھی ہوگئی، اور ہوتی جاتی ہے، یہ سلسلہ قطب ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ تک پہنچ کر بعد میں اس طرح ہے کہ: ان کو اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ سے، ان کو شیخ رکن الدین سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالقدوس سے، ان کو شیخ محمد بن عارف سے، ان کو اپنے والد شیخ عارف سے، ان کو اپنے والد شیخ عبدالحق سے، ان کو شیخ جلال الدین پانی پتی سے، ان کو شمس الدین ترک سے، ان کو مخدوم علی احمد صابر سے، ان کو اپنے شیخ اور ماموں شیخ فریدالدین گنج شکر سے، ان کو خواجہ قطب الدین بختیار اوشی (کاکی) سے، ان کو خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری سے، ان کو خواجہ عثمان ہارونی سے، ان کو حاجی شریف زندنی سے، ان کو خواجہ قطب الدین مودود چشتی سے، ان کو اپنے والد خواجہ ابو احمد چشتی سے، ان کو ابو اسحٰق شامی سے، ان کو شیخ علو دینوری سے، ان کو خواجہ ہبیرہ البصری سے، ان کو خواجہ حذیفہ مرعشی سے، ان کو سلطان الزاہدین ابراہیم بن ادہم بلخی سے، ان کو شیخ فضیل بن عیاض

سے، ان کو شیخ عبد الواحد بن زید سے، ان کو شیخ حسن بصری سے، ان کو سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)، ان کو شفیع المذنبین، افضل الخلق، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے۔

چشتیہ کے ذکر کا طریق:

ذکر کرنے کے لئے ایسا بیٹھے جیسا نماز میں بیٹھتے ہیں، یا پھر چہار زانو بیٹھے اور بائیں ہاتھ سے داہنے پاؤں کی نر انگشت (انگوٹھا) اور اس کے برابر کی انگلی پکڑے، اس لئے کہ اس سے وسوسے کم آتے ہیں، اور حرارت بڑھتی ہے، اور پاؤں سے دماغ تک "لا الٰہ" کی مد کو کھینچے، اور "الا" کو داہنے کندھے تک پہنچائے، پھر مبتدی "لا معبود"، متوسط "لا مقصود" اور منتہی "لا موجود الا اللہ" کا قصد کرے، یعنی اس میں اپنے آپ کے معبود، مقصود اور موجود ہونے کی بھی نفی کرے، اور "الا اللہ" کی ضرب دل پر لگائے، اور مبتدی سمجھے کہ معبود بس وہ ایک ہے، متوسط تصور کرے کہ مقصود بس وہی ہے، اور منتہی سمجھے کہ موجود بس وہی ہے، تا کہ معنوی بت ٹوٹتے ہوں:

یار آمد درمیاں ما از میاں برخاستیم

ترجمہ..."ہمارا دوست درمیان میں آ گیا، ہم درمیان سے اٹھ گئے۔"

تصور شیخ کے متعلق:

مرشد کی شکل و صورت اگر خود بخود سامنے آ جائے تو فبہا، ورنہ تکلف سے سامنے لانا تکلف سے خالی نہیں، پیر و مرشد کی صورت کا استحضار کرنا رفیق، فہم الطریق، دفع خواطر میں از حد مفید ہے۔ نیز بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان برزخ کی مانند ہے۔ مگر سلوک ولایت والے کے لئے ہے، لیکن سلوک نبوت کے سالک کے لئے اس کی

چنداں ضرورت نہیں۔

چار ہزار پیران طریقت اس پر متفق ہیں کہ وصول الی اللہ یعنی اللہ تک پہنچنا دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے: ایک ذکر اور دوسرے بھوک۔ مگر متاخرین میں سے جیسے: حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ وغیرہ نے فرمایا کہ اس وقت قویٰ ضعیف ہیں، بھوکا رہنا اچھا نہیں ہے، ہاں! سیر ہونے کے بعد کھاتے رہنا بلاشبہ مضر ہے۔

جب ذکر جلی سے فارغ ہو تو ذکر خفی پاس انفاس میں مشغول ہو جائے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو سانس باہر نکلے "لا الٰہ" کہے، اور جو اندر جائے "الا اللہ" سے جائے، اس ذکر کو دل سے ربط ہے، اس سے رفتہ رفتہ قلب جاری ہو جاتا ہے:

ہر نفس کہ میرود از عمر گوہرے است
کاں را خراج ملک دو عالم بود بہا
مپسند کایں خزانہ دہی رائیگاں بباد
آنگہ روی بخاک تہی دست و بینوا

ترجمہ... "عمر کا جو سانس بھی گزرتا ہے وہ ایسا گوہر ہے کہ اس کی قیمت دونوں جہان کی سلطنت ہے، تو یہ خزانہ برباد کرنے کو مت پسند کر، ورنہ تو خالی ہاتھ اور بے سروسامان خاک میں جائے گا۔"

مریدین کے لئے ذکر:

حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس کو ذکر دیا، اس کو منشور ولایت مل گیا، اور جس سے ذکر کی توفیق سلب کر لی، اسے مقام ولایت سے معزول کیا۔"

نیز بزرگوں نے فرمایا:

''مریدین کے لئے ذکر تلوار ہے، جب دشمن کی ہلاکت کی ہمت کریں یا بلا دفع کرنا چاہیں تو دل اس طرف لگا دیں، بلا دفع ہوجائے گی اور دشمن ہلاک ہوجائے گا، (مگر یہ لوگ ذکر سے ایسا معاملہ کرنا نہیں چاہتے)۔''

بُرے رفیق اور نفسانیت کا نقصان:

نیز بزرگوں نے فرمایا کہ:

''ایک لاکھ بھوکے بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں اتنا نقصان نہیں کرتے، جتنا ایک شیطان کرتا ہے، اور ایک لاکھ شیطان ایسا نقصان نہیں کرتے، جتنا کہ ایک بُرا رفیق کرتا ہے، اور ایک لاکھ بُرے رفیق ایسا نہیں کرتے، جیسا کہ نفسانیت انسان کے ساتھ کرتی ہے۔''

اس لئے کہ: ''النفس ھی الصنم الأکبر''۔

تا یک نفس از نفس تو پیدا است ہنوز
درگہ دل تو دیو غوغا است ہنوز

ترجمہ: ''جب تک ایک سانس بھی تیری جان سے آرہا ہے، دل کی درگاہ پہ شیطان کا شور شرابا ہے ابھی۔''

مراقبہ:

اس کے بعد مراقبہ فرمائے، مراقبہ رقیب سے مشتق ہے، یعنی اس مادہ سے ہے، یعنی دل کی پاسبانی کرے کہ غیرِ حق کو اس میں جگہ نہ دے۔

پاسبان دل شود اندر کل حال
تا نیابد ہیچ دزد آنجا مجال
ہر خیال غیر حق را دزد دان
ایں ریاضت سالکاں را فرض دان

ترجمہ... "ہر حال میں دل کا نگہبان ہوتا کہ وہاں کوئی چور داخل ہونے کی طاقت نہ رکھے، غیر حق کے ہر خیال کو چور جان، یہ ریاضت سالکین کے لئے فرض جان۔"

پس دل میں دھیان کرے کہ اللہ حاضر ہے، اللہ ناظر ہے، اللہ شاہد ہے، اور اللہ میرے ساتھ ہے۔

چلہ کرنے کا طریقہ:

فائدہ:... اگر کوئی شخص اربعین یعنی چلہ کرنا چاہے، تو چاہیے کہ پہلے دایاں پاؤں حجرہ میں رکھے، اعوذ اور بسم اللہ پڑھے، اور سورۃ والناس تین بار پڑھے پھر بایاں پاؤں رکھے اور کہے

"اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کُنْ لِّیْ کَمَا کُنْتَ لِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَارْزُقْنِیْ مَحَبَّتَکَ. اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ بِیْ شَغَفِیْ وَاجْذِبْنِیْ بِجَلَالِکَ وَجَمَالِکَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُخْلِصِیْنَ، اَللّٰھُمَّ امْحُ نَفْسِیْ بِجَذْبَاتِ ذَاتِکَ یَا اُنْسَ مَنْ لَّا اَنِیْسَ لَہٗ، رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ"

تصرف کرتی ہے جو قلب سے شرائین کے ذریعہ اعضاء میں جاتا ہے، وہی بخارِ روحِ حیوانی ونفسِ انسانی ہے، اور اس سے ہی سارے بدن میں ذکر کا نور اور آگ سرایت کر جاتی ہے، جس سے اخلاقِ ذمیمہ دفع ہو کر اخلاقِ حمیدہ سے منور ومتصف ہوتا ہے، یہاں تک کہ رب تعالیٰ کی صفات کے فیضان پر مستعد ہو جاتا ہے۔

اور چاہئے کہ سانس کو قلب پر حاضر کرے، اور الا اللہ کی "ہا" کو دائرہ کی مانند اس طرح قوت سے گول کرے کہ وہ قلب کے دائرہ پر پورا ہو جائے، اور اثبات کی جانب کا لحاظ نفی کی نسبت زیادہ ہو۔

مخلوق کی محبت کے ازالے کا طریقہ:

اگر دل میں مخلوق کی محبت پائے تو نیت کرے کہ: "لا محبوب الا اللہ"، اور مناسب ہے کہ "لا معبود"، "لا مقصود" اور "لا موجود" تمام معانی میں سچا ہو جائے اور مشتہیات ومستلذات سے بھی بچے کہ یہ بھی معبودِ باطلہ ہیں، مکشوفاتِ کونیہ اور کرامات سے خالی ہو جائے کہ ان میں کوئی فائدہ نہیں، صرف ذاتِ وحدہٗ کو طلب کرے، اگر ان کو طلب کرے گا تو وہی مقصود ومطمعِ نظر ہوگا۔

تمام مرشدین نے مریدین کو کشف وکرامات سے نفرت دلائی ہے، اور فرمایا: "کرامات مردوں کا حیض ہے۔"

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء لشاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

پھر جب قلب منور ہو جائے اور اس کے انوار کے اثرات کائنات پر ہر طرف پڑنے لگیں گے، تو معلوم ہوگا کہ ان موجودات کی کوئی حقیقت نہیں، یہ سب مجاز اور زوال پذیر چیزیں ہیں، اس وقت وجودِ حق، جو ازلی ابدی ہے، کا مشاہدہ کرے گا،

اس وقت اس کا "لاموجود الا اللہ" کہنا، تصور کرنا صحیح ہوگا، اس وقت وہ احسان کا معنی اور "ان تعبد اللہ کانک تراہ" کا مطلب سمجھے گا، اس وقت اس کا ذکر مشاہدہ ہے، بس اور یہ ذکر قلب کے لئے ہوتا ہے نہ کہ حاضر کے لئے۔

نمازِ اشراق:

جب سورج نیزہ یا دو نیزہ برابر اونچا نکل آئے تو نمازِ اشراق پڑھے، دو رکعت میں سورۂ والشمس اور واللیل پڑھے۔ اور دوسری دو رکعت میں سورۂ والضحیٰ اور الم نشرح پڑھے، پھر ذات مذکور کا مراقبہ کرے اور تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر ذرۂ وجود اور کائنات پر محیط ہے، اس وقت وہ اسی اللہ کی طرف بھاگے گا، اس وقت جسم و جسمانیت متلاشی ہو جائے گی، اور صفات کا قرب نصیب ہونے لگے گا، اور اللہ تعالیٰ کو معنی اور معرفت سے قریب سمجھے گا۔

پھر قرآن مجید کی قراءت، حفاظت اور ادب کے ساتھ، اس طرح شروع کرے جیسے اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہو، اور زیادہ پڑھنے کا شوق نہ کرے، بلکہ لذت و حیرت کا خیال کرے، پھر اگر تعلیم و تعلم کا محتاج ہو تو نیت میں اخلاص پیدا کرے، تاکہ شوائب نفس سے پاک ہو، پھر کھانا صحیح نیت سے کھائے، اور قیلولہ سنت کی نیت سے کرے، پھر اٹھ کر دو رکعت نماز شکرانہ پڑھ کر ذکر میں شروع ہو جائے، اور زوال کے بعد چار رکعت پڑھے، اور ہر رکعت میں تین بار آیۃ الکرسی پڑھے، پھر چار رکعات ظہر کی سنت پڑھے، پھر جماعت کے ساتھ فرض پڑھ کر حسب دستور "لا الٰہ الا اللہ" کے ذکر میں شروع ہو جائے اور غروب آفتاب تک ذکر کرتا رہے، مغرب کی نماز باجماعت پڑھ کر اور مغرب کی سنتوں سے فارغ ہو کر بارادۂ حفظ ایمان دو رکعت نفل پڑھے، اس

سورۂ طٰہٰ پڑھے، پھر درود شریف پڑھتا رہے، اس کے بعد صبح تک "لا الہ الا اللہ" کا ذکر بطریق مذکور کرتا رہے، پھر اپنے لئے، والدین، اساتذہ اور مومنین و مومنات کے لئے بخشش مانگے، پھر صبح کے قریب وہ دعا مانگے جو صاحب محبت و ہمت مانگتے ہیں، یہ قبولیت دعا کا وقت ہے، پھر جب صبح صادق ہو جائے تو اسی طرح کرتے رہیں کہ مشغول رہا۔

الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما
یحب و یرضی، وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین وبارک وسلم علیہ
صلوٰۃ وسلاما وبرکۃ دائمۃ بدوام ملک اللہ تعالیٰ
سبحانک اللّٰہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت
استغفرک واتوب الیک، اللہم تقبل منا انک انت
السمیع العلیم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

۲۲ شوال ۱۴۲۳ھ

سلسلۂ حضرات نقشبندیہ احمدیہ معصومیہ

مظہریہ دوستیہ عثمانیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

نوٹ:۔۔۔ اکابر سلسلہ کے نام کے ساتھ "رضی اللہ عنہ" کا ذکر بطور دعا کے ہے۔ ورنہ اصطلاحاً اس کلمہ کو غیر صحابی کے لئے استعمال کرنا درست نہیں۔ مرتب

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، سید خلق اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الٰہی بحرمت خیر الامت، خلیفۂ رسول اللہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت امام قاسم امام الحرمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق سید السادات رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جہاں حضرت عبدالخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان، پیر پیران سید محمد بہاءالدین نقشبند رضی اللہ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ یعقوب چرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ درویش محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگی محمد امکنگی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ، امام ربانی، مجدد الف ثانی، حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سلطان الاولیاء شیخ سیف الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسن دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات سید نور محمد بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شمس الدین حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت مجدد مأۃ الثالث والعشر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت محبوب رحمٰن مولانا شاہ احمد سعید مہاجر مدنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت سلطان العاشقین، حاجی الحرمین حضرت دوست محمد قندھاری رضی اللہ عنہ۔

الٰہی بحرمت زبدۃ الفقہاء والمحدثین حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت عمدۃ السالکین خواجہ محمد سراج الدین دامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ زبدۃ العارفین محمد ابراہیم ادام اللہ لطوفہ۔

وبحرمت حضرت عمدۃ العلماء والفضلاء، جامع المعقول والمنقول، عارف حضرت مولانا محمد امیر دامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وبحرمت علامہ، راس المتبحرین، مجدد مأۃ الرابع والعشر مولانا حسین علی وان بھچراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

وبحرمت محی السنۃ خواجہ فضل علی قریشی مسکین پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اِلٰهِیْ بِفَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ ثُمَّ بِحُرْمَةِ الصَّالِحِیْنَ تَوَفَّنَا
مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ،
اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔

نمک اسلاف پر خطا راجی رحمت اللہ عبداللہ عفی عنہ اللہ تعالیٰ بہاوی ثم اسلام آبادی

سلسلہ حضراتِ قادریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الٰہی بحرمت امیر المومنین، اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

الٰہی بحرمت سید شباب اہل الجنۃ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سید جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الواحد بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو الفرح طرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو الحسن ہنکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو سعید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ، امام الطریقۃ، محبوب سبحانی، شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شیخ عبد الرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شرف الدین قتال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت سید بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ سید عبد الوہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت سید عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شمس الدین صحراوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت سید گدائی رحمٰن اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت سید ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت سید شمس الدین عارف رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت سید گدائی ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت سید شاہ فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شاہ کمال کیتھلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شاہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت خازن الرحمۃ شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ عبد الاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت مجدد مأۃ الثالث والعشر حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ احمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت حاجی محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت مولانا حسین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۶ بحرمت حضرت مولانا محمد امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبداللہ عفی عنہ

سلسلہ حضرات چشتیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، حبیب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الٰہی بحرمت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت خیر التابعین حضرت شیخ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امین الدین ابو ہبیرہ البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو ابراہیم اسحاق علو دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت امام الطریقت حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مخدوم علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جلال الدین پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الحق صاحب ردولوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عارف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محب الدین محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدین گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ۔

الٰہی بحرمت شیخ خازن الرحمت محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ الشیوخ سیدنا غلام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت قطب زمان حضرت الحاج مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
و بحرمت حضرت غوث زمان مولانا محمد امیر دامانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
عبداللہ عفی عنہ ساکن اسلام آباد

سلسلہ حضرات سہروردیہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، حبیب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمت امیر المؤمنین، اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت افضل التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت حبیب خدا حبیب عجمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقۃ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
الٰہی بحرمت حضرت سید ابو محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام الاولیاء خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمد امیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

وبحرمت حضرت رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

عبداللہ عفی عنہ

سلسلہ حضراتِ کبرویہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الٰہی بحرمت امیر المومنین اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت امام التابعین حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو علی رودباری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو علی کاتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو عثمان مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت ابوالقاسم گرگانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت ابوبکر نساج رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ احمد غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت عمار یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شیخ روزبہان بقلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت صاحب الطریقہ نجم الدین کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ رضی الدین علی لالا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد جورفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سید عبدالرحمن اسفرائنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ علاؤ الدین سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت محمود مزدقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ امیر علی ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ اسحاق ختلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امیر عبداللہ برزش آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ رشید الدین بیدآوازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ شاہ بیدآوازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت حاجی محمد خبوشانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت کمال الدین حسین خوارزمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ
الٰہی بحرمت حضرت محمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبد الاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت مجدد مائۃ ثالث عشر شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت حافظ القرآن المجید شاہ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت حافظ القرآن المجید شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت حاجی الحرمین دوست محمد قندھاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت مظہر فیض رحمٰن حاجی محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت قطب دوران خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت جامع الاصول والفروع مولانا محمد امیر دامانی رضی اللہ عنہ۔
وبحرمت رئیس المفسرین مولانا حسین علی واں بھچراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبد اللہ عفی عنہ اسلام آباد کی

سلسلہ حضرات مداریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، حبیب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمت امیر المومنین، حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت عبد اللہ "علمبردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شیخ شمس الدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ طیفور رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت امام الطریقت حضرت شیخ بدیع الدین شاہ مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سید اجمل بہرائچی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سید بڈھن بہرائچی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت شیخ رکن الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ مخدوم عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت حاجی دوست محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت حضرت حاجی محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت قطب وقت خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت جامع المعقول والمنقول مولانا محمد امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
وبحرمت رئیس المفسرین مولانا حسین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبداللہ عفی عنہ

سلسلہ حضراتِ قلندریہ

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

الٰہی بحرمت حضرت خاتم النبیین، حبیب اللہ، خلیل اللہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمت حضرت عبدالعزیز مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت سید خضر رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقہ نجم الدین قلندر ابن حضرت نظام غزنوی۔
الٰہی بحرمت حضرت شاہ قطب الدین مینا ول رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالسلام عرف شاہ علی جونپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شیخ رکن الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت مخدوم عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالاحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت حبیب اللہ مرزا مظہر جانِ جاناں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ غلام علی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت وحید زمان حضرت محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت زمان خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت مولانا یا لفضل مولانا محمد امیر رامانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
وبحرمت مفسر القرآن مولانا حسین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عبداللہ عفی عنہ

سلسلہ حضراتِ شطاریہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

الٰہی بحرمتِ حضرت خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
الٰہی بحرمت امیر المؤمنین خلیفہ رسول اللہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
الٰہی بحرمت حضرت ابو یزید عشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو المظفر ترک طوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابو الحسن عشقی کرمانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ خدا قلی ماوراء النہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد عاشق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت محمد عارف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقہ حضرت شیخ عبد اللہ شطاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ محمد قاضی حسیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ہدیۃ اللہ سرمست رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ظہور حاجی حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت محمد غوث گوالیاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ لشکر محمد انبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ عیسیٰ سندھی برہان پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت سید میر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد نخلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت ابو طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت شاہ احمد سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت قطب زمان خواجہ محمد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سراج الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت قطب دوراں مولانا محمد امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

و بحرمت حضرت قطب ارشاد مولانا حسین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ایضاً: حضرت شاہ ولی اللہ علیہ اجازت گرفتہ از شیخ ابو الطاہر، او از پدر خویش، و از ابراہیم کردی، از شیخ احمد قشاشی، از شیخ صبغۃ اللہ، از شیخ وجیہ الدین، از شیخ شاہ محمد غوث گوالیاری الی آخرہ۔

سلسلہ شطاریہ دیگر

الٰہی بحرمت سید المرسلین، افضل الخلق، سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الٰہی بحرمت حضرت امیر المؤمنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔

الٰہی بحرمت سید الشہداء، شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الیٰ آخرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنا۔

جاننا چاہئے کہ اصول مشرب شطاریہ تصور عینیت ذات کا ہے۔

اصلاح نفس
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ
www.ahlehaq.org
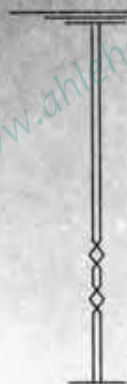
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی

اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ!

چند مواعظ و نصائح علمائے پیشین و سلف صالحین کتب متقدمین سے نقل کرکے پیش خدمت ہیں، تاکہ محترم قارئین اور سامعین سن کر اور پڑھ کر فائدہ اٹھائیں۔ اگر ہو سکے تو کاتب سطور کے لئے دعائے حسن خاتمہ کردیں کہ:

شاہاں راچہ عجب گر بنوازند!

فصلِ اوّل

حضرت لقمان حکیمؒ کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

۱:...اے بیٹے! خدا عزّوجل کو پہچان (کہ وہ وحدہٗ لا شریک لہٗ بے مثل، بے مثال ہے، ذات میں بھی، صفات میں بھی اور کام میں بھی)۔

۲:...جو نصیحت کسی کو کرو، پہلے اس پر خود بھی عمل کرو (تب زیادہ مؤثر ہوگی)۔

۳:... بات اپنے اندازہ و مقدار پر کرنا (چھوٹا ہو کر بڑوں کو تعلیم مت کر)۔

۴:... لوگوں کی قدر شناسی کر، بڑوں کی عزت کر اور چھوٹوں پر رحم کر۔

۵:... بیوقوف سے بھاگ۔

۶:... دانش مند کو دوست بنا۔

۷:... دوستوں کا امتحان فائدہ اور نقصان کے وقت کر۔

۸:... کارِ خیر میں سعی و کوشش کر۔

۹:... عورتوں پر اعتماد نہ کر۔

۱۰:... ہر بات دلیل کے ساتھ کہہ۔

۱۱:... نیک انسان اور دانا سے مشورہ کر۔

۱۲:... جوانی کو غنیمت جان۔

۱۳:... جوانی کے وقت دنیا و آخرت کے کام کر لے۔

۱۴:... اپنے دوستوں کو پیارا و عزت والا رکھ۔

۱۵:... دوست و دشمن کے ساتھ کشادہ پیشانی سے رہ۔

۱۶:... ماں باپ کی خدمت و عزت کر۔

۱۷:... استاد و پیر کو ماں باپ سے بہتر سمجھ (کیونکہ وہ روح کی پرورش کرنے والے ہیں، اور ماں باپ جسم کی)۔

۱۸:... آمدنی کے موافق خرچ کر۔

۱۹:... با جماعت یار باش (جماعت کے ساتھ رہ)۔

۲۰:... جس کے گھر میں جا، آنکھ، ہاتھ اور زبان کو محفوظ رکھ۔

۲۱:... بیٹے کو علم، ادب اور سواری کرنا سکھا۔

۲۲:... دین کو اس جہان کے لئے، اور دنیا کو اُس جہان کے لئے سمجھدار رہ۔

۲۳:...رات کو جب بات کرو تو آہستہ اور نرمی سے کرو۔

۲۴:...تھوڑا کھانا، تھوڑا کہنا اور تھوڑا سونے کی عادت بناؤ۔

۲۵:...عورتوں اور بچوں کو راز کی بات مت بتاؤ اور ان کے ساتھ مخلصانہ قول بھی نہ کرو یا بہت کم کرو اور ان سے حد سے زیادہ میل جول نہ رکھو۔

۲۶:...جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

۲۷:...عقل اور تدبیر سے کام لیا کرو۔

۲۸:...جس کو کسی کام میں مہارت نہیں ہے اس کو استاذ مت بناؤ۔

۲۹:...عوام کو اپنے پر گستاخ نہ کرو۔

۳۰:...ضرورت مند کو نا امید نہ کرو۔

۳۱:...لوگوں کے گھر میں بربادی نہ کرو۔

۳۲:...بڑوں سے مزاح نہ کرو۔

۳۳:...اپنا مال نہ دوست کو دکھاؤ نہ دشمن کو۔

۳۴:...گزشتہ نزاع و جدال کو یاد نہ کرو۔

۳۵:...لوگوں کی پیٹھ پیچھے شکایت نہ کرو۔

۳۶:...جس کو اپنا پہچان نہیں اس سے بہتری و منافع کی امید نہ رکھو۔

۳۷:...[illegible] متکبر نہ بنو۔

۳۸:...لوگوں کی بات کے درمیان نہ بولو۔

۳۹:...بادشاہ کی تعظیم پر مغرور نہ ہونا۔

۴۰:...اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو۔

۴۱:...خیرات بہت کرو تا کہ عمر دراز ہو۔

۴۲:...لوگوں کا جھگڑا اپنے سر پر نہ رکھو۔

۴۳:...نردوں سے رفاقت نہ رکھ۔

۴۴:...جو سن اس پر عمل کر۔

۴۵:...اپنے ہاتھ، پیشانی اور کپڑوں سے کھیلتا مت رہ۔

۴۶:...سچ کہہ اور سچا رہ، عزیز و محترم ہو جائے گا۔

۴۷:...اپنے باطن کو اللہ تعالیٰ کی نظرگاہ سمجھ، خلق خدا سے شرمسار نہ رہے گا۔

۴۸:...بڑوں کے سامنے اپنی آستین سے ناک صاف نہ کر۔

۴۹:...بے مروتی نہ کر، وغیرہ ذالک۔

فصلِ دوم

طالبِ حق کے لئے نصیحتیں:

۱... زبان کی کجی سے دل بھی ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔

۲:...وعدہ خلافی نہ کرے۔

۳:...کسی کو بددعا نہ دے، اگرچہ ہزار تکلیف آئے، سلف صالحین کی یہی عادت مبارکہ ہے۔

۴:...ظلم نہ کرے، نہ ہاتھ سے، نہ زبان سے۔

۵:...کسی کی طرف نفاق و کفر کی نسبت نہ کرے۔

۶:...ظاہری گناہ (جو ہر کسی کو معلوم ہیں) اور باطنی گناہ، مثلاً: حسد، کینہ، بغض، کبر، عجب، غفلت، غرور، طمع، وغیرہ سے بچنے کی سعی کرے۔

۷:...اپنا بوجھ دوسرے پر، خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، نہ رکھے۔

۸:...ہر کسی سے تواضع اور حسنِ خلق سے پیش آئے، خواہ اپنے سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

مرشد سے مجاز بھی ہو کہ وہ دوسروں کا علاج بھی کر سکتا ہے۔ ایسے شیخ و مرشد سے اخلاقِ رذیلہ کے دفعیہ کا علاج اور اخلاقِ حمیدہ، مثلاً: شکر، قناعت، رضا بالقضاء، توکل، تسلیم وغیرہ تک کی تحصیل، سلوک سیکھنا ہے۔ علاج کرانے والے کو نام مرشد ہے، اور علاج کرانے والے کا نام سالک و مرید ہے، اور اس حاصل کرنے کا نام "طریقت" ہے، اور اخلاقِ رذیلہ کے دفعیہ اور اخلاقِ حمیدہ کے حصول کا نام "تزکیہ" و "اصلاحِ نفس" ہے، اور اس کا فائدہ سعادتِ دارین، کامیابیٔ دارین، قربِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور قربِ الٰہی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِکَ، آمین!

فصلِ پنجم

نفس کی چند صفات:

نفس تین قسم کا ہوتا ہے: امارہ، لوامہ، مطمئنہ۔

امارہ: وہ ہے کہ باطل آرزوؤں اور معاصی میں ایسا مستغرق ہو کہ وہ اس پر ندامت اور پشیمانی سے بھی خالی ہو۔

لوامہ: وہ ہے کہ غلطی کرنے کے بعد ندامت کرتا ہے، اور اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔

مطمئنہ: وہ ہے کہ ذکرِ حق اور تعمیلِ فرمانِ خداوندی سے آرام و سکون پائے، اور ایمان و طاعت میں راحت پائے۔

اگر خطراتِ معاصی سے بھی مبرا ہے تو عصمت کے درجے سے سرفراز ہے، جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

اور اگر خطراتِ معاصی سے پاک نہیں مگر معاصی کی طرف میلان نہیں رکھتا

تو حفاظت کے درجے پر فیض یاب ہے۔

اور اگر میلانِ معاصی رکھتا ہے، مگر بجد و جہد بفضلِ تعالیٰ بچ جاتا ہے، تو مجاہدہ کے درجے سے نصیب ور ہے، "وَرُخْتُمْهُمْ هُدًى" سے منوّر ہے، اگر مجاہدہ میں کامیاب ہوا تو بفضلِ تعالیٰ حفاظت کے درجے تک عروج کر جائے گا، یہ سب درجات نفسِ مطمئنہ کے ہیں، "بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" مگر عصمت کا انتہائی (وہبی) درجہ ہے: "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جس جگہ یعنی جس کو رسول بناتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ تزکیہ مطلقہ چار قسم ہے:

اوّل:... تمام کاموں میں اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے، اور میّت کی مانند غسّال کے ہاتھ میں ہوجائے کہ وہ جیسے چاہے رکھے۔

دوم:... یہ کہ حق سبحانہٗ کے سوا ایک لمحے کے لئے بھی اطمینان نہ رہے، اور ہمیشہ اس میں مستغرق رہے۔

سوم:... ظاہراً تمام کاموں میں شریعت پر نظر رکھے، بالخصوص: "اَلْحُبُّ فِي اللّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ" میں: یعنی جس سے محبت ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اور جس سے غصہ اور رنجش ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

چہارم:... تمام کام اللہ تعالیٰ کے لئے کرے، ہر چیز میں اخلاص کی اخلاص برتے، چھوٹے بڑے ہر کام کو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے، اور حسبِ ارشادِ مرشد ذکر و مراقبہ، کم کھانے، کم سونے اور مخلوق سے یکسوئی کے ذریعہ اپنے دل کو مجلّیٰ کرے۔

فائدہ:... جاننا چاہئے کہ اطمینانِ ولایت الگ چیز ہے اور اطمینانِ نبوّت الگ چیز، ان کے درمیان آسمان و زمین سے بھی زیادہ فرق ہے، اولیائے کرام اطفال ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے، ولایت ظل ہے نبوّت کا، بچوں کا اطمینان اور ہوتا

شاغل الوقت یعنی علاج الامراء اور علاج الغرباء کو نہیں جانتا تو وہ شیخ و مرشد ہی نہیں،
دوسرے مرشد ماہر فن و حاذق و مجاز کے پاس جانا ضروری ہے، مرشد کامل استعداد مرید
سے واقف ہوتا ہے، اور اس کے مطابق وظائف زبانی، قلبی، پاس انفاس اور مراقبات
بتلاتا ہے، اور امراض قلبیہ کے دفعیہ، اخلاق حمیدہ کی تحصیل، سیر و سلوک اور عروج و
نزول کراتا ہے۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
من الصلوۃ والسلام افضلہا واکملہا وازکاہا ودومہا ابدا
سبحانک اللہم وبحمدک استغفرک واتوب الیک

۲۹ رجب ۱۴۲۹ھ

"ہر کام اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے، ہر چیز میں
اخلاص کی تلاش کرتے، چھوٹے بڑے ہر کام کو
خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے۔"

تزکیہ روحانی
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ الہ
واصحابہ واتباعہ اجمعین الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین والعاقبۃ للمتقین،

اما بعد:

یاد رکھنا چاہئے کہ عقل انسانی تو اس قدر عاجز و درماندہ ہے کہ اس جہان کے بنانے والے کو بھی نہ پہچان سکی، چنانچہ متقدمین فلاسفہ دہریے تھے، نمرود، خدا تعالیٰ کا منکر تھا، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں اپنے سوا کسی کو خدا نہیں مانتا، ہزار ہا رحمت ہو انبیائے کرام علیہم السلام پر! کہ انہوں نے اپنی تبلیغ سے خدا تعالیٰ کے وجود کو عام طور پر تسلیم کرا لیا، حتیٰ کہ فلاسفہ بھی وجود خدا تعالیٰ کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے، مگر باری تعالیٰ کی صفات حشر نشر وغیرہ میں وہ کبھی بھی راہ یاب نہ ہو سکے۔

اسی طرح انبیائے کرام علیہم السلام کے معارف و حقائق سے عقل انسانی عاجز رہی ہے، کیونکہ ہر ایک کا طریقہ دوسرے سے جدا رہا ہے، رہا خداوند عالم کے احکام کو تسلیم کرنا، معلوم کرنا اور ان کی واقفیت، جو انسان کے لئے روحانی ترقی اور فلاح کا موجب ہے۔ یہ حضرت حق تعالیٰ جل مجدہٗ کی تعلیم کے بغیر ناممکن تھا، اسی لئے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث کئے گئے تاکہ مرضیات الٰہی سے انسانوں کو آگاہ

درستی عقیدہ کا معیار:

قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عقائد کو جس طرح علمائے اہل حق نے سمجھا ہے اسی کے مطابق اپنے عقائد کو صحیح کرنا ہمارے اوپر لازم ہے۔ چونکہ ہماری اور آپ کی سمجھ درجۂ اعتبار سے ساقط ہے اس لئے جب تک ان بزرگوں کی توضیح اور تفسیر کے مطابق نہ ہو قابلِ اعتماد نہیں۔

ہر بدعتی اور ہر ایک گمراہ اپنے عقائد باطلہ کے لئے کتاب و سنت ہی کی آڑ لیا کرتا ہے، حالانکہ یہ قطعاً بے سود اور بے معنی ہے، لہٰذا سب سے پہلے عقائد کو صحیح کرنا ضروری ہے، اس کے بعد حلال، حرام، فرض اور واجب وغیرہ شرعی احکام کا علم، پھر اس کے مطابق عمل، اس کے بعد تصفیہ اور تزکیہ کا نمبر ہے۔

شریعت کیا ہے؟

شریعت کے تین اجزاء ہیں: علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں چیزیں نہ ہوں شریعت نہیں، جب شریعت حاصل ہوگئی، رضائے مولیٰ حاصل ہوگئی، جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بالا ہے، اسی لئے فرمایا گیا "ورضوان من اللہ اکبر"۔ پس دنیوی اور اخروی تمام سعادتوں کی کفیل صرف شریعت ہے، کوئی مقصود نہیں جس کے لئے شریعت کے ماسوا کسی اور چیز کی ضرورت ہو۔

طریقت و حقیقت صوفیہ کا طرۂ امتیاز ہے، مگر یہ دونوں چیزیں شریعت کے جزو سوم اخلاص کی تکمیل کے لئے ہیں، پس طریقت اور حقیقت کے حاصل کرنے سے صرف شریعت کی تکمیل مقصود ہے، وجد، علوم، معارف اور وہ احوال جو صوفیائے کرام کو اثنائے راہ میں پیش آیا کرتے ہیں، مقصود نہیں، بلکہ وہ امور غیر اختیاری ہیں جن سے نوجوانانِ طریقت کو دھوکا ہو جاتا ہے، ان تمام حالات و مقامات سے درگزر کر کے مقام

رضا میں پہنچنا چاہیے، جو سلوک اور جذبہ کی انتہا ہے۔ (مکتوب نمبر ۱۳۰ ج ۱)

ہاں! مقامِ اخلاص کا حاصل ہونا اور مرتبۂ رضا تک پہنچنا ان احوال و کیفیات کے طے کرنے اور ان علوم و معارف کے ثابت ہونے سے وابستہ اور منحصر ہے۔

صحتِ عقیدہ کے بغیر وجد و حال گمراہی ہے:

کشف و الہام کی صحت کا معیار علمائے اہلِ سنت کے علوم و تحقیقات ہیں، اگر کوئی کشف بال برابر بھی ان علوم کے مخالف ہے، تو وہ دائرۂ صواب سے خارج ہے، یہی علم صحیح اور حقِ صریح ہے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے، گمراہی ہے۔

(مکتوب نمبر ۱۱۴: ج ۱)

فرقۂ ناجیہ کی اتباع کی دولت جس قیمت پر بھی میسر ہو، احسان ہے، اور موجبِ شکر ہے، مجھے اگر یہی مل جائے اور حال و وجد کا کوئی حصہ نہ ملے، تو میں راضی رہوں گا، اور کوئی غم نہ ہوگا۔

بعض مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے بعض وقت غلبۂ حال اور وقتی سُکر کے باعث کچھ ایسے علوم و معارف ظاہر ہوتے ہیں جو اہلِ حق کی صائب رائے کے مخالف ہوتے ہیں، چونکہ ان کا منشأ کشف ہوتا ہے لہٰذا وہ معذور ہیں، اُمید ہے کہ قیامت میں بھی ان سے مؤاخذہ نہ ہوگا، یہ لوگ مجتہد کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن حق وہی ہے جو علمائے اہلِ حق فرماتے ہیں، کیونکہ علمائے حق کا علم مشکوٰۃِ نبوت سے ماخوذ ہے، اور مشکوٰۃِ نبوت کو وحیِ قطعی سے قوت حاصل ہے، جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، اور صوفیائے کرام کے معارف کا مدار ان کے کشف و الہام پر ہے، جس میں غلطی کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ (مکتوب مذکور)

الہام، دین کے پوشیدہ کمالات کا مظہر ہے، جو دین کے اندر کچھ زائد

کمالات پیدا نہیں کر سکتا، الہام کی مثال اجتہاد کی سی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اجتہاد، شریعت کے ان احکام کو ظاہر کرتا ہے جو ظاہر شریعت میں ضروری ہیں، مگر عام نگاہیں ان تک نہیں پہنچ سکتیں، اور الہام، شریعت کے دقائق اور اسرار کو واضح کرتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۵۵ ج ۲)

طریقت عین شریعت:

کچھ صوفی ایسے کشف بیان کرتے ہیں جو ظاہر شریعت کے مخالف ہیں، ایسے کشف یا تو وسوسے ہیں، یا پھر حالت سکر کا اثر ہوتے ہیں۔ کیونکہ باطن ظاہر سے قطعاً مختلف نہیں ہو سکتا، ہاں! درمیان راہ میں کچھ مخالفت معلوم ہوتی ہے، جس کی وجہ سے تعبیر اور توجیہ کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن کامل اور منتہی محقق باطن کو ظاہر شریعت کے موافق ہی پاتا ہے، علمائے دین اہل سنت والجماعت اس چیز کو علم و استدلال سے حاصل کرتے ہیں، جبکہ یہ حضرات کشف اور ذوق سے، یہ مطابقت اور موافقت ہی بزرگان طریقت کے حالات کی صحت کی سب سے بڑی دلیل ہوتی ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۳ ج ۱)

اور مکتوب چہلم (چالیسویں) جلد اول میں فرماتے ہیں: سلوک کی منزلوں کو طے کرنے اور جذبے کے مقامات کو قطع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے، جو آفاقی اور انفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے، اور یہ اخلاص شریعت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے، کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں: علم، عمل اور اخلاص، پس طریقت وحقیقت دونوں، شریعت کا تیسرا جزو ہیں، یعنی اخلاص کی تکمیل کے لئے شریعت کے خادم ہیں۔

مدارِ فضیلت اتباعِ سنت:

اس مبارک اور پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ دنیا کی تمام لذتوں اور آخرت کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔ صرف حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، ہر ایک نعمت کی تحصیل کی سرتاپا ایک صورت ہے۔ جس شخص کو پورب (مشرق) کی طرف جانا ہے، وہ دو پچھم (مغرب) کی طرف رخ کرکے خواہ کتنی ہی تیز دوڑے منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔

رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی صراط مستقیم ہے، اور اس کے ماسوا گمراہی ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر جو راہ اختیار کی جائے وہ گمراہی کو حد سے بڑھ کر تاریک سے تاریک تر بناتی ہے۔

اہل ریاضت بہت مجاہدے کرتے ہیں، لیکن اگر وہ شریعت مطہرہ کے مطابق نہ ہوں، تو بے کار اور بے سود ہیں۔ ان اعمال شاقہ پر کوئی اثر، استغراق، شغل، ذکر اور کرامات وغیرہ مرتب بھی ہو جائے تو وہ صرف دنیاوی ہے، آخرت میں کچھ مفید نہیں۔

راز (اس کا) یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق ہوگا وہ خداوند کریم کا پسندیدہ ہے، جس کی سند آپ کے پاس موجود ہے، اور اس کے ماسوا ناپسند۔ مثلاً دوپہر کی نیند (قیلولہ) جو رسول پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کی نیت سے ہو، وہ ان کروڑوں شب بیداریوں سے افضل ہے جو متابعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہیں۔ عید الفطر کا افطار، جس کا شریعت نے حکم فرمایا ہے، وہ ابدالآباد روزہ رکھنے سے افضل ہے۔

خداوند عزیز کی حکمت اور عبودیت کی ہر صورت حضرت حق تعالیٰ کی مرضی

کے مطابق نہ ہو، وہ تعظیم کہلانے کی مستحق نہیں، بلکہ بہت ممکن ہے کہ غیر تعظیم کو تعظیم سمجھ بیٹھے، اور مرضی کی مطابقت معلوم کرنا، وہ اتباع سنت میں منحصر ہے بس:

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں یافت جز بر پئے مصطفیٰ

کذا فی مکاتیب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، حتیٰ کہ مکتوب نمبر:۱۷۱ ج:۱ میں فرماتے ہیں۔

کسی کی صرف دین کی تائید، مذہب کی تقویت، شریعت کو رواج دینے اور خلقت کو حق کی طرف دعوت دینے سے اس پر اعتبار نہ کرلینا چاہئے، اور نہ ہی اس کو اچھا سمجھنا چاہئے، جب تک کہ سنت کی متابعت پر اس کی استقامت معلوم نہ کرلیں، کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی فاسق، فاجر سے بھی ہوجاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے:

"ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر۔"
ترجمہ:..."اللہ تعالیٰ اس دین کو مردِ فاجر سے (بھی) مدد دے گا۔"

بدعتوں کی اصلاح، دورِ حاضر کے علماء کے لئے لائق توجہ:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوب نمبر:۲۶۸ جلد اوّل میں تحریر فرماتے ہیں:

اس زمانے کے اکثر خواص وعوام ادائے نوافل میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں، فرائض سے متعلق سنن اور مستحبات کا لحاظ رکھتے ہیں، نہ انہیں اوقاتِ مستحب میں ادا کرتے ہیں، نہ تکبیر اولیٰ کی

فضیلت کی فکر، بلکہ خود جماعت کی پابندی بھی برائے نام ہے، فرض نماز، جس طرح ادا ہوجائے اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں، البتہ روز عاشورا، شبِ براءت، ستائیسویں رجب، اور ماہِ رجب کے پہلے جمعے کی رات کا پورا پورا اہتمام کرتے ہیں، لیلۃ الرغائب اس کا نام رکھا ہے، اور پورے اہتمام وانتظام سے بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ ان راتوں میں نوافل ادا کرتے ہیں، اور اس کو ثواب سمجھتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ یہ شیطان کا فریب ہے کہ سیئات کو حسنات کی صورت میں پیش کرکے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

مولانا عصام الدین ہروی حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں کہ:

نوافل کو جماعت سے ادا کرنا اور فرائض کو چھوڑ دینا شیطان کا دام فریب ہے۔

جاننا چاہیے کہ تراویح اور صلوٰۃ الکسوف کے علاوہ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا بعض روایتوں میں مطلقاً مکروہ ہے اور بعض میں تداعی، یعنی ایک دوسرے کو بلانے پر مکروہ ہے۔ روایت دوم (اس کو روایاتِ فقہیہ سے ثابت فرمایا ہے) کی بنا پر اگر ایک، دو آدمی مسجد کے کنارے جماعت کے ساتھ نفلیں پڑھ لیں، تو مکروہ نہیں، اور تین آدمیوں کے متعلق اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ تین کی جماعت بھی مکروہ ہے، البتہ (احناف کے نزدیک) چار آدمیوں کی جماعت مکروہ ہے، مکروہ کو مستحسن جاننا بڑا گناہ ہے، کیونکہ حرام کو مباح اور جائز سمجھنا کفر تک پہنچادیتا ہے، تو مکروہ کو ثواب سمجھنے میں ایک درجہ اور بڑھا ہوا ہے کہ جائز کے بجائے اس کو ثواب قرار دیا جائے۔ (خلاصہ مکتوب مذکور)

دیگر اصلاح:

سلوک وطریقت کے وہ خانوادے (ان چودہ سلسلوں کو خانوادے کہتے ہیں: حبیبیاں، طیفوریاں، کرخیاں، سقطیاں، جنیدیاں، گازرونیاں، طوسیاں، فردوسیاں،

سہروردیاں، زیدیاں، عیاضیاں، ادھمیاں، ہبیریاں، چشتیاں) جو ہندوستان میں ارشاد وتزکیہ کی خدمات انجام دیتے رہے۔ ان میں سے اکثر کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا تھا، اس لئے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خاص نسبت ہونی چاہئے تھی، مگر اس کے یہ معنی کسی طرح بھی نہیں ہو سکتے کہ اہل سنت والجماعت کے برخلاف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام صحابہ سے افضل مانا چاہئے، مگر عام لوگ اس سے غافل تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل قرار دینے لگے تھے، اس عقیدہ کی پوری اصلاح بھی حضرت مجدد قدس سرہ العزیز نے فرمائی، یہاں تک کہ مکتوب نمبر ۲۰۲ بنام سید فرید صاحب میں تحریر فرماتے ہیں:

جو شخص حضرت امیر علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے، وہ اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں رہتا۔ چند سطر کے بعد تحریر ہے:
انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے پر سلف کا اجماع ہے، احمق ہے جو اس اجماع کو توڑنے کا وہم کرے۔
(مکتوب نمبر ۲۰۲ ج ۱)

بدعت کا معنی، اقسام اور ان کا حکم:

بدعت وہ قول یا عمل ہے جو سنت کے خلاف، کسی شبہ یا ظاہری خوبصورتی کی بنا پر ایجاد کر کے جزو دین بنالیا گیا یا سمجھا گیا ہو، مختصر یہ کہ ہر ایسا کام بدعت ہے جس کا کوئی شرعی ثبوت موجود نہ ہو مگر اس کو دین کا کام سمجھا جائے، بشرطیکہ وہ دین کا موقوف علیہ بھی نہ ہو (جیسے صرف، نحو، شغل، ذکر، تعلیم قرآن کے لئے بچے اور مرقیات کی ہیئت وغیرہ موقوف علیہ ہیں)۔

بدعت کی دو قسمیں: بدعت حسنہ، بدعت سیئہ۔

بدعت حسنہ: وہ نیک عمل ہے جو عہد رسالت اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کے بعد پیدا ہوا ہو اور اس کے کرنے سے کوئی سنت ترک نہ ہوتی ہو۔

اور بدعت سیئہ وہ ہے جس کے کرنے سے سنت چھوٹتی ہو۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا، بلکہ صرف تاریکی اور کدورت ہی محسوس کرتا ہے۔ سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ" (مشکوٰۃ ص ۲۷)

مطلب یہ ہے کہ ہمارے اس کام میں (دین میں) جو شخص کوئی ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں نہیں، وہ مردود ہے۔

جو چیز مردود ہو وہ حسن کہاں حاصل کر سکتی ہے؟

اس کے بعد اس مکتوب میں چند مثالیں پیش فرمائی ہیں۔ کچھ علماء نے میت کے لئے عمامہ کو بدعت حسنہ کہا ہے، لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس میں ترک سنت ہے، کیونکہ کفن تین کپڑے سنت ہیں، اس پر عمامہ کی زیادتی تین کے عدد کو منسوخ کر دیتی ہے، اس کا نام رفع سنت ہے۔

اسی طرح کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ شملہ کو بائیں جانب کی طرف ڈالے، حالانکہ سنت یہ ہے کہ کمر پر دونوں مونڈھوں کے بیچ میں رہے، لہٰذا بائیں جانب ڈالنے سے وہ سنت ختم ہو جاتی ہے۔

اسی طرح کچھ حضرات نے فرمایا ہے کہ نیت زبان سے بھی ادا کرے، تاکہ زبان اور دل کی مطابقت ہو جائے، زبان سے نیت کرنے کو بدعت حسنہ کہا ہے،

فقیہ کے خیال میں اس بدعت سے علت تو درکنار فرض ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ بسا اوقات عوام اپنی زبان سے تو کہہ ڈالتے ہیں مگر دل قطعاً متوجہ نہیں ہوتا، حالانکہ دل سے ارادہ کرنا فرض تھا، لامحالہ اس بدعت سے فرض (دل سے نیت کرنا) ختم ہو جاتا ہے، اور جب نیت نہ ہوئی تو نماز نہ ہوئی، یہی شان ہے تمام بدعتوں کی!

وجہ اس کی یہ ہے کہ بلاشبہ بدعتیں، سنتوں پر زیادتیاں ہیں۔ خواہ وہ کسی حیثیت سے ہوں، اور زیادتی نسخ ہے، لہٰذا تم پر لازم ہے کہ سنت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر انحصار کرلو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی اقتداء پر اکتفا کرو، اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم مثل تاروں کے ہیں، جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پالوگے۔

بہرحال قیاس اور اجتہاد کو بدعت سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ قیاس واجتہاد کسی امر زائد کو ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ وہ صرف آیات و حدیث کی مراد کو ظاہر کرتے ہیں، یعنی سمجھانا۔

"رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہی صراطِ مستقیم ہے، اور اس کے سوا گمراہی ہے۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ کر جو جدوجہد کی جائے وہ گمراہی کو بدتر اور تاریک سے تاریک تر بناتی ہے۔"

معارف السلوک
یعنی
سلوک کے معارف
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ

اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی حَبِیْبِ اللّٰہِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدِ

الْمُجْتَبٰی وَعَلٰی اٰلِہِ الْمُرْتَضٰی وَاَصْحَابِہِ نُجُوْمِ الْھُدٰی،

اَمَّا بَعْدُ!

بندۂ شرمسار عرض پرداز ہے کہ حقائق و دقائق دینِ متین کو حضرتِ اقدس مجددِ الملۃ والدین حکیم الامت حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب حنفی چشتی امدادی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ورضی عنہ نے اپنے رسائل و کتب میں تحریراً وتقریراً واضح فرمادیا ہے، طالبِ حق کے لئے کوئی وجہ خفا باقی نہیں رہی، بتزکیۂ نفس وتعلیمِ حکمت کو ہر طور سے روشن کردیا ہے، طالبِ حق کے لئے ان کا مطالعہ اور اس پر حتی الوسع عمل رشد و ہدایت کا موجب ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ ان جواہرِ بے بہا سے بطور مشتے نمونہ خروارے کے طور پر اور دیگر کتبِ تصوف سے خوشہ چینی کرکے سالکینِ راہ کے لئے بہزار نیاز و دست بستگی سے پیشِ خدمت کرتا ہوں، شاید معارفِ لوہکی اور سامعینِ کرام کی مقبول دعا سے بندۂ نابکار کا

ہو کر پورا ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ، اللھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

شاہاں را چہ عجب گر بنوازند گدارا

ہر عمل میں اپنی نیت کی تصحیح کرو:

ہر عمل میں اپنی نیت کی تصحیح کرو، عارفین ہر کام میں اپنی نیت کی درستی کرتے ہیں، دل کو خوب ٹٹولتے ہیں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کر رہا ہوں یا کسی اور مقصد کے لئے؟ عارفین کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میرے تمام خطرات و وساوس کا علم ہے، اسی لئے وہ دین کو شرارت نفس سے خوب پاک کر کے صحیح نیت سے ہر کام کی بنیاد رکھتے ہیں:

کعبہ را ہر دم تجلی می فزود
ایں ز اخلاصات ابراہیم بود

ترجمہ... "کعبہ پر ہر دم تجلی اترتی ہے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔"

عالم باللہ کی شان:

عالم باللہ مقرب بندہ ہوتا ہے، اس کا حوصلہ ایسا پست اور ذلیل نہیں ہوتا کہ دنیا مردار کو علم کی نعمت پر ترجیح دے، کیونکہ جس باز کا معلم خود بادشاہ ہو، وہ شیر نر کے سوا دوسرے معمولی جانور کا شکار نہیں کرتا:

کی گیرد باز شہ جز شیر نر

ترجمہ... "شاہی باز شیر کے سوا شکار نہیں کرتا۔"

اسی طرح عالم باللہ کی مقرب و پاک روح کا شکار معنوی ہے، بجز اللہ تعالیٰ

کے کسی دوا کی طرف رُخ نہیں کرتی:

بسودائے جاناں زجاں مشتغل
بذکرِ حبیب از جہاں مشتغل

ترجمہ... ''محبوب کی محبت میں اپنی جان سے بے خبر، حبیب کے ذکر میں جہان سے بے خبر۔''

عالم باللہ اس منعم حقیقی کے ایسے حوالے ہو جاتے ہیں کہ نعمتوں کی طرف سے التفات جاتا رہتا ہے، صرف ذاتِ منعم پر ٹکٹکی باندھے ہوئے ہوتے ہیں:

بیادِ حق از خلق بگریختہ
چناں مست ساقی کہ مے ریختہ

ترجمہ... ''حق کی یاد میں مخلوق سے بھاگا ہوا، ساقی ایسا مست ہوا کہ شراب گرادی۔''

تو و طوبیٰ و ما و قامتِ یار
فکر ہر کس بقدرِ ہمت اوست

ترجمہ... ''تو اور طوبیٰ، اور ہم اور قامتِ یار، ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے۔''

یعنی عارف شیرازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اے زاہد! تو اور طوبیٰ، یعنی تو جنت کی نعمتوں میں مست رہ، اور میں اور قامتِ یار، یعنی میں محبوبِ حقیقی کی ذات پاک پر قربان ہوں، اور ہر شخص کی بلندیٔ فکر کا مدار، اس کی ہمت کی مقدار پر ہے۔

مقربین کا بہشت طلب کرنا، عرض و دعا اس لئے ہوتی ہے کہ بہشت میں زیارتِ محبوب ہے۔ یہاں ایک شبہ کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو بہشت کی ترغیب دیتے ہیں، اور یہ تقریر اس کے خلاف ہے۔ اس کے جواب میں یہ لکھا گیا ہے:

گر نبودے ذات حق اندر بہشت

بر کنند مستاں حضرت قصر جنت خشت خشت

ترجمہ... "اگر جنت میں ذات حق نہ ہوتی تو عاشق

جنت کی ایک ایک اینٹ اکھاڑ دیتے۔"

رب رحمٰن و رحیم کی زیارت اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و حضوری بھی بہشت میں ہے لہٰذا بہشت بھی مقصود و مطلوب ہے۔

صحیح علم کی تعریف:

علم صحیح کی تعریف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچادے، کیونکہ

علم کز حق راہ ننماید جہالت است

یعنی جو علم حق تعالیٰ تک نہ پہنچائے وہ جہالت ہے، اس کا نام صنعت و حرفت ہے، اس لئے جس علم سے خشیت الٰہی پیدا نہ ہو، وہ حقیقت میں علم ہی نہیں، اس لئے کہ: "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" (فاطر ۲۸) (یعنی) اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی کو خشیت و خوف ہوتا ہے، جس سے وہ گناہوں اور نافرمانیوں سے بچتے ہیں اور تعمیل فرمان پر کمر باندھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں جہان کی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو خیر کثیر نہیں فرمایا مگر دین کی فہم کو خیر کثیر فرمایا ہے، قرآن کریم میں ارشاد باری ہے

"وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا"

(البقرۃ ۲۶۹)

ترجمہ... "جس کو دین کی سمجھ دی گئی ہے اس کو خیر کثیر دی گئی ہے۔"

"خیر" اسم تفضیل ہے، جس سے علم دین کا تمام نعمتوں سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے، خشیت و خوف الٰہی علم حقیقی کی ایک لازمی صفت ہے، اگر خشیت نہیں ہے جس سے تعمیل فرمان ہو اور نافرمانی سے بچے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں علم نہیں اور اسے جاننے والا عالم نہیں:

صد ہزاراں فضل دارد از علوم
جان خود را می نداند ایں فضول

ترجمہ:... "(یہ مقام) علوم سے لاکھ درجے فضیلت رکھتا ہے، صاحب فضل اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔"

یعنی یہ ظالم اپنی جان سے غافل ہے، انوار علوم اس کو نصیب نہیں ہیں:

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب
حافظ علم است او کہ نے حبیب

ترجمہ:... "بہت سے عالم سمجھ سے بے بہرہ، وہ صرف علم کے حافظ ہیں، حقائق کو جاننے والے نہیں ہیں۔"

یعنی یہ عالم صرف کتاب کے نقوشِ ظاہری کے حافظ ہیں، حبیب (ان کے حقائق کو جاننے والے) نہیں ہیں، اس لئے علم کے انوار و معارف سے فیضیاب نہیں ہیں۔

تمام علوم کا حاصل:

تمام علوم کا حاصل و نچوڑ یہ ہے کہ عاقبت بالخیر ہوجائے اور آخرت کی زندگی درست ہوجائے۔

جان جملہ علمہا ایں است و ایں
کہ بدانم من کیم در یوم دیں

یعنی تمام علوم کی جان و روح یہ ہے کہ آدمی اپنے متعلق یہ جان لے کہ ہم آخرت کے بازار میں کس بھاؤ بکیں گے؟ دنیا والوں کی ''واہ! واہ!'' سے کچھ کام نہیں چلے گا، آخرت کا معاملہ تو اللہ میاں سے ہے، وہ سب کچھ جانتا ہے، تیرے ظاہر کو بھی جانتا ہے، اور تیرے باطن کو بھی جانتا ہے۔

علوم و معارف کے حصول کا طریقہ:

علوم اور معارف وہبیہ کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً غیر مقصود امور سے دل کو خالی کرو، پھر کسی مرد کامل کے سامنے پامال ہو جاؤ۔

''پیش مرد کاملے پامال شو'' وہ مرد کامل تمہارے تمام ناز، پندار و خود بینی کی رگوں کو پامال کرنے کی سعی کرے گا، جس سے تمام حجابات ظلمانیہ جو قلب میں حق تعالیٰ شانہ کے نفحات کرم اور فیوض غیبیہ کے مشاہدے سے مانع ہو رہے تھے، دور ہو جائیں گے، اور قلب کے دریچۂ باطنی سے ایسے علوم و معارف عطا ہوں گے جو تم کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیں گے، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد آفاق رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ شعر پڑھے تھے:

اے شہ آفاق شیریں داستاں
باز گو از بے نشاں من نشاں

ترجمہ... ''اے تمام جہان کے بادشاہ، میٹھی داستان والے، مجھ بے نشاں کا نشان پھر بیان کر۔''

صرف و نحو و منطقم را سوختی
آتش عشق خدا افروختی

ترجمہ... ''میری صرف، نحو اور منطق کو تو نے جلا دیا، خدا کے عشق کی آگ تو نے روشن کر دی۔''

جب حجابات ظلمانیہ مرتفع ہوجائیں گے تو غیر مقصود سے دل خالی ہوجائے گا، انشاء اللہ بفضلہ:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی
اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی!

عارف باللہ کی شان:

عارف باللہ کی شان قلم بیان نہیں کرسکتا، عارف باللہ کی تنہا ذات لاکھوں انسانوں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے:

ہاں ہاں ایں دلق پوشاں من اند
صد ہزار اندر ہزاراں یک تن اند

ترجمہ… ''خبردار! بے شک یہ میرے گدڑی پوش ہیں، جو لاکھوں میں ایک ہیں۔''

یعنی یہ گدڑی پوش ہمارے خاص بندے ہیں، میرے تعلق خاص کی برکت سے ان کا ایک تن لاکھوں انسانوں میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے:

صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے
صد کمان و تیر درجے ناوکے

ترجمہ… ''ایک میں لاکھوں انسان پوشیدہ ہیں، (جیسا کہ) ایک چھوٹی سی کشتی میں سو کمان و تیر پڑے ہیں۔''

معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے:

معرفت سے محبت پیدا ہوتی ہے، جس قدر محبوب کے جمال، کمال، نوال اور جلال کی پہچان و شناخت بڑھتی جائے گی، اسی قدر محبت بڑھتی جائے گی۔

محبت کا مدار یہ جذب محبوب ہوتا ہے، عاشق بے چارہ شغل بے انتہا پر فریفتہ وسراسیمہ ہو کر جان و مال سب کچھ قربان کرتا ہے، بھلا جس کے جمال لازوال، بے مثال و بے حد کے سامنے سورج اور چودھویں کے چاند کو سمندر سے قطرہ کی سی نسبت بھی بے جا ہو۔ اس کے حسن کا تصور دل و دماغ میں کیسے سمائے.

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

ترجمہ: "مولیٰ کا عشق لیلیٰ سے کم کب ہے؟ اس کے
لئے گلی میں پھرنا بہتر ہے۔"

یا عشق کا مدار کمال محبوب ہوتا ہے، پھر کمال تین قسم پر ہے. ذاتی، صفاتی اور افعالی، اور صفات بھی دو قسم پر ہیں:

صفات ثبوتی، جیسے: قدیر، علیم، حکیم، خالق، مالک وغیرہ۔

اور صفات سلبی جیسے "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ." اس کی اولاد نہیں، اور اس کے ماں باپ نہیں، اور اس کا ہمتا نہیں، تو وہ مخلوق جیسا ہے، نہ مخلوق اس جیسی ہے۔ "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" اور یہ صفات کی حقیقت عقل اور خیال مخلوق سے بلند و بالا ہے

نہ عقلت بکنہ ذاتش رسد
نہ فکرت بغور صفاتش رسد

ترجمہ: "نہ تیری عقل اس کی ذات کی حقیقت میں
پہنچے، نہ تیرا فکر اس کی صفات کی گہرائی میں پہنچے۔"

ہر صفت، مثلاً علم، قدرت، خالقیت، رزاقیت وغیرہ بحر بے کنار و لا انتہائی ہے، اس کی حقیقت کا سمجھنا اور اس کے تمام کا احاطہ انتہائی ہے، جبکہ انسان کی عقل

اور تمام مخلوق کی فکر متناہی ہے، یعنی ایک حد تک ہے، لہٰذا محدود و متناہی بے حد و بے انتہا کا ادراک کیسے کر سکے؟ جب مخلوق اپنے جیسی مخلوق کی کنہ و حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی، تو خالق کی کنہ و حقیقت کو کیسے سمجھے؟

کس نہ داند کنہ یک ذرہ تمام
باز گویم کس نہ داند والسلام

ترجمہ... "کوئی شخص ایک ذرہ کی حقیقت تک نہیں جان سکا، پھر کہتا ہوں کوئی نہیں جان سکا، والسلام۔"

قرآن کریم میں ہے: "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" (انعام:۱۰۳) یعنی دنیا میں ظاہری اور باطنی آنکھ اس کا ادراک کر سکتی اور نہ اس کی حقیقت کو پا سکتی ہے۔

پھر انسان دوسرے پر شیدائی و فدائی یا تو اس کے جمال پر ہوتا ہے یا کمال پر، پس جب کمال ایسا ہے تو اس کی محبت کاملہ بھی ضروری ہے۔ دنیا میں ہر ہنر سیکھنے والا ماہرِ فن کا عاشق ہوتا ہے۔

یا محبت کا مدار نوال محبوب ہوتا ہے، یعنی احسانات محبوب، جب محبوب کے انعام و احسانات بے شمار ہوں اور انسان چونکہ احسان کا غلام ہوتا ہے، اور احسان مند اور نعمت کھانے والے کی اپنے محسن و منعم کے ساتھ محبت رہتی ہے، یہاں تک کہ محسن پر جان و مال قربان کرنا اس کا مقصد حیات ہو جاتا ہے، قرآن کریم میں ہے:

"وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" (النحل:۱۸)

ترجمہ... "اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو، تو شمار نہ کر سکو گے۔"

جب نعمتوں کی انواع و اقسام کا شمار نہیں ہو سکتا، تو افراد و جزئیات کا شمار کیسے ہوگا؟ انسان کا تو وجود بھی اپنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، چنانچہ آنکھ،

صد ہزاراں دفتر اشعار بود
پیش حرف امیش آں عار بود

ترجمہ:۔ ”لاکھوں اشعار کے دفتر تھے، (مگر) اس امی کے کلام کے سامنے وہ ہیچ تھے۔“

نمرود کو مچھر سے ہلاک کیا، اور اصحاب فیل کو چھوٹے چھوٹے پرندوں سے برباد کیا:

اوست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند
عالمے را در دمے ویراں کند

ترجمہ:۔ ”وہ بادشاہ ہے جو چاہے وہ کر سکتا ہے، تمام جہان کو ایک گھڑی میں ویران کر سکتا ہے۔“

جب خداوند کریم ایسی قوت وقدرت کے ہوتے ہوئے بھی گرفت نہیں فرماتے، بلکہ پردہ داری اور عیب پوشی کرتے ہیں، تو مجھ جیسے مجرم کو ستار وغفار سے محبت کیسے پیدا نہ ہوگی؟

”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى حِلْمِهٖ بَعْدَ عِلْمِهٖ وَعَلٰى عَفْوِهٖ بَعْدَ قُدْرَتِهٖ“

ترجمہ:۔ ”اللہ تعالیٰ کا ہزاروں ہزار شکر ہے کہ ہمارے جرائم کے جاننے کے باوجود حلم کرتا ہے اور قدرت ہونے کے باوجود معاف فرماتا ہے، (ایسی کریم ذات سے محبت کیسے نہ ہو؟)“

فائدہ:۔۔۔ یاد رکھنا چاہئے کہ جمال، کمال، نوال اور جلال جب ہی خوشنما اور باز یب ہوتے ہیں، جب ان اوصاف سے متصف ذات بے عیب، قابلِ

لیلیٰ کی گلی میں جاتا ہے۔"

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کرامؓ، ازواج مطہراتؓ، عرب اور مدینہ منورہ سے بھی محبت ہے، ان کی قدر ومنزلت اور شان بھی دل میں ہے۔

محبت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ محبوب کا دشمن مبغوض ہو جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن، دوست کیسے ہو سکے؟ اور اللہ تعالیٰ کے دشمن یعنی مشرک کے ساتھ یاری دوستی کیسے ہو؟

محبت کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ محبت وعزت سے طاعت محبوب آجاتی ہے، یعنی وہ فرماں برداری آجاتی ہے کہ تعمیل فرمان بیگار کی مانند نہیں ہوتی، اور تعمیل فرمان میں دل سے گرانی نہیں ہوتی، بلکہ عزت، عظمت اور محبوب کی محبت فرمان کی تعمیل پر تنا من کو مجبور کرتی ہیں، بلکہ یہ ہو جاتا ہے کہ اگر محبوب جان کی قربانی قبول کرے تو اس کا بڑا احسان ہے:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

یا شب محبت، اطاعت کو آسان کر دیتی ہے، اور اطاعت بھی درحقیقت وہی ہے جو محبت کے ساتھ ہو، گو اللہ تعالیٰ ایسا رحمٰن ورحیم ہے کہ اگر بغیر محبت کے نماز پڑھے اور فرائض، واجبات اور سنن کو پورے طور سے ادا کرے تو وہ بھی قبول کر لیتا ہے۔

محبت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے:

محبت رکھنے کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس کی ذات کو فنا ہے، نہ اس کی صفات کو اور نہ اس کے احکام کو فنا ہے۔

فانی سے کیا محبت رکھنا؟

یہ چمن یونہی رہے گا اور ہزاروں جانور
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، کعبہ مکرمہ، قرآن مجید اور نیکوکاروں سے محبت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، کیونکہ: "هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ" اوّل، آخر، ظاہر، باطن وہی اللہ ہی ہے۔

محبت ومعرفت کے آثار ولوازم:

محبت کے آثار ولوازم بہت سے ہیں، ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے پیش خدمت ہیں:

محبت کی پہلی علامت:

محبت کی پہلی علامت یہ ہے کہ محب، محبوب کی یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اپنی بندگی و ذلت کو بصیرت قلب سے مشاہدہ کیا کرتا ہے۔ اعمالِ حسنہ کے صدور و مناجات الٰہی انعام سمجھتا ہے، اپنی خستگی اور ہستی کے آثار و صفات کی طرف التفات کرنے سے شرماتا ہے:

کیمیں چہ بدکارم کہ بندہ نیستم
لیکن چرا پیشت ہستی ہستم

ترجمہ...."میں اس قدر بدکار ہوں کہ جملہ مخلوق سے
میری مثل کوئی نہیں، پھر تیرے سامنے میں کیسے ہستی ہو سکتا ہوں؟"

فائدہ... حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار مرشد پاک حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا، فقیری کس چیز کا نام ہے؟

فرمایا قشیری تمام تر اپنے کو مٹا دینے کا! اس بات کو سن کر شیخ صاحب پر گریہ طاری ہوگیا۔ (کذا فی معرفت الٰہیہ)

منتہائے سیر سالک شد فنا
نیستی از خود بود عین البقا

ترجمہ: "سالک کی منتہائے سیر فنا ہونا ہے اپنے
وجود سے فنا عین بقا ہے"

اپنے کو مٹا دینے کا مطلب:

اپنے آپ کو مٹا دینے کا یہ مطلب نہیں کہ خودکشی کرے، بلکہ یہ ہے کہ اپنے تمام ارادوں، خواہشات اور مرضیات کو ارادۂ الٰہی کا غلام اور تابع بنا لیا جائے اور اس کیفیت سے کہ دل میں اس کے خلاف کا کوئی شائبہ اور تقاضا تک نہ رہے۔ مثلاً اگر چیونٹی کو جتنے ملنے کے بعد بجائے قلبی درد کے مقدار آتا ہو تو بھی یہ عین صواب تصور کرے، اس کے خلاف کا تقاضا، شائبہ بھی نہ رہے، اسی کا نام فنائیت اور معرفت الٰہیہ ہے۔ حاصل اللہ یہی ہے کہ یہ دولت بغیر کسی پیر کامل کی صحبت کے میسر نہیں آتی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو یہ دولت فیض نبی کی صحبت سے نصیب ہوئی تھی۔

نفس نتواں کشت الا ظل پیر
دامن آں نفس کش را سخت گیر

ترجمہ: "نفس کو نہیں مار سکتا مگر شیخ کا سایہ، اس نفس
کو مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ۔"

"مرنے سے پہلے مرنے" کا مطلب:

"موتوا قبل ان تموتوا" مرنے سے پہلے مر جاؤ، کا بھی یہی مطلب ہے کہ

جیسے ہی اپنی مرضیات نفسانیہ کو مرضیات الٰہی کا غلام بنا دیا جائے، اللہ تعالیٰ کی ہی مرضی بندہ کی خواہشات پر حاکم بن جائے اور بندہ کی مرضی اس کی غلام زرخرید ہو جائے، اپنی خواہشات کو تابع بنانے میں جو تکلیفیں اور ریاضتیں جھیلی جاتی ہیں۔ اس کا نام "مجاہدہ" ہے، اور مجاہدہ سے اصلاحِ نفس کی نعمت حاصل ہوتی ہے، اور اصلاحِ نفس فرض ہے۔

اصلاحِ نفس کی فرضیت:

شامی جلد اوّل کتاب العلم میں ہے کہ رذائل کا دفعیہ اور اخلاقِ حمیدہ، مثلاً اخلاص وشکر وغیرہ کا حاصل کرنا فرضِ عین ہے، اور چونکہ مریض کی رائے بھی مریض و بیمار ہوتی ہے، اس لئے اپنا علاج خود نہیں کر سکتا، کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کرنا فرض ہے، جب اصلاحِ نفس فرض ہے تو جس کے تعلق اور صحبت پر اصلاحِ نفس موقوف ہے، وہ بھی فرض ہے، البتہ مرید ہونا سنت ہے، فرض نہیں، جس کا جی چاہے سنت کی برکت کے لئے مرید بھی ہو جائے۔ (کذا فی معرفت الٰہیہ ص:۲۵۲)

دوسری علامت:

محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ محب اس کے آگے گڑگڑاتا ہے، کیونکہ جس قدر محبوب کی محبت ومعرفت زیادہ ہوتی جائے گی۔ اسی قدر خوف وخشیت بڑھتی جائے گی، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کو تم سب سے زیادہ جاننے والا ہوں، اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں: "اِنِّیْ اَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ وَاَخْشَاکُمْ" جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرماتے تو غلاموں کی طرح بیٹھ کر کھاتے، "اٰکُلُ کَمَا یَاْکُلُ الْعَبْدُ" (ابن سعد ج:۱ ص:۹۵)۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کے انعام کا اظہار فرمایا تو اپنی عبدیت کا اظہار پہلے کیا، اور فرمایا:

"اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول ہیں، "عَبْدُهٗ" کو پہلے فرما کر امت کو تعلیم دی کہ تمام کمالات امت (جیسے: ابدال، قطب، اوتاد، غوث، مجدد وغیرہ) کا مدار عبدیت پر ہے، عبدیت کے دریائے بے کنار سے جس کو جس قدر حصہ ملتا جائے گا، قرب الٰہی اسی قدر آتا جائے گا اور درجات بڑھتے جائیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں میں نماز میں قرآن مجید اس قدر پڑھتے کہ پاؤں مبارک سوج جاتے، پھر بھی فرماتے کہ: "مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ" اے اللہ! آپ کی عظمت وجلالت کے شایان شان عبادت نہ ہوسکی، اور اس پر استغفار کرتے۔

تیسری علامت:

محبت ومعرفت کی تیسری علامت یہ ہے کہ دو رقیبن صرف اللہ تعالیٰ کے طالب ہوتے ہیں: "خدایا از تو ترا خواہم" اے میرے خدا! تجھ سے تجھ ہی کو مانگتا ہوں۔

حکایت:

مثنوی میں ہے کہ ایاز کے قرب پر ارکین سلطنت کو حسد ہونے لگا، رفتہ رفتہ یہ خبر سلطان محمود غزنوی کو ہوئی، اس نے ایاز کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے بہت سے بیش قیمت موتی وجواہرات بکھیر دیئے اور اعلان کیا کہ جو شخص جس چیز پر ہاتھ رکھ دے وہ اسی کی ہے، ارکین سلطنت میں سے ہر ایک نے اپنے خیال کے مطابق ان جواہرات وغیرہ پر ہاتھ رکھ دیئے، دوسری طرف ایاز اٹھا اور بادشاہ محمود کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا، اور عرض کیا کہ: میں تو صرف آپ کو چاہتا ہوں، جب بادشاہ میرا ہوگیا تو سب کچھ میرا ہوگیا، یہ ہے عقل کامل!

جملہ عالم را بخشی وہ کہ مارا دوست بس

ترجمہ:... "سارا جہاں میرے دشمن کو دے دے مجھے

تو بس میرا دوست ہی کافی ہے۔"

چوتھی علامت:

محبت کی چوتھی علامت یہ ہے کہ محب ہر وقت، ہر حال میں اور ہر جگہ محبوب کو کثرت سے یاد کرتا ہے، کیونکہ: "من احب شیئا اکثر ذکرہ" یعنی جس شی کے ساتھ کوئی محبت رکھتا ہے، اس کو کثرت سے یاد کرتا ہے:

دائم ہمہ جا با ہمہ حال در ہمہ کار

دار نہفتہ دل جانب یار

ترجمہ:... "ہمیشہ ہر جگہ، ہر حال میں، ہر کام میں دل پوشیدہ کو یار کی طرف متوجہ رکھ۔"

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے کہ:

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ" (ترمذی ج ۲ ص [illegible])

یعنی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔

پانچویں علامت:

محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ محب، محبوب کے لئے متواضع رہتا ہے، تواضع کا معنی گرا دینے کے ہیں، اور گرانا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اپنی خواہشات کو پست کر دیتا ہے، اپنے آپ کو سب سے کمتر اور حقیر سمجھتا ہے، اور دوسروں کو اپنے سے اچھا سمجھتا ہے۔

اور "من تواضع للہ رفعہ اللہ" جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے کو گراتا ہے، اللہ

رَبِّهِمْ أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ" (ہود:۲۳)

ترجمہ..."بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے

اچھے عمل کئے اور اپنے رب کی طرف جھکے، ایسے لوگ اہل

جنت ہیں۔"

ایمان و عمل صالح کے باوجود بھی وہ "اَخْبَتُوْا" کا مصداق رہتے ہیں، یعنی رب تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور انہیں عظمتِ الٰہی کا استحضار رہتا ہے۔ دُنیا میں بھی اس کا نمونہ موجود ہے کہ جب کسی بڑے حاکم کے سامنے معمولی آدمی کو کھڑا کر دیا جائے تو وہ خوف کے مارے کانپنے لگتا ہے، عجیب سکتہ سا طاری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایمان و عمل صالح کے باوجود بھی محب پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اپنی بندگی و عاجزی کے باعث تواضع، فنائیت اور حیرانی کی ایک عجیب سی کیفیت طاری رہتی ہے۔

ساتویں علامت:

محبت کی ساتویں علامت یہ ہے کہ محبت کرنے والا کسی حال میں بھی ہمت ہار کر اپنے محبوب کی طلب کو ترک نہیں کرتا:

دست از طلب ندارم تا کام من برآید

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

ترجمہ..."میں محبوب کی طلب سے باز نہ آؤں گا،

یہاں تک کہ یا وصل جائے یا جان تن سے جدا ہو جائے۔"

آٹھویں علامت:

محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ محب، محبوب کی ہر ادا سے خوش اور راضی رہتا ہے۔

ور بکشی فدائے تو ور بہ بخشی عطائے تو

ہر چہ کنی رضائے تو جاں شدہ مبتلائے تو

ترجمہ: ”اگر تو قتل کرے تو تجھ پر فدا، اور اگر تو بخش دے تیری عطا ہے، جو کچھ کرے (مقصود) تیری رضا ہے۔ جان تو تجھ پر قربان ہے۔“

تو بہر نوعے کہ خواہی زخمش

تو نہ دانی بجز نوعے زخمش

محبوب کی محبت و معرفت سے جو بلندی اور فنائیت و صمدانیت کی شان پیدا ہوتی ہے وہ غیر عارف کو کہاں میسر آسکتی ہے؟ یہ نعمت بجز خدمت اہل اللہ کے مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

نویں علامت:

محبت کی نویں علامت یہ ہے کہ دین جس قدر محبت سے مضبوط ہوتا ہے، اس قدر دلائل سے مضبوط نہیں ہوتا، بلا محبت کے یہ چیز ذرا ذرا سی بات میں شک و شبہ، محبوب کی جھڑک، اور بے پروائی وغیرہ سے ٹوٹ جاتی ہے۔ دوسری طرف محبت والا جان تو دے دیتا ہے، مگر وہاں کسی شبہ و شک کی رسائی نہیں ہوتی، بلکہ الٹی اس جھڑک سے اور محبت بڑھتی ہے

میں ہوں اور حسرتِ اس در کی جبیں سائی ہے

سر زاہد نہیں یہ سر، سر سودائی ہے

ایک جھڑکی اب کہاں پھرتا ہے دل

ہو چکی اب تو محبت ہو چکی

حضرت خواجہ عزیز الحسن مرحوم کو مرشد پاک حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

جھڑکا اور حکم فرمایا کہ مجلس میں شرکت کی اجازت نہیں ہے، خواجہ صاحب عاشق زار

تھے، ایک شعر میں اپنی محبت کا اظہار فرمایا۔

ادھر وہ در نہ کھولیں گے، ادھر میں در نہ چھوڑوں گا

حکومت اپنی اپنی ہے، کہیں ان کی، کہیں میری

دسویں علامت:

محبت کی دسویں علامت یہ ہے کہ محبت کو حق تعالیٰ سے ایسا رابطہ قائم ہو جاتا

ہے کہ اس کو سارے جہان سے بے پروا کر دیتا ہے، اور بے پروائی کا یہ مطلب نہیں

ہے کہ بد اخلاقی کرتے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ ان کے قلب میں کسی مخلوق سے ہراس اور

طمع کا تعلق نہیں ہوتا۔

موحد چہ در پائے ریزی زرش

چہ فولاد ہندی نہی بر سرش

امید و ہراسش نباشد ز کس

ہمیں است بنیاد توحید و بس

ترجمہ: ”موحد کے قدموں میں خواہ سونا ڈال دو یا

ہندی تلوار اس کے سر پر رکھو، اس کو (اللہ کے سوا) کسی سے امید

و خوف نہیں ہوتا، توحید کی بنیاد صرف یہی ہے اور بس۔“

روبہے کہ ہست اورا شیر پشت

بشکند کلہ پلنگاں بہ مشت

ترجمہ: ”جس لومڑی کو شیر کی پشت پناہی حاصل ہو،

وہ چیونٹوں کی جماعت کو تنکے سے توڑ دیتی ہے۔"

گیارہویں علامت:

محبت کی گیارہویں علامت یہ ہے کہ محب ہمت وحوصلہ میں عام انسانوں سے ممتاز ہو جاتا ہے، اس کی روحانیت میں قوت آجاتی ہے:

ضعف قطب ورتن بود و در روح نے
ضعف در کشتی بود در نوح نے

ترجمہ:... "قطب کو ضعف بدن میں ہوتا ہے، اور روح میں نہیں ہوتا، ضعف کشتی میں ہے، (حضرت) نوح (علیہ السلام) میں نہیں۔"

حضرت غوث پاک جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو شاہ سنجر نے عریضہ لکھا کہ: حضرت! آپ کی خانقاہ کا خرچ زیادہ ہے، اگر اجازت ہو تو میں آپ کے لئے ملک نیمروز وقف کردوں؟ جواب میں فرمایا:

چوں چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد
گر در دلم بود ہوس ملک سنجرم
آنگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

ترجمہ:... "سنجر کی چھتری کی طرح میرا بخت بھی سیاہ ہو، اگر میرے دل میں ملک سنجر کی خواہش ہو۔ میں نے جب سے ملک نیم شب کی خبر پائی ہے، ملک نیمروز کو ایک جو کے بدلے میں بھی نہیں لینا چاہتا۔"

یہ سب استغنا اور اللہ والوں کا دل! یہ چند علامات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں، مگر قبول اللہ کرے تو زہے عز و شرف!

دین کے دو جزو:

یاد رکھنا چاہئے کہ دین دو اجزا کا مجموعہ ہے: علم نبوت اور نور نبوت۔

علم نبوت:... جس کو طلبہ و علماء پڑھتے ہیں۔

نور نبوت:... وہ فیض صحبت سے نصیب ہوتا ہے، علم نبوت کے نقوش تو کتابوں سے لئے جا سکتے ہیں، لیکن انوار نبوت کا محل کاغذ نہیں، بلکہ قلب مومن ہے، علوم نبوت کتابوں سے منتقل ہوتے آرہے ہیں، اور انوار نبوت سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتے آرہے ہیں:

جو آگ کی خاصیت، وہ عشق کی خاصیت
اک خانہ بخانہ ہے، اک سینہ بہ سینہ ہے
نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا!

نور نبوت حاصل کرنے کا طریقہ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"طلبا کو چاہئے کہ جب مدارس سے فارغ ہوں تو کم از کم چھ ماہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ لیں، تاکہ جو کچھ مدرسے میں حاصل کیا ہے اس پر عمل کرنے کی ہمت و قوت قلب میں پیدا ہو جائے، دین فقط کتابوں کے نقوش کا نام نہیں۔"

(انفاس معرفت الہیہ)

نہیں سیکھا انھوں نے رہ رہ کر شیخ کے گھر میں
ملے کا لج کے چکر میں، مرے صاحب کے دفتر میں

محبت پیدا کرنے کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ مولانا محمد شیر خان صاحب سے پوچھا کہ:

"حضرت! حق تعالیٰ کی محبت کیسے پیدا ہوتی ہے؟ فرمایا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو ملو! کچھ دیر کے بعد فرمایا: ابھی اور ملو! پھر دریافت فرمایا کہ اس رگڑ سے کچھ گرمی پیدا ہوئی؟ حضرت نے فرمایا: جی ہاں! تو ارشاد فرمایا: اسی طرح کثرتِ ذکر اور تکرارِ ذکر کی رگڑ سے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔"

ترقی باطنی کیا چیز ہے؟

کام میں لگا رہنا ہی ایک دن مقصود تک پہنچا دیتا ہے، شروع میں خواہ کچھ ترقی معلوم نہ ہو، کچھ نفع معلوم نہ ہو، لیکن یقین رکھے کہ نفع ہو رہا ہے، عدمِ احساس، عدمِ نفع کو مستلزم نہیں، بچہ ہر روز نشو و نما میں کچھ نہ کچھ ترقی کرتا ہے، لیکن اس کی روزمرہ ترقی کا احساس نہ خود اس بچے کو ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو، کچھ دن بعد ہر ایک کو نشو و نما کا پتہ چل جاتا ہے، کچھ دن بعد ذاکر کو اپنے اندر طاعت کی طرف رغبت اور معاصی سے نفرت محسوس ہونے لگتی ہے، اسی کا نام ترقی باطنی ہے۔

انسان کا اپنے ظاہر اور باطن کو شریعت کے مطابق بنانے کی فکر میں لگ جانا ہی اصل ترقی اور کامیابی ہے، کیونکہ کامیابی اور ترقی کا مدار اتباعِ سنت پر ہے، جو امر اختیاری ہے۔

کشف و کرامت وغیرہ محمود ہیں، مقصود نہیں:

کشف و کرامت، وجد و استغراق وغیرہ محمود ہیں، مقصود نہیں، اُمورِ مذکورہ بالا اور پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا وغیرہ، جوگیوں اور فاسقوں کو بھی ریاضت سے حاصل ہو جاتے ہیں، بلکہ کشف قبور یعنی قبور کا عذاب جانوروں پر بھی منکشف ہو جاتا ہے، کما فی الحدیث، ہوا میں مکھی بھی اُڑتی ہے، پانی پر تنکا بھی تیرتا ہے، ان باتوں کو بندگی سے کیا تعلق؟ بندوں سے اطاعت اور بندگی کا مطالبہ ہے، اور بندگی کا وہی ثبوت پسند ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے، اپنی تمام حرکات و سکنات اور جذبات و کیفیات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقشِ قدم کے تابع کر دینا، یہی سچی غلامی اور سچی بندگی ہے۔ اتباعِ سنت کے ساتھ اگر کشف و کرامت وغیرہ عطا ہوں تو وہ بھی اتباعِ سنت کی برکت سے محمود ہیں، مگر مقصود نہیں، اگر یہ چیزیں ہوں مگر اتباعِ سنت نہ ہو، تو کچھ بھی حاصل نہیں، لیکن اگر یہ سب چیزیں کرامت و کشف وغیرہ نہ ہوں، تو قربِ خداوندی میں اور آخرت کی سعادت میں ذرا بھر نقص نہیں، فافہم وتشکر!

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین ہیں، اور حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کا خیر الامم ہونا اتباعِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے:

گنہگارم ولیکن خوش نصیبم
بریں نازم کہ ہستم اُمتِ تو

ترجمہ:... "میں گنہگار ہوں لیکن خوش نصیب ہوں،
مجھے اس بات پر ناز ہے کہ تیری اُمت میں سے ہوں۔"

اسوۂ حسنہ کیسے حاصل ہو؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پہ چلنا کیسے معلوم ہو؟ اگر سالک ہر خوشی، غمی، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت وغیرہ میں علمائے حق کی ہدایات پر عمل کرلے، خاندان اور برادری سے بے خوف ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ حاصل ہوجائے گا، یہ احکام ظاہری میں اسوۂ نبوت کے نقش قدم پہ چلنے کا طریقہ ہے، اور احکام باطنی، مثلاً: تواضع، شکر، رضا بالقضا، صبر، اخلاص وغیرہ کسی اللہ والے مخلص بندے سے حاصل کرے۔

شیخ نورانی ز رہ آگہ کند

نور را با لفظہا ہمرہ کند

ترجمہ...''نورانی شیخ راستے سے آگاہ کرتا ہے، نور کو لفظوں سمیت ہمراہ کرتا ہے۔''

شیخ اپنے قلب کے نور کو اپنے الفاظ کے ہمراہ کرتا ہے، جس سے اثر بھی زیادہ ہوتا ہے۔

اللہ والوں کی باتوں میں زیادہ اثر ہونے کا نکتہ:

اللہ والوں کی باتوں میں زیادہ اثر ہونے کا نکتہ یہ ہے کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، وہ دیکھ کر کہتے ہیں، کیونکہ وہ خود راستہ طے کرچکے ہیں، ان کے یقین کا اثر ان کی گفتگو میں ہوتا ہے، محقق اور غیر محقق میں یہی فرق ہے، ایک مکہ مکرمہ کی زیارت کرکے اس کے راستوں سے کسی کو آگاہ کررہا ہے، اور ایک جغرافیہ دیکھ کر بتلا رہا ہے، پہلے کے لب و لہجے اور گفتگو سے سننے والے کو اطمینان ہورہا ہے، اور دوسرے کی لمبی تقریر سے

دوم ۔۔۔ دوسرے وہ ہیں جو غلبۂ حال سے معذور ہیں، ان سے احیاناً بعض
اقوال و افعال ایسے نکلتے ہیں جو عقل و نقل کے خلاف ہوتے ہیں، حق تعالیٰ کے نزدیک
وہ معذور ہیں، مگر نام نہاد بزرگ اور اہلِ ہویٰ ان کی آڑ میں نفس پروری کا راستہ نکال
لیتے ہیں، اور علماء کی نکیر پر جواب دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ تو یہ کرتے تھے۔

ایسے مجذوب و مغلوب لوگ قابلِ تقلید نہیں ہوتے، اگر حق میں مغلوب الحال
ہیں، تو وہ نکیر و انکار کے قابل بھی نہیں، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا جائے،
ایسے مجذوب، سالک ارشادی کے سامنے بے عقل بچے کی مانند ہے، بے عقل بچہ کسی
باپ کی داڑھی بھی پکڑ لیتا ہے، مگر اس کو کچھ نہیں کہا جاتا، لیکن اگر بالغ عقل مند ایسا
کرے تو اس پر جوتے پڑتے ہیں، پس سلوک و تربیت کا کام بالتعیین یعنی ارشادی بزرگ و
علمائے ربانیین سے لیا جاتا ہے، ان مغلوب الحال لوگوں سے اکثر کشف و کرامات بھی
ظاہر ہو جاتی ہیں، عوام اس پر فریفتہ ہو کر انہیں علمائے ربانیین پر ترجیح دیتے ہیں، یہ ان
کی بدفہمی ہے، اور بعض نام کے عالم بھی ان کے ہمراہ ہوتے ہیں، یہ ان کی جہالت
ہے، عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

در تغالب جو کہ تا غالب شوی
یار مغلوباں مشو ہیں اے غوی

ترجمہ: ۔۔۔ ”غالب دوست ڈھونڈو کہ تو غالب رہے،
دیکھ! عاجزوں کا ساتھی نہ بن، اے گمراہ۔“

حضرت منصورؒ اور علمائے وقت:

یاد رکھنا چاہیے کہ علماء نے حضرت منصورؒ (حسین بن منصور حلاج) پر کفر کا
فتویٰ نہیں دیا، یہ بالکل غلط مشہور ہے، بات یہ ہے کہ وزیر کو حضرت منصورؒ سے عداوت

ہوئی تھی، اس نے فرضی استفتاء علماء کے پاس بھیج کر فتویٰ لیا۔ چونکہ علماء کے ذمہ تحقیق حال نہیں ہے، جو کچھ استفتاء پر تھا، اس کا جواب لکھ دیا۔ علماء کو کیا معلوم کہ کس کے لئے یہ استفتاء طلب کیا گیا ہے؟ مثنوی کے شعر سے بھی یہی اشارہ ہے:

چوں قلم در دست غدارے رسید
لا جرم منصور بردارے رسید

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہی تحقیق ہے۔

(کذا فی معارف ادبیہ)

شیخ کی ضرورت:

صحبت شیخ کے بغیر کام کرنے کے بہت سے مہلکات ہیں، چنانچہ جس نے شیخ کامل کی صحبت کے بغیر اپنی رائے سے ذکر شروع کیا، وہ عجب اور تکبر سے ہلاک ہوا۔

نیز ذکر میں بعض اوقات لذت و کیفیت محسوس ہوتی ہے اور بغیر مرشد کے بھی بعض احوال وارد ہو جاتے ہیں، لہٰذا جو اسی کو مقصود سمجھ کر اس میں مستغرق ہو گیا، وہ مقصود سے رہ گیا اور ہلاک ہو گیا۔

اور کسی کے ہاتھ پر کرامت ظاہر ہو گئی، اس کی دعاء، دم درود اور تعویذ سے شفا ہوئی، یا کسی کو کچھ نظر آ گیا، مقدمہ فتح ہوا، یا مطلب پورا ہوا اور اس نے اپنے کو ولی اللہ سمجھ لیا اور ناز میں آیا، تو ہلاک ہوا۔

بعض نے لذت ذکر کے باعث ذکر کو بڑھایا، دل و دماغ پر زور پڑا، نیند ختم ہوئی، اختلاط کی بیماری لگ گئی، رفتہ رفتہ پاگل ہو گیا، لوگ اس کو مجذوب سمجھے گئے، پاگل ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ ہو گیا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بعض لوگوں کا خط آیا کہ: حضرت! نیند کم آتی ہے اور ذکر کے وقت روشنی نظر آتی

ہے۔ فرمایا کہ:

"فوراً ذکر کو ملتوی کرو، اور کسی طبیب سے رجوع کرو، اور ہواخوری کے لئے نکلا کرو!"

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"جو شخص قوت سے زیادہ اوراد اختیار کرتا ہے، وہ گویا اپنے کو اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ کچھ دن کے بعد سب کچھ چھوڑ بیٹھوں گا۔"

یار باید راہ را تنہا مرو
بے قلاوز اندریں صحرا مرو

ترجمہ:... "راہ کے لئے ساتھی چاہئے، اکیلا مت چل، بغیر راہبر کے اس جنگل میں مت چل۔"

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں
ہیچ رہبر چیزے جز سایۂ پیراں

ترجمہ:... "اس خواہش کو نہیں توڑ سکتا جہان میں، رہبر کچھ نہیں سوائے سایۂ پیراں کے۔"

ہویٰ کا معنی خواہشات نفسانی ہیں۔

اہلِ محبت کی صحبت ضروری ہے:

سالک کو اہلِ محبت کی صحبت ضروری ہے، حدیث میں ہے:

"سَائِلِ الْعُلَمَاءَ، وَخَالِطِ الْحُكَمَاءَ، وَجَالِسِ الْكُبَرَاءَ."

(کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۰۱ حدیث ۲۹۳۳۱)

ترجمہ:... "علماء سے (احکامِ دینیہ) پوچھتے رہو، اور
حکماء سے ملتے جلتے رہو، اور بزرگوں کے پاس بیٹھا کرو (کبراء
سے مراد جو عمر میں بڑا یا نیکی میں بڑا ہو)۔"

اس حدیث میں "مخالطہ" کو "سائل" کے مقابلے میں فرمانا، اشارہ ہے کہ
صوفیہ کرامؒ سے استفادہ زیادہ قیل وقال اور کثرتِ سوالات پر موقوف نہیں، بلکہ یہ تو
بلا ضرورتِ شدیدہ اکثر مضر ہو جاتا ہے، کما یعرفہ اھل الطریق!

نیز اس میں اشارہ ہے کہ صوفیہ کرامؒ سے زیادہ تعلق کی ضرورت ہے، کیونکہ
مخالطت بدوں تکرارِ آمد ورفت وکثرتِ لزوم کے مستحق نہیں ہوتی۔

نیز اہل اللہ کی صحبت میں ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کی طرف
نظر کر لیتے ہیں، تو وہ با سعادت ہو جاتا ہے: (التشرف ص:۱۲)

مہر پاکاں درمیاں جاں نشاں
دل مدہ الا بمہرِ دل خوشاں

ترجمہ:... "پاک لوگوں کی محبت جان کا نشان ہے،
خوش دل لوگوں کے علاوہ کسی کو دل مت دے۔"

من غلام آنکہ نہ فروشد وجود
جز بآں سلطاں بافضال وجود

ترجمہ:... "میں اس کا غلام ہوں جو وجود کو فروخت نہیں
کرتا، سوائے سلطان کے فضل وبخشش کے۔"

میں اس مقدس وجود کا غلام ہوں، جو دُنیا و مافیہا کے لئے اپنا وجود فروخت
نہیں کرتا، بلکہ اپنا وجود صرف اس سلطان بافضال (خداوند کریم) کے لئے فروخت
کرتا ہے۔

شیخ کی محبت عین محبتِ حق ہے:

شیخ کامل کی محبت عین محبت حق ہے۔ شیخ کامل وہی ہوتا ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتا ہے۔ جس کے ارادے اللہ تعالیٰ کے ارادے میں فنا ہو چکے ہوں، اس میں انانیت وخودی نہیں ہوتی، تسلیم، تفویض، مال اور جان کی قربانی اس کا عین مقصد ہوتا ہے۔ ایسے شخص کی محبت واطاعت، محبت واطاعت حق ہی ہوگی:

مرداں خدا خدا نباشد
لیکن زخدا جدا نباشد

ترجمہ: ”مردان خدا، خدا نہیں ہوتے، لیکن خدا سے جدا نہیں ہوتے۔“

خدمت او خدمت حق کردن است
روز دیدن دیدن آں روزن است

ترجمہ: ”اس کی خدمت، حق کی خدمت کرنا ہے، بروز زیارت کرنا اس کھڑکی کا دیکھنا ہے۔“

فانی فی اللہ کی خدمت، عین خدمت حق ہے، آفتاب دیکھنا، اس دریچے کا دیکھ لینا ہے، اس میں مبتدا مؤخر اور خبر مقدم ہے، یعنی اگر آفتاب سے تاباں دریچے کو دیکھ لیا، تو گویا آفتاب کو دیکھ لیا۔

شیخ کامل کو چشم ابلیس سے مت دیکھو:

شیخ کامل کو چشم ابلیس سے مت دیکھو، ابلیس لعین کی مردودیت کا یہی سبب ہوا تھا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو صرف طین یعنی مٹی کی طرف منسوب کیا،

اور آپ کی زوجہ، جو صاحب حق تھی، آپ کے انوار و تجلیات سے ابھی بے خبر تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے آپ کو افضل سمجھا، اور تکبر میں اس درجہ بڑھا کہ حق تعالیٰ پر اعتراض شروع کر دیا۔ طالب کے لئے واجب ہے کہ مرشد کے سامنے مردہ بید الغسال کی طرح رہے، اس کو شیخ پر کوئی شک نہ آنے پائے، اور اگر کوئی شبہ پیدا ہو تو جلدی سے استفسار کر کے اس شبہ کا ازالہ کر لے، اور اپنی غلطی سمجھے:

پیش رہبر ذلیل ہو جاؤ
تیغ بے اصیل ہو جاؤ
پھر تو حق کی تجلّی ہو جاؤ
مثل اللہ کے خلیل ہو جاؤ

اگر شیخ و مرشد پر اعتقاد کامل، محبت کاملہ، خدمت و ادب کامل اور طویل مدت تک صحبت نصیب ہو جائے تو بفضلہ تعالیٰ ہزار بار حقیقی سعادتیں نصیب ہو جائیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حصول معرفت کے لئے تین شرائط:

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے تین شرائط ہیں:

۱... صحبت اہل اللہ۔
۲... کثرت ذکر اللہ۔
۳... تفکر فی خلق اللہ۔

سب سے اہم اور بنیادی چیز اہل اللہ کی صحبت ہے، صحبت کے بغیر عمر بھر کا مجاہدہ اور ریاضت شیطان ملعون محض اکارت کر دیتا ہے، صحبت یافتہ اکثر شیطانی،

نفسانی داؤ پیچ سے واقف ہوتا ہے اور بفضلہ تعالیٰ بچ جاتا ہے:

کیمیاست عجب بندگی پیر مغاں

خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

ترجمہ... "شیخ کامل کی غلامی عجیب کیمیا ہے، میں اس

کے پاؤں کی دھول ہو گیا، مجھے اتنے درجات دیئے اس نے۔"

نہ کتابوں سے، نہ وعظوں سے، نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

صحبت اہل اللہ سے کثرت ذکر اللہ کی توفیق ہوتی ہے، اور کثرت ذکر اللہ کی برکت سے فکر حرکت کرتی ہے، پھر حق تعالیٰ کی مصنوعات اور مخلوقات میں غور کرتا ہے، اور عالم کا ہر ذرہ، ہر پتہ اس کے لئے معرفت کا دفتر بن جاتا ہے:

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار

ہر ورقے دفتریست از معرفت کردگار

ترجمہ... "اہل عقل کی نظر میں سبز درختوں کے پتوں کا

ہر پتہ، اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک دفتر ہے۔"

ذکر کی نسبت فکر سے زیادہ قرب بڑھتا ہے، مگر فکر میں جلا اور نورانیت ذکر ہی سے پیدا ہوتی ہے، صوفیوں کا مقولہ ہے۔ "اَلْفِکْرُ سَاعَۃً خَیْرٌ مِنْ عِبَادَۃِ سِتِّیْنَ سَنَۃً" ایک گھڑی کا غور و فکر ساٹھ سال عبادت سے بہتر ہے، فکر کی ترغیب قرآن مجید میں بھی ہے۔

عارف فکر سے مراتب طے کرتا ہے:

عارف فکر سے مراتب طے کرتا ہے، اولیاء اللہ جب ذکر سے تھک جاتے

ہیں تو فکر سے قرب کے مراتب طے کرتے ہیں، حتیٰ کہ غور و فکر اور تفکر اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بے ساختہ بول اٹھتے ہیں: "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" پھر سرگوشی، مناجات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے:

خامش اند و نعرۂ تکرار شان
میرود تا عرش و تخت یار شان

ترجمہ:... "وہ خاموش ہیں اور ان کا بار بار کا نعرہ ان کے یار کے عرش اور تخت تک جاتا ہے۔"

یہاں تک کہ معاملہ ضبط سے باہر ہو جاتا ہے:

تا بہ زنجیر ندارد دل دیوانہ ما
(تاکہ ہمارے دیوانے، دل کو زنجیر میں نہ رکھیں)

نور ذکر، پیر کے نور کا جاذب ہوتا ہے:

طالب کا التزامِ ذکر، پیر کے نور کا جاذب ہوتا ہے، کثرتِ ذکر سے طالب کے اندر جو نور، فہم اور معرفت پیدا ہوتی ہے، وہ شیخ کے انوار و معرفت کے لئے جاذب ہوتی ہے، یعنی جذبِ نور کی صلاحیت التزامِ ذکر ہی سے پیدا ہوتی ہے:

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند
نوریاں مر نوریاں را جاذب اند

ترجمہ:... "ناری، ناریوں کے لئے ہی جاذب ہیں، نوری، نوریوں کے لئے ہی جاذب ہیں۔"

سالک کے لئے چند شرائط:

اوّل:... یہ کہ اس کی نیت صحیح ہو، مثلاً: یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے

بیعت ہو رہا ہوں یا اصلاح نفس کے لئے یا سعادت دارین کے لئے یا قرب و دوری مٹانے کے لئے سلوک (یعنی راستہ خدائی) سیکھ رہا ہوں، ان سب کا نتیجہ ایک ہی ہے، یعنی رضائے الٰہی، اور سب صحیح ہیں، گو الفاظ مختلف ہیں۔

دوم:... عزم بالجزم ہو کہ کسی مانع: رکاوٹ اور تکلیف سے نیت میں خلل نہ آئے:

دست از طلب ندارم تا کار من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

ترجمہ: "میں محبوب کی طلب سے باز نہ آؤں گا،
یہاں تک کہ یار مل جائے یا جان تن سے جدا ہو جائے"

سوم:... مجاہدہ مناسب: کہ فارغ وقت کو فارغ نہ رکھے، "فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ" جب فراغت ہو جائے تو (بندگی میں) تکلیف کھینچ۔ اور کام کرتے وقت ہو سکے تو ذکر میں محنت کرے، مثلاً زبانی ذکر، کہ وہ کام کرتے وقت بھی ہو سکتا ہے، یا پاس انفاس ہے، یا ذکر قلبی ہے، اس سے کام میں نقص نہیں آتا، تو ذکر میں ہمت کرے۔

اسی طرح تفکر فی خلق اللہ بھی ہو سکے تو کرے علیٰ ہذا القیاس، اگر کسی آیت کے معانی و مطالب میں کام کرتے وقت غور و فکر کر سکتا ہے تو کرے، وغیر ذالک۔ جس کام کے حصول و وصول میں جستجو نہیں ہوتی، وہ کام نہیں ہوتا:

کارکن کار بگذر از گفتار
کہ درین راہ کار دارد کار

ترجمہ:... "کام کر کام، بات کو چھوڑ، اس راہ میں کام ہی فائدہ مند ہے۔"

قدم باید اندر طریقت نہ دم
ثباتے ندارد دم بے قدم

ترجمہ..."طریقت میں عمل چاہئے نہ کہ بات، بغیر
عمل کے بات کو ثبات نہیں ہوتا۔"

اسی طرح اگر کام کرتے وقت مراقبہ اور محاسبہ کر سکتا ہے تو کرے، ہاتھ کام کی طرف، دل یار کی طرف، جس شخص پر سخت مقدمہ ہوتا ہے، وہ گھر میں کام کاج بھی کیا کرتا ہے اور مقدمہ کے معاملات میں سوچ بچار بھی کیا کرتا ہے، جس کا بچہ سخت بیمار ہوتا ہے، وہ کام بھی کیا کرتا ہے اور دوا سازی وغیرہ بھی سوچا کرتا ہے۔

چہارم:...ماہرِ فن، مجاز از شیخ، امراضِ قلبیہ و علاجات کا واقف کامل شیخ تلاش کرے، اس کی پہچان نہایت آسان ہے کہ خواص امت جس کو اللہ والا کہتے ہیں، اس کا دامن پکڑلو، خواص امت سے مراد اس کے ہم عصر علمائے متقین ہیں، علماء و خواص کا پہچان لینا اور اللہ والا سمجھنا عوام کے لئے اس کے کامل ہونے کے لئے کافی ہے۔

پنجم:...ادب و محبت شیخ ضروری ہے:

ادب تاجیست از لطفِ الٰہی
بنہ برسر برو ہر جا کہ خواہی

ترجمہ..."ادب لطفِ الٰہی کا ایک تاج ہے، سر پر رکھ
اور جہاں چاہے چلا جا۔"

اگر مرشد سے محبت نہ ہو تو بھی فیض سے محروم رہتا ہے، محبت سے حاضر و غائبانہ فیض سے مستفیض ہو سکتا ہے، محبت و ادب والا بعید ہونے کے باوجود بھی درحقیقت قریب ہے، اور بے ادب و بے محبت قریب ہونے کے باوجود بھی دور ہے۔

ششم:... مرشد کو اپنے حالات کی اطلاع دیتا رہے، اور اس کی فرمودہ اصلاح پر کاربند رہے، ورنہ محروم رہے گا۔

ہفتم:... اگر مرشد کی خدمت میں اجازت کے ساتھ رہنا نصیب ہو سکے تو اصل بنیادی چیز یہی ہے:

فقر خواہی آن بصحبت قائم است

نہ زبانت کاری آید نہ دست

ترجمہ:... "فقر چاہتا ہے تو وہ صحبت میں قائم ہے، نہ تیری زبان کام آئے نہ ہاتھ"

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" سچوں کے ساتھ رہو۔ ان کی صحبت کی برکت سے صدق فی الاعمال اور صدق فی الاقوال تمہارے اندر آجائے گا، بفضلہٖ تعالیٰ وکرمہٖ۔

ذکر میں کیفیت کا انتظار نہ کرے:

ذکر میں کیفیت کا انتظار نہیں چاہئے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ: اللہ، اللہ تو کرتا ہوں، لیکن کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا؟ حضرت حاجی صاحبؒ بڑے محقق تھے، ارشاد فرمایا کہ: یہ کیا کم ہے کہ تم اللہ کا نام لیتے ہو؟ یہ توفیق کیا معمولی نعمت ہے؟ جب پہلا اللہ کہنا قبول ہو جاتا ہے، تب دوسری بار اللہ کا نام منہ سے نکلتا ہے:

گفت آں اللہ تو لبیک ماست

آں نیاز و درد و سوزت پیک ماست

ترجمہ:۔۔۔ ’’اس نے ’’اللہ‘‘ کہا تو ہماری ’’لبیک‘‘ ہے،
تیری عاجزی، تیرا درد اور تیرا سوز ہمارا قاصد ہے۔‘‘

ذکر میں نیت خالص کرو:

ذکر و عبادت میں نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کی کرے، جیسے بھی گزر چکا ہے کہ اس نیت کے سوا، جو بھی نیت کرے گا، چاہے کشف و کرامت، انوار و تجلیات وغیرہ کی ہو، گو ظاہراً محمود معلوم ہوں، پھر بھی حجاب ہیں، گو نورانی حجاب ہیں، محققین فرماتے ہیں کہ ہر سالک حجاب ظلمانی، مثلاً: حسد، ریا اور خلافت لینے کے قصد وغیرہ سے ازالہ کی سعی کرتا ہے، مگر حجاب نورانی، مثلاً کشف وغیرہ کو اکثر حاصل کرنا چاہتے ہیں، حاصل ہو جانے کے بعد سمجھتے ہیں کہ اب مجھے ولایت مل گئی، اس کے دفع کرنے کی کوشش کیسے کریں؟ حالانکہ یہ وہ حجاب ہیں جو محبوب سے روک لیتے ہیں:

ز خدا جز خدا چیزے نخواہم
خدایا از تو ترا طلبم

ترجمہ:۔ ’’خدا سے خدا کے سوا کچھ مت چاہو، اے خدا! تجھ سے تجھ ہی کو طلب کرتا ہوں۔‘‘

ریا کے خوف سے عبادت ترک نہ کرے:

ریا کے خوف سے عبادت کا ترک کرنا بھی ریا ہے، غیر عارف بھی ریا کے خوف سے عبادت ہی ترک کرتا ہے، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: ریا کے خوف سے عبادت کا ترک کرنا بھی ریا ہے۔

اخلاص کا طریقہ:

ریا کا تحقق جبھی ہوتا ہے جب مخلوق کی رضا کے لئے عبادت کی نیت کی جائے، جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عبادت شروع کی اور پھر دوسرے کے دیکھنے سے کچھ خیال آرہا ہے کہ عابد سمجھیں گے تو یہ ریا نہیں بلکہ وسوسۂ ریا ہے، اور وسوسۂ ریا مضر نہیں، ہاں! یہ خیال بھی کچھ اچھا نہیں، اس کو دفع کرے کہ اگر مخلوق نے مجھے اچھا سمجھا اور خالق کے نزدیک اچھا نہ نکلا تو مخلوق کے اچھا سمجھنے سے کیا فائدہ ہوگا؟ پس اخلاص کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے عبادت شروع کر دو، پھر بھی ریا کا وسوسہ آئے تو وہ ریا نہیں۔

فنائیت کا دعویٰ خود تکبر ہے:

اپنی فنائیت کا دعویٰ کرنا خود تکبر کی علامت ہے، کسی کو عبادت کا پندار ہوتا ہے کہ میں عابد ہوں، اور کسی کو اس امر کا پندار کہ میں پندار سے نجات پا گیا، بس اب میرے میں کوئی دعویٰ نہیں رہا۔

گفتی بت پندار شکستم رستم
ایں بت کہ تو پندار شکستی باقی است

ترجمہ..... "تو نے کہا: میں نے عجب کا بت توڑ دیا ہے، اب چھوٹ گیا ہوں۔ یہ بت کہ تو نے عجب توڑ دیا ہے، باقی ہے۔"

تحدیث بالنعمۃ مبتدی کے لئے جائز نہیں:

مبتدی کے لئے تحدیث بالنعمۃ جائز نہیں، کیونکہ ابھی اس کے اندر اخلاص کا رسوخ نہیں ہے، پس عادۃً اس کا ریا سے محفوظ رہنا ناممکن ہے، تحدیث بالنعمۃ کا مقام منتہی کا ہے۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوۃ والسلام دائما ابدا علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اے خدا! احسان تو اندر شمار

کی تواں کرد بازبان صد ہزار

ترجمہ:... "اے خدا! تیرے احسان لاکھ زبانوں کے باوجود بھی شمار میں نہیں آسکتے۔"

جان و گوش، چشم و ہوش پا و دست

جملہ از دریائے احسانت پُر است

ترجمہ:... "جان اور کان، آنکھ اور ہوش، ہاتھ اور پاؤں، تمام تیرے دریائے احسان سے پُر ہیں۔"

اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

مسائلِ تصوّف
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہٗ
www.ahlehaq.org
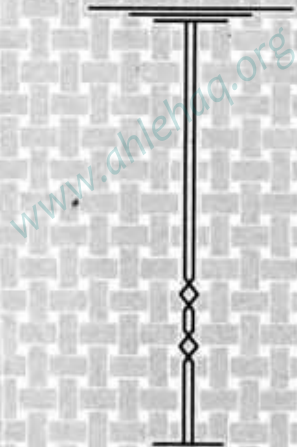
بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى، اَمَّا بَعْدُ!

تعریف کے لائق اللہ تعالیٰ ہے، جو بڑا مالک ہے، وہ اُسی کی طرف دین کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے، اور درود و سلام ہو سب سے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو، جن کے برابر کمالات میں کوئی دوسرا نہیں، اور وہ اس راستے کے بہترین رہبر ہیں، اور آپ کی اولاد، اصحاب اور اُمت پر درود و سلام ہو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اَللّٰهُمَّ اٰمِيْن!

تنبیہ:

جاننا چاہئے کہ اصلاحِ ظاہر و باطن کا ہر کسی کو شوق ہے:

ہمہ کس بمیداں ارادت دارند
ولے گوئے بخشش نہ ہر کس برند

ترجمہ... "تمام لوگ میدان میں ارادہ رکھتے ہیں،
لیکن بخشش کی گیند ہر شخص نہیں لے جاتا"

مگر بوجہ تنگیٔ معاش، بے فرصتی اور لگاتار مصیبتوں کے، نہ مصنف و مرشد کی طرف آ جا سکتے ہیں، نہ کتبِ اخلاق کو دیکھ سکتے ہیں، نہ اُن کو ایسا کوئی مختصر رسالہ ملتا ہے جس کو پڑھ کر اپنی اصلاح کر سکیں، یا اصلاح کے شوق مند ہو جائیں، غلطی سے بچا

جائیں، اور نیکی کی رغبت ہو جائے، اسی ضرورت کی بنا پر ایک چھوٹا سا رسالہ مسائل تصوف میں کتب اسلاف کرام سے ضروری مسائل کو تر پیش خدمت ہے، اللہ تعالیٰ قبول و مقبول فرمائے اور بنائے، لا حول ولا قوۃ الا باللہ!

اِثباتِ ولایت:

مسئلہ:... اثباتِ ولایت میں صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے متعلق سوال کیا، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ کی بندگی اس طور کر کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اور اگر تو اتنا نہیں کر سکتا، تو یہ تو جان لے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔" (مشکوٰۃ ص:۱۱ بحوالہ صحیح بخاری و مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقائد اور اعمالِ صالحہ کے علاوہ کوئی دوسرا کمال بھی ہے، جس کو "احسان" کہتے ہیں، اسی کو ولایت سے تعبیر کرتے ہیں، صوفی جب اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کے سوا کسی چیز کی طرف اس کی توجہ نہیں رہتی، تو اس وقت اس کو ایسی حالت پیدا ہوتی ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، یا یہ کہ خدا تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے، (اس کے سوا اور دلائل بھی بہت سے ہیں)۔

ولایت کیا چیز ہے؟

سوال:... ولایت کیا چیز ہے؟

جواب:... سالک کے قلب میں اکثر و بیشتر تفصیلی یا اجمالی ریاضت و مجاہدہ کے بعد اور گاہے بلا ریاضت کے، قرب و وصول الی اللہ کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے،

اور اس کے بعد محض فضل خداوندی سے اس کے قلب میں بالفعل مطلوب حقیقی کے ساتھ ایک خاص جذبی تعلق پیدا ہو جاتا ہے، اس کو نسبت، سکینہ اور نور سے تعبیر کرتے ہیں، اس نسبت کے پیدا ہو جانے کا نام ولایت، وصول ہے، یہ محبوبیت کا مرتبہ ہے، حدیث میں ہے:

"لا یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتّٰی احببتہ."　(مشکوٰۃ ص ۱۹۷ بحوالہ بخاری)

ترجمہ..."میرا بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔"

اس کو ولایت خاصہ کہتے ہیں۔

اہل سلوک کی اصطلاح میں ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں جس کو یہ نسبت حاصل ہو، اس کے علاوہ دوسری ولایت عامہ ہے، جو ہر مومن کو حاصل ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" [البقرہ:۲۵۷] (اللہ تعالیٰ ولی ہے مومنوں کا)۔ صحیح عقائد ضروریہ (گو تقلیداً ہو) اور ضروری اعمال کی پابندی سے یہ ولایت حاصل ہو جاتی ہے۔

ولایت دو چیزوں پر موقوف ہے:

مسئلہ... ولایت کا مدار صرف دو چیزیں ہیں: ایک ایمان، دوم تقویٰ، سو جس درجے کا ایمان اور تقویٰ حاصل ہوگا، اسی درجے کی ولایت ہوگی، یہ دونوں چیزیں یعنی ایمان کامل اور تقویٰ کامل، نماز، روزہ کی طرح فرض و واجب ہیں، اور ان دونوں کا محل قلب ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ

يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ" (یونس:۶۲،۶۳)

ترجمہ: ..."یاد رکھو! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں، نہ ڈر
ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جو لوگ کہ ایمان لائے اور
ڈرتے رہے۔"

زیادتیٔ قربِ الٰہی پر زیادتیٔ ثواب:

مسئلہ: ... جس قدر قربِ خداوندی بڑھتا جائے گا، اسی قدر اس کی عبادت
کا ثواب زیادہ بڑھتا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

"ایک رات کو ستارے خوب روشن نظر آرہے تھے،
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی ایسا ہوگا جس کی نیکیاں ان
ستاروں کے برابر ہوں؟ فرمایا: ہاں، وہ عمرؓ ہے! میں نے کہا:
ابوبکرؓ کی نیکیاں کس قدر ہیں؟ فرمایا: عمرؓ کی تمام نیکیاں ابوبکرؓ کی
ایک نیکی کے برابر ہیں، رضی اللہ عنہما۔" (مشکوٰۃ ص:۵۶۰)

اس کے باوجود شرافت فی الخلافت اور تمام متعلقات کے ہر دو خلفاء کا
تفاوت صاف ظاہر ہے، پس وہ شخص جو صفات کے مرتبہ میں پہنچ چکا ہو اور دوسرا جو
ابھی دائرہ ظلال میں ہو، ان میں کس قدر تفاوت ہوگا؟

کشف دو قسم پر ہے:

مسئلہ: ... کشف دو قسم پر ہے: ۱:... کشفِ کونی، ۲:... کشفِ الٰہی۔

کشفِ کونی: وہ ہے کہ جو چیزیں نظر سے غائب ہیں، ان میں سے بعض
چیزیں ظاہر ہوجائیں، یا زمانہ ماضی و مستقبل سے بعض چیزیں ظاہر ہوں۔

کشفِ الٰہی: وہ ہے کہ اپنے حال یا سالکین کے حالات اور ان کے قرب

"قطب التکوین" کہلاتا ہے۔ (کذا فی تسہیل قصد السبیل)

الہام:

مسئلہ:... الہام وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صوفی کے دل میں کسی چیز کا علم ڈال دے، کلام ہاتف یعنی کوئی آواز سنائی دے جس سے کسی چیز کا پتا وخبر ہو جائے۔

الہام و وسوسہ میں فرق:

مسئلہ:... الہام و وسوسہ میں فرق یہ ہے کہ الہام سے دل مطمئن ہوتا ہے اور یقین کرتا ہے اور وسوسہ کا دل حلیم انکار کرتا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ! وَاِنْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ۔"

(کنز العمال ج:۱۰ ص:۲۵۰)

ترجمہ:... "اپنے دل سے فتویٰ پوچھ! اگرچہ فتویٰ دینے والے تجھے فتویٰ دیں۔"

صوفی کو لائق ہے کہ دل سے فتویٰ پوچھے۔

کشف و الہام وہ مقبول ہے جو شرع کے موافق ہو:

مسئلہ:... کشف و الہام اگر شریعت کے خلاف ہوں تو قابلِ عمل نہیں ہیں، اگر اس کی کوئی صحیح تاویل نہیں ہو سکتی تو قابلِ رد ہیں۔ کشف و الہام اگر موجب احکام شرعی ہوں تو نور علیٰ نور ہیں، اگر مخالف بھی نہیں، اور موافق ہونا بھی مشکوک ہے، تو احتیاط اس میں ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔

کرامت وخرقِ عادت ولایت کے لئے لازم نہیں:

مسئلہ:... ولایت کے لئے کرامت اور خرقِ عادات لازم نہیں ہیں، اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باتفاق اہلِ سنت والجماعت اولیاء اللہ ہیں، بلکہ مابعد کے ولیوں سے افضل ہیں، لیکن اکثر اصحاب سے کرامت وخرقِ عادات مروی نہیں ہیں۔

سوال:... اگر خوارق وکرامات شرطِ ولایت نہیں تو کیسے پتا چلے گا کہ یہ ولی ہے؟

جواب:... حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

ولایت، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت ہے، کسی کو اس پر مطلع ہونا ضروری نہیں، اکثر اولیاء کو خود اپنی ولایت کا علم نہیں ہوتا، پھر دوسروں کو کیسے پتا چلے؟ موت کے بعد اس کا ثمرہ ظاہر ہوگا۔ خوارق کے اظہار کی ضرورت انبیاء علیہم السلام کو ہے تاکہ خلقت پر اپنی نبوت کو ظاہر کریں، اولیاء اپنے پیغمبر کی شریعت کی دعوت دیتے ہیں، شریعت کے بجالانے کی دعوت دیتے ہیں، پھر ذکر کی تعلیم دیتے ہیں، ان کو اس دعوت میں کرامت کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ نیز مریدِ رشید کے لئے شیخ ومرشد کی کرامت ہر لحظہ ظاہر وباہر ہے، کیونکہ اس کا مردہ دل زندہ ہو رہا ہے، نیکی کی رغبت بڑھ رہی ہے، گناہوں سے نفرت آرہی ہے، سنت پر استقامت اور ہر دم اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت فزوں ہے، یہ کرامتیں خواص کے نزدیک معتبر ہیں، گو عوام کو اس کا پتہ نہ چلے۔

علاماتِ ولایت:

مسئلہ:... ولایت کی علامات یہ ہیں کہ: ظاہر شریعت پر کامل استقامت رکھتا ہو، ہر کام، چاہے دُنیا کا ہو یا دین کا، سنت حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق کرتا ہو، اس کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی یاد زیادہ ہو، دُنیا سے دل سرد ہونے

نکلے، اس زمانے کے عالم، درویش اور منصف مزاج لوگ اس کو اچھا سمجھتے ہوں، دوسرے لوگوں کی نسبت خاص لوگ یعنی جو لوگ سمجھدار اور دین دار ہوں، اس کے زیادہ معتقد ہوں، اور اس کے مریدوں میں سے اکثر کا حال یہ ہو کہ شرع کے پابند ہوں اور دنیا کے بدلے دین نہ بیچتے ہوں، وغیرہ ذلک۔

بعض ولیوں میں جذبی تاثیر:

مسئلہ:... بعض ولیوں کے باطن میں اس قدر جذبی تاثیر ہوتی ہے کہ مرید کو مراتب قرب خداوندی پر پہنچا دیتے ہیں، ایسے ولی کو مکمل کہتے ہیں۔ یعنی جو کمال بھی رکھتا ہے اور تکمیل بھی کراتا ہے۔ جبکہ بعض کامل تو ہوتے ہیں مگر مکمل نہیں ہوتے۔

مراتب ولایت کی کوئی حد نہیں:

مسئلہ:... مراتب ولایت کی کوئی حد نہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وقل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا" یعنی کہہ (اے رسول کریم!) اے رب! میرے علم کو بڑھا۔

در راہ خدا جملہ ادب باید بود
تا جاں باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بروکار است ریزند
کم باید کرد و خشک لب باید بود

ترجمہ... "خدا کی راہ میں سراپا ادب ہو جانا چاہئے، جب تک جان میں جان باقی ہے، طلب میں رہنا چاہئے، اگر تیرے منصوبہ میں دریا کے دریا گر پڑیں، کم کرنا چاہئے اور خشک لب ہونا چاہئے۔"

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

ترجمہ:... "اے بھائی! لا متناہی دربار ہے، تو جس درجے پر بھی پہنچے، اس پر مت ٹھہر۔"

نگویم کہ بر آب قادر نیند
کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

ترجمہ:... "میں نہیں کہتا کہ وہ پانی پر قادر نہیں، (لیکن) دریائے نیل کے ساحل پر استسقا کے مرض میں مبتلا ہیں۔"

اپنے سے زیادہ کامل سے فیض لے:

مسئلہ:... کامل اگر اپنے سے کسی زیادہ کامل کو دیکھے، تو اس سے فیض لے لے، بلکہ اگر اپنے سے ناقص میں کوئی فضیلت دیکھے، تو اس کو بھی طلب کرے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کیا، کیونکہ:

"اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ، فَحَیْثُ وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا" (ترمذی ج:۲ ص:۹۳)

یعنی دین کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے، جس جگہ پائے، لے لے، وہ اس کے لینے کا زیادہ حقدار ہے۔

ولی کامل، فیض دینے کے لئے کہے:

مسئلہ:... اولیائے کامل جن کو ارشاد و تکمیل کی قدرت ہے، ان کو چاہئے کہ لوگوں کو فیض لینے کے متعلق کہیں، اور لوگوں کے طعن و انکار کی پروا نہ کریں، کیونکہ اولیائے کرام پیغمبرانِ دین کے نائب ہیں، اور یہ منصب عظمیٰ کسی بے عقل کے

انکار سے ترک نہیں کیا جا سکتا۔

ولی کو اظہارِ نعمت درست ہے:

مسئلہ:... اولیاء کو جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو انعام فرمایا ہے اور قرب و اسرارِ قدس و جو وجد عطا فرمایا ہے، اس کو ظاہر کریں۔ ارشادِ نبی "وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ" (الضحیٰ:۱۱) (یعنی اپنے رب کی نعمت کا بیان کرنا) میں اسی کا بیان ہے۔

تزکیۂ نفس اور اظہارِ نعمت میں فرق:

سوال:... جب ارشادِ الٰہی: "فَلَا تُزَكُّوا اَنْفُسَكُمْ" (النجم:۳۲) میں حق تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ اپنے نفس کی پاکی بیان کرو، تو کیا اپنی اصلاح اور تزکیہ کا اظہار، پاکیٔ نفس کا بیان نہیں؟

جواب:... تزکیۂ نفس اور اظہارِ نعمت میں فرق ہے۔

اگر ان کمالات کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور عطائے الٰہی کو فراموش کرتا ہے، تو یہ تزکیۂ نفس، تکبر ہے، جو ممنوع اور حرام ہے۔

اگر ان مقامات کو انعامِ الٰہی سمجھتا ہے اور اپنے وجود میں ان کو عاریت کے طور پر جانتا ہے، اور اپنے نفس کو ناقص اور سراپا شر سمجھتا ہے، اور بطورِ اظہارِ نعمت کے تزکیۂ نفس کو بیان کرتا ہے، تو یہ تحدیث بالنعمۃ اور شکر ہے، جو کہ جائز اور مستحسن ہے، مگر مرید و سالک ہمیشہ اپنے آپ کو متہم سمجھے اور نفس کے مکر سے بے فکر نہ ہو۔

مرشد ایسی حرکت نہ کرے جو بے اعتقادی کا سبب بنے:

مسئلہ:... صاحبِ ارشاد پر واجب ہے کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جو مخلوق کی بے اعتقادی کا سبب بنے، اس لئے کہ منصبِ ارشاد منصبِ عالی ہے، اور منصب

ارشاد ہے: جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہو اور جو شخص بے ادب ہو اس کو منصب ولایت عطا نہ کرے۔ اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب تک اپنی پاکی و عفت کی شہادت پر ظاہر نہ پایا قید خانے سے نہ نکلے۔

ولایت کاذبہ کا مدعی مسیلمہ کذاب کا خلیفہ ہے

مسئلہ:... اگر کسی نے طلب جاہ و نمود اور شہرت کے لئے ولایت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو وہ مسیلمہ کذاب کی طرح شیطان کا خلیفہ ہے، اس لئے کہ:

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا"

(الانعام ۹۳)

یعنی اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا۔

مسئلہ:... طلب طریقت اور کمالات باطنی کا حاصل کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ"

(آل عمران ۱۰۲)

ترجمہ:... "اے مسلمانو! اللہ سے پورے طور پر ڈرو۔"

یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں ان کو چھوڑ دو اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں ان کو اختیار کرو، تاکہ ظاہر و باطن میں سب تعالیٰ کی کوئی ناپسندیدہ چیز نہ ہو۔ اور قلب میں: عقائد باطلہ، اخلاق رذیلہ مثلاً: حسد، کبر، عجب وغیرہ اور خیالات فاسدہ بھی نہ ہوں۔ اور ظاہر بھی مثلاً: آنکھ، کان، زبان، فرج وغیرہ اعمال فاسدہ سے پاک ہوں۔

چونکہ "اتقوا" امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے، اس لئے طریقت و کمالات باطنی کا حاصل کرنا واجب ہے۔

اسی طرح حق تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ" (الانعام: ۱۲۰)

ترجمہ... "اور چھوڑو ظاہری و باطنی گناہ کو"

پس جو چیز کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے اس کو بجالانا ہی کمالِ تقویٰ ہے، پس تقویٰ اصلاحِ قلب و جسد کا نام ہے، اسی لئے اصلاحِ قلب و جسد کو ولایت سے تعبیر کرتے ہیں، اس کو صوفیہ کرام فنائے نفس کہتے ہیں، اور صلاحِ قلب و جسد واجبات میں سے ہے، اور واجبات کا بجالانا اور منہیات سے رکنا اخلاص کے بغیر غیر معتبر و غیر مقبول ہے، اور اخلاص فنائے نفس کے سوا مشکل ہے، جس سے ثابت ہوا کہ تحصیلِ کمالاتِ ولایت فرائض میں سے ہے، اور چونکہ تکلیف بقدرِ طاقت ہے، اسی لئے فرمایا گیا: "فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" (التغابن: ۱۶) یعنی اللہ سے ڈرو اس قدر کہ تم کو طاقت ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ صلاحِ قلب و جسد کی تحصیل واجبات میں سے ہے، اور صلاحِ قلب و جسد بغیر اخلاص کے مقبول نہیں، اور اخلاص سوائے فنائے نفس کے ممکن نہیں۔

اور اخلاص یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، یہ شرعاً فرض ہے، اور جس پر اخلاص موقوف ہوگا، وہ بھی فرض ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم!

فضائل و کمالات کے لئے مشکلات لازم ہیں:

مسئلہ:... فضائل و کمالات کے لئے مشکلات لازم ہیں، کوئی کمال بغیر مجاہدہ، مشقت اور مدتِ دراز کے حاصل ہونا دشوار ہے:

شیوۂ نازک دلاں نبود سلوکِ راہِ فقر
سخت دشوار است بارِ شیشہ در راہِ سنگلاخ

رو واسطہ عبادت ہوتی ہے یا انسانِ کامل کی صحبت، اگر جذبِ الٰہی بواسطہ عبادت ہو تو اس کو ثمرۂ عبادت کہتے ہیں، اور اگر بواسطہ صحبت انسانِ کامل حاصل ہو، تو اس کو تاثیرِ شیخ کہتے ہیں۔

(پہلا مسئلہ علتِ فاعلیہ کے اعتبار سے ہے، اور دوسرا مسئلہ علتِ قابلیہ کی جہت سے ہے)۔

انسانوں کی استعدادیں مختلف ہیں:

مسئلہ:... اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو استعدادیں رکھی ہیں، اُن میں ایک دوسرے سے ہزاروں کوس کا فرق ہے، جیسے زمین میں کہیں سونے کی کان ہے، کہیں چاندی کی، کہیں لوہے کی، کہیں نباتات کے اُگانے کی، کہیں تلخ، کہیں میٹھی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ"

(مشکوٰۃ ص ۳۲)

ترجمہ:... "انسان کی مثال سونے اور چاندی کی کان کی مانند ہے۔"

موانعِ قرب کا علاج، عبادتِ صحیحہ و صحبتِ کامل ہے:

مسئلہ:... قربِ الٰہی سے روکنے والی چیزیں بہت سی ہیں، من جملہ ان کے اخلاقِ رذیلہ، مثلاً: حسد، کبر، عجب، ریا، غفلت، جہل، جنسِ عناصر اور لطائفِ عالمِ خلق (کی کثافت) وغیرہ ہیں۔ عبادتِ صحیحہ اور انسانِ کامل کی صحبت جیسے قربِ خداوندی کا سبب ہیں، ویسے ہی قربِ الٰہی سے روکنے والی چیزوں کے لئے دافع بھی ہے۔

سیرِ آفاقی و انفسی:

مسئلہ:... سیر آفاقی و انفسی میں تحصیل کمال کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

۱... شیخ کی تجویز کے موافق عبادت و ریاضت۔

۲... شیخ کامل ومکمل کا جذب۔

پہلی چیز سے تزکیۂ نفس و عناصر ہوتا ہے، اور لطائفِ عالم امر کا، جو کہ لطائفِ عالمِ خلق کی رفاقت و صحبت کی وجہ سے ظلمانی ہوگئے تھے، اور اپنے آپ کو اور خدا تعالیٰ کو بھلا دیا تھا، تصفیہ ہوتا ہے، تو غفلت کا نور دور ہوجاتی ہے۔

اور دوسری چیز یعنی شیخ کامل ومکمل کے جذب سے نسبت اور قربِ الٰہی تعالیٰ ملتا ہے، سیر، سلوک، معارج اور مدارج حاصل ہوتے ہیں، ان چیزوں کے حاصل کرنے کے لئے اولیائے کرام کے دو طریق ہیں:

۱... بعض حضرات سلوک کو جذب پر مقدم کرتے ہیں، چنانچہ پہلے موانع یعنی اخلاقِ رذیلہ کو دفع کراتے ہیں، اور اخلاقِ حمیدہ، مثلاً: انابت، زہد، توکل، صبر اور رضا وغیرہ کی تحصیل کراتے ہیں، پھر سالک کو قربِ الٰہی کے لئے مستعد کرا کے خدا تعالیٰ کی طرف جذب کرتے ہیں، اس کو "سالکِ مجذوب" کہتے ہیں، اور اس سیر کو "سیر آفاقی" کہتے ہیں، اس لئے کہ اولیاء اللہ اس تزکیہ و تصفیہ کو خارج میں یعنی وجود کے باہر دیکھتے ہیں، یہ سیر طویل اور دور دراز ہوتی ہے، اور اس میں بہت مشقت ہوتی ہے، اگر مقصود حاصل ہونے سے پہلے سالک مرگیا تو ناکام رہا، اسی بنا پر حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بالہامِ الٰہی تعالیٰ جذب کو سلوک پر مقدم کیا ہے۔

۲... بعض حضرات توجہ کے ذریعہ پہلے ذکرِ الٰہی، لطائف قلب، روح، سر،

خفی اور اخفیٰ میں جاری کرتے ہیں، تاکہ وہ اپنے اصول میں فانی و مستہلک ہو جائیں۔ اس سیر کو سیرِ انفسی کہتے ہیں، ثمرہ اس سیرِ انفسی میں آکر پوشیدہ سیرِ آفاقی بھی طے ہو جاتی ہے، پھر تزکیۂ نفس و قلب کے لئے مرید کو ریاضت کا حکم کرتے ہیں۔ اس سالک کو "مجذوب سالک" اور اس طریق کو "اندراج نہایت فی البدایت" کہتے ہیں، اس لئے کہ جذب آخر میں ہونا تھا، مگر ابتدا ہی میں ہو گیا۔ اگر سالک بے سلوک کے درمیان میں موت آگئی تو مقصود سے بالکل محروم نہ رہا۔

ریاضت و مجاہدہ کا مقصد، عناصر و نفس کا تصفیہ و تزکیہ ہے:

مسئلہ:... یہ دیکھنا چاہئے کہ مشائخ، مریدوں کو ریاضت و مجاہدہ کا جو حکم فرماتے ہیں، اس سے مقصود عناصر کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے، نہ کہ حصولِ قرب، بلکہ تصفیہ و تزکیہ بھی محض عبادات سے حاصل نہیں ہوتے۔ جب تک کہ مشائخ کی صحبت کا نتیجہ ہمراہ نہ ہو، تو خوب سمجھ لیں!

رفعِ شبہ:

مسئلہ:... بعض اکابر فرماتے ہیں جس عبادت میں محنت و مشقت زیادہ ہو، رذائلِ نفس کے ازالے میں وہ زیادہ مفید و موثر ہوتی ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

"اَعْظَمُ الْعَطَایَا عَلٰی مَتْنِ الْبَلَایَا"

ترجمہ: "بڑی عطائیں، بڑی بلاؤں کی پیٹھ پر ہیں۔"

جو مرنے (قربان کرنے) سے ڈرتے ہیں، وہ کب مراد ہوتے ہیں! اسی لئے وہ چلہ کشی، خلوت، بھوک اور جاں کاہی حد سے زیادہ اختیار کرتے ہیں۔

محقق خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے یہ فرمایا کہ جو عبادت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے مطابق و موافق ہو، وہی تصفیہ

محض عمل کرنا ہے۔"

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

"أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ" (محمد: ۳۳)

ترجمہ:... "اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔"

سوال:... اہل باطل سے بھی بعض خوارق ظاہر ہوا کرتے ہیں، اگر یہ بدعات میں ہوں تو کوئی بھی ولی اللہ ہو؟

جواب:... تمام اولیاء حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے تابع ہوتے ہیں البتہ زیادہ سے زیادہ کبھی کسی کے قول و کام میں خطائے اجتہادی سے غلطی ہوتی ہے، تو دوسرے اہل معرفت اور شیخ کامل کی صحبت سے اس نقصان کا ازالہ ہو جاتا ہے، مگر قصداً و عمداً سنت کے خلاف نہ کوئی کرتا ہے نہ مذہب سمجھتے ہیں!

ناقصین کو محض عبادت سے ولایت حاصل نہیں ہوتی:

مسئلہ:... ناقصوں کو ولایت کا حصول کاملین کے فیض صحبت سے ہوتا ہے، محض عبادت سے ولایت حاصل نہیں ہوتی۔

اہل قبور سے وہ فیض نہیں ہوتا، جو حیات میں ہوتا ہے:

مسئلہ:... کوئی بزرگ خواہ کسی قدر کامل، مکمل اور اکمل کیوں نہ ہو، وفات کے بعد اس سے اس قدر فیض نہیں ہوتا، جتنا کہ اس کی زندگی مبارک میں ہوتا تھا،

کیونکہ صحبت مفقود ہے۔ اور کمالِ فیض کا مدار مجالست جسمانی پر ہے، اور وفات کے بعد اس بزرگ پر روحانیت غالب ہے، جبکہ زندہ پر جسمانیت غالب ہے، لہٰذا مناسبت نہیں، اور فیض کامل دینا لینا مناسبت پر موقوف ہے، اسی لئے بعد وفات شیخؒ کے کسی زندہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہونا ضروری ہے، اسی بنا پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد مدینہ منورہ والوں اور صحابہ کرام کو کسی مرشد کے پاس جانا ضروری ہے، ورنہ حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی صحابہ بنتے اور کوئی بیعت بھی نہ کرتا، جبکہ صحابہ کرامؓ نے حضورِ انور کے بعد خلفاءؓ کی بیعت کی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کسی کو ”صحابی“ نہیں کہا جاتا، ہاں! فنائے کامل کے بعد قبور سے جو فیض لیا جاسکتا ہے، وہ فیض، کیفیت میں ترقی بخشتا ہے، لہٰذا کیفیت، ترقی درجات، اسباق بڑھانے اور مقامات کے حصول کے لئے کسی زندہ بزرگ کے پاس جانا ضروری ہے، فافہم!

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد تاثیرِ صحبت بھی ہے:

مسئلہ:... انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا ایک مقصد تاثیرِ صحبت بھی ہے، اس لئے کہ فقہ و عقائد کے مسائل میں فرشتوں سے بھی استفادہ ممکن تھا، جیسے کہ حدیث جبریل میں ہے:

”فانہ جبریل اتاکم یعلمکم دینکم“

(مشکوٰۃ ص:)

ترجمہ:... ”یہ جبریلؑ تھے، آئے تھے تمہارے پاس تاکہ تم کو تمہارا دین سکھائے۔“

پس مناسبت تامہ تاثیرِ صحبت پر موقوف ہے، اور وہی ثمرِ ولایت ہے، فافہم!

تنہا ریاضت اور بے تاثیر صحبت،
حصولِ ولایت کے لئے ناکافی ہیں:

مسئلہ:... تنہا ریاضت اور بے تاثیر صحبت، حصولِ ولایت اور دفعِ رذائل کے لئے کافی نہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو، تین صحبتیں بھی دفعِ رذائل، حصولِ ولایت کے لئے کفایت کرجاتی تھیں، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس سے زیادہ مدّت کی صحبت کفایت کرتی تھی، جبکہ تاثیرِ صحبتِ اولیاء کے لئے بہت مدّت کی ضرورت ہے، نیز صحبتِ اولیاء ریاضت و عبادت کے بغیر کفایت نہیں کرتی، اگرچہ کسی ولی سے جذب کی صورت بھی ظاہر ہوجائے، لیکن تاثیرِ صحبت، ریاضت اور عبادت سے مریدیت، مرادیت میں اور محبیت، محبوبیت میں بدل جائے، اس کے لئے مدّت درکار ہے۔

اولیائے کرام کو علمِ غیب نہیں:

مسئلہ:... اولیائے کرام کو علمِ غیب نہیں ہوتا، ہاں! غیوب میں سے کبھی بطور خرقِ عادت کے کشف و الہام سے بتلادیا جاتا ہے، اس کو اطلاع علی الغیب کہتے ہیں، نہ کہ علمِ غیب، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے: "وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ" (الانعام:۵۰) میں غیب کا علم نہیں رکھتا۔

مقربین، مافوق الاسباب پر قادر نہیں:

مسئلہ:... مقربانِ درگاہِ الٰہی بے شک مقرب و محترم ہیں، مگر ایجادِ معدوم، اعدامِ موجود، یعنی کسی مردہ کو زندہ کرنے یا زندہ کو مارنے پر قدرت نہیں رکھتے، اور جو کبھی ایسا ہوا ہے، تو وہ باذن اللہ ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر کسی کو زندہ

کر دیا، یا ان کی بددعا سے مار دیا ہے، اسی طرح رزق، اولاد یا دفعِ مرض وغیرہ کا حال ہے۔

رسالہ شیعہ

مسئلہ... دنیا کے کام دو قسم پر ہیں:

۱... ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے ہاتھ پر رکھے ہیں، یعنی مخلوق کی قدرت میں کر دیئے ہیں، جیسے پڑھنا پڑھانا، پلانا دینا، دوا کرنا، کسب سیکھنا سکھانا، کسی کو کام چلانا اور کرانا، ان میں سے جو کام اچھے ہیں، ان میں ایک دوسرے کی مدد کرنا، مدد مانگنا جائز اور محمود ہے، کیونکہ حکم ربانی ہے: "وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى" (المائدہ:۲) (نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو)۔

۲... دوسرے کام وہ ہیں جو انسانی اختیار سے بالاتر ہیں، جیسے شفا دینا، رزق بڑھانا، اولاد دینے والا، دشمنوں پر غلبہ دینا، عزت دینا، ذلت سے بچانا، خاتمہ ایمان پر ہونا، وغیر ذالک، ایسے کاموں میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے مدد نہیں مانگ سکتا، نہ کسی کو دور سے پکار سکتا ہے، "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" (الفاتحہ:۴) (تجھی سے مدد مانگتے ہیں) میں اسی کی تلقین ہے۔ پس جیسے جاہل لوگ: "مدد کن یا شیخ عبدالقادر جیلانی" یا "داتا گنج بخش" یا "معین الدین چشتی" وغیرہ کہا کرتے ہیں، یہ ممنوع، حرام اور ناجائز ہے۔

صوفیوں نے تصوف کے دو اصول بیان فرمائے ہیں:

۱... ایک ہے دوئی کا مٹانا، کہ غیر خدا تعالیٰ کا تصور اس کے ذہن سے مٹ جائے۔

۲... دوم خودی کا فنا، یعنی اپنے پر نظر نہ رہے۔

جبکہ غیر اللہ کو دُور سے پکارنا، دوالی مٹنے کے خلاف ہے۔

اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظلال:

مسئلہ:... جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ صفات وجودیہ حقیقیہ، جیسے: حیات وغیرہ، صفات اضافیہ جیسے: رازق وخالق، صفاتِ سلبیہ جیسے: "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" وغیرہ، اور اسمائے حسنیٰ سے موصوف ومتصف ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث میں تصریح ہے۔ اور اولیائے کرام کے کشف سے ثابت ہے کہ اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظلال ہیں، خود نفسِ اسماء وصفاتِ الٰہی، انبیاء وملائکہ کے مبادی تعینات ہیں، اور اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظلال، ماسوا انبیاء وملائکہ کے مبادی تعینات ہیں۔

سوال:... عقلاً وشرعاً اسماء وصفات کا ظل ہونا ممنوع ہے، نیز حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب صد وبست ودوم (۱۲۲) جلد ثالث میں فرمایا ہے کہ: واجب (حق) تعالیٰ کا ظل نہیں ہے، اس لئے کہ ظل، مثل کی پیدائش کو موہوم ہے، اور مشعر ہے کہ اللہ تعالیٰ میں کمال لطافت نہیں۔

ظلال سے مراد؟

سوال:... ظلال سے کیا مراد ہے؟

جواب:... ظلال سے وہ سایہ وغیرہ مراد نہیں جو عوام سمجھتے ہیں، بلکہ ظلال مخلوقِ الٰہی میں سے وہ لطائف ہیں، جن کو اسماء وصفاتِ الٰہی سے نسبت تام ہے، اسی مناسبت کے باعث وہ اس فیض کا واسطہ ہیں، جو وجود اور توابع وجود، مثلاً: قدرت، قوت، سمع، بصر وغیرہ کا، اسماء وصفاتِ الٰہی سے جہان والوں پر ہو رہا ہے، بلکہ جب یہ لطائف فیض کا واسطہ ہوں، تو گویا ظل بنے، ورنہ ممکن، مخلوق اور حادث، واجب الوجود، خالق اور قدیم کا ظل کیسے بن سکتے ہیں؟ حدیث میں وارد ہے:

پس بعضے جو اسم "الہادی" کے ظل ہیں، وہ ہدایت پائیں گے۔

اور بعض کا مبدأ تعین اسم "المضل" ہے، وہ ضرور گمراہ رہیں گے، لیکن یہ لازم نہیں کہ جس کا مبدأ تعین اسم "الہادی" ہو، وہ ولی بھی ہو، جس قدر اپنے مبدأ تعین کے ساتھ قرب اختیار کرتا جائے گا، اسی قدر مقرب، ولی ہوتا جائے گا۔

جو حجاب، نورانی ہیں، وہ مومنین کا مبدأ تعین ہیں، اور جو حجاب ظلمانی ہیں، وہ فساق و فجار کا مبدأ تعین ہیں، غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خَرَقْتُ جَمِيْعَ الْحُجْبِ حَتّٰى وَصَلْتُ اِلٰى

مَقَامٍ لَقَدْ كَانَ جَدِّىْ فَاَدْنَانِىْ

یعنی تمام حجابوں سے گزر کر میں اس مقام تک پہنچا جہاں میرے دادا، نانا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پھر قریب کیا مجھ کو۔ یعنی میں تمام مراتب ظلال کو، جس کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں، طے کر کے مبدأ تعین حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، جو مرتبہ صفات میں ہے اور جس کو ولایت کبریٰ کہتے ہیں، تک پہنچ گیا۔

مبادی تعین انبیاء و ملائکہ میں فرق:

مسئلہ:... مبادی تعین انبیاء و ملائکہ میں اس طور فرق ہے کہ صفات کے دو اعتبار ہیں، ایک صفات کا فی نفسہٖ و فی ذاتہٖ ہونا، دوم یہ کہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں، لہٰذا اس کی صفتیں پہلی جہت کے اعتبار سے انبیاء کی مربی ہیں، اور دوسری جہت کے اعتبار سے ملائکہ کی مربی ہیں، پس ولایت ملائکہ بہ نسبت ولایت انبیاء کے خدا تعالیٰ کی طرف اعلیٰ و اقرب ہوتی، مگر ملائکہ کو اپنے مقام سے ترقی نہیں ہوتی، اس لئے کہ: "وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ" (الصافات:۱۶۴)" یعنی ہم میں سے ہر ایک کا مقام معین ہے، اس سے ترقی نہیں، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے

مقام سے بے انتہا ترقی ہوتی ہے، چنانچہ پہلے کمالات نبوت عطا ہوتے ہیں، اس سے آگے کمالات رسالت اور پھر کمالات اولوالعزم وغیرذالک، یہ ترقی ہوتی ہے، لہٰذا انبیاء علیہم السلام، ملائکہ سے افضل ہیں۔

ظلال، سیر فی اللہ اور عروج کے مقامات:

مسئلہ ... یاد رکھنا چاہیے کہ ظل کا بھی ظل ہوتا ہے، اس ظل کا پھر ظل، پھر تیسرا، چوتھا مرتبہ، جہاں تک اللہ چاہے، کیونکہ ظلال کی کوئی حد نہیں، صوفی ذکر کی کثرت، سنت پر عمل اور تاثیر صحبت شیخ کے باعث ایک ظل تک پہنچتا ہے: پھر ثانی، پھر ثالث وغیرہ میں فنا حاصل کرتا ہے۔

اسی کو مولانا روم نے فرمایا:

ہفصد و ہفتاد قالب دیدہ ام

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

یعنی ایک ظلال میں فنا ہو کر دوسرے میں نمو و بقا ہوا، پھر تیسرے میں فنا و بقا ہوا، تا ہفصد و ہفتاد (سات سو ستر) تک۔

یہاں تک کہ اگر فضل الٰہی تعالیٰ شامل حال ہوا تو بمتابعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دائرہ اسماء و صفات میں داخل ہوتا ہے، اور جو سیر اس میں واقع ہوگی، وہ سیر فی اللہ ہے، یہ دولت دراصل انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے، دوسروں کو ان کی تابعداری میں نصیب ہوتی ہے، پس اس سے ولایت کبریٰ میں داخل ہوا، جو تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد محض فضل الٰہی سے مقام عروج طے کرتا ہے، ایک دائرہ سے فوقانی (اوپر کا) جو کہ اس سے پہلے دائرہ کے لئے بمنزلہ اصل کے ہے، تینوں سرکات (تینوں دائروں) کے بعد قوس میں سیر واقع ہوتی ہے، بفضلہ تعالیٰ، یہ

سیر مخصوص ہے نفس مطمئنہ کے ساتھ، اس مقام میں شرح صدر ہوتا ہے، سالک اس وقت اسلام حقیقی (رضا) سے مشرف ہوتا ہے، یہ منتہائے ولایت کبریٰ ہے، ولایت صغریٰ و کبریٰ کی یہ تمام سیر اسم الظاہر میں ہوتی ہے۔

اس کے بعد بفضلہ تعالیٰ اسم "الباطن" میں سیر کراتے ہیں، یہ ولایت علیا، ولایت ملائکہ ہے، اس میں ترقیات، عنصر ناری، ہوائی اور آبی کو نصیب ہیں، جب سالک اسم "الظاہر" اور اسم "الباطن" کے یہ دونوں سلوک طے کر چکا، تو گویا وہ عالم قدس میں طیران (پرواز) کے لئے دو بازو تیار کر چکا ہے، اس کے بعد کمالات نبوت میں ترقی ہوتی ہے، بالاصالہ یہ ترقی انبیا علیہم السلام کو نصیب ہے، طفیلی طور پر دوسروں کو بھی نصیب ہوتی ہے، اس میں نصیب اصلی عنصر خاک کو ہوتا ہے، ولایت صغریٰ، کبریٰ اور علیا کے تمام کمالات، کمالات نبوت کے ظلال ہیں، کمالات نبوت، پھر کمالات رسالت، کمالات اولوالعزم، حقائق کعبہ، قرآن اور صلوٰۃ وغیرہ وغیرہ، بمتابعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی کسی کو عطا فرماتے ہیں، ان کی تفصیل مکاتیب مجددیہ و ارشاد الطالبین وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے اوپر حقیقت معبودیت صرفہ کا مقام ہے، اور کسی کو بھی اس دولت سے حصہ نہیں۔ ہاں! اللہ سبحانہ اس مقام میں سیر نظری کراتے ہیں:

بلا ہووے اگر ایں ہم نبودے

وہاں کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

"لا الٰہ الا اللہ" کا معنی

سوال:... "لا الٰہ الا اللہ" کا معنی مبتدیوں کی نسبت: "لا معبود الا اللہ" ہے، متوسطین کی نسبت: "لا مقصود الا اللہ" اور "لا موجود الا اللہ" ہے اور ان

اس کے بعد معاملہ ذات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔

تجلی ذات:

تجلی ذاتی میں تین اعتبار ہیں۔

۱...کمالات نبوت۔

۲...کمالات رسالت۔

۳...کمالات اولوالعزم۔

کمالات نبوت میں مورد تجلی عنصر خاک ہوتا ہے، اس کے بعد ہیئت وحدانی پر فیض آتا ہے۔ یعنی عالم امر و خلق کے لطائف کا تصفیہ و تزکیہ ہو کر ان میں اعتدال کامل آجاتا ہے، اس اعتدال کی وجہ سے جو ہیئت پیدا ہوتی ہے، وہ ہیئت وحدانی کہلاتی ہے۔

ولایت صغریٰ میں تعلق ظلی اور ولایت کبریٰ میں تعین وجودی:

مسئلہ... ولایت صغریٰ کی سیر تو تعین علمی تک ہے اور ولایت کبریٰ سے لے کر کمالات نبوت تک تعین وجودی تک، کمالات نبوت، رسالت اور اولوالعزم میں سیر و سلوک ہمارا اس ذات کی ہوتی ہے جو وراء الوراء ہے، اس کے بعد حقائق الٰہیہ ہیں جن کا تعلق ذات بحت کے اعتبارات ہیں، اس کے بعد صرف ذات بحت ہے، جس کو معبودیت صرفہ اور لاتعین بھی کہتے ہیں، حقائق انبیاء جو تعین ظلی ہیں، درحقیقت ولایت کبریٰ میں داخل ہیں، چونکہ یہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو آخر میں منکشف ہوئے ہیں، اس نے ان کی سیر و سلوک آخر میں کرایا جاتا ہے۔

سلوک سیکھنے کی مدت:

ہمارے سلسلے کے مشائخ دس سال میں تفصیل سلوک طے کراتے ہیں، جس

میں مرید کو سفر و حضر میں برابر شیخ کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔

دوسرا شمالی سلوک: اس میں اس طرح کی معیت ضروری نہیں ہے، گاہے گاہے حاضری کافی ہے، مگر آج کل عجیب حال ہے، بیعت ہونے آتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ ہتھیلی پر سرسوں جم جائے۔ ایک ہی دن میں ولی بن جائیں، جب وطن جاتے ہیں تو اس معاملے کی بات تک نہیں پوچھتے، نہ کبھی ملاقات کے لئے آتے ہیں۔

محبت شیخ:

مسئلہ:... شیخ کی محبت تمام کمالات کی اصل ہے، اگر یہ ہے تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں، اس سے خود شیخ کے کمالات کا عکس مرید پر پڑجاتا ہے، پھر توجہ کی بھی ضرورت نہیں۔ اگر محبت ہے تو فبہا، ورنہ بلا توجہ بھی کہیں کمالات حاصل ہوسکتے ہیں؟ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے مرشد حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہٗ کی خدمت میں تھے تو اُن کے بیت الخلا کا قدمچہ خود اپنے ہاتھ سے صاف کرتے تھے:

تا ابد رنگ کمالات نگیرد ہرگز
ہر کہ خاک درِ مے خانہ برخسار نرفت

ترجمہ:... ''کبھی بھی کمالات کا رنگ اس پر نہیں چڑھے گا، جب تک کہ میخانے میں رُخسار کو خاک پر نہ رگڑے۔''

اُصولِ تربیت:

مسئلہ:... یاد رکھنا چاہئے کہ اُصولِ تربیت چار چیزیں ہیں۔

مسئلہ:... ذکر میں لطائف کی ترتیب کو ملحوظ رکھنا کوضروری نہیں، مگر مستحسن ہے، ہمیشہ ذکر کو قلب سے شروع کرنا چاہئے۔

لطائف جاری ہونے کا معنیٰ:

مسئلہ:... جب لطائف اس طور متوجہ الی اللہ ہوجائیں کہ کوئی مشغلہ یا منظر اس توجہ کو منقطع نہ کرسکے تو یہی اُن کا جاری ہونا ہے، جیسا کہ آنکھ کا کام دیکھنا اور کان کا کام سننا ہے، جب آنکھ کھلی ہو تو ضرور دیکھے گی، اور جب کان شنوا ہو تو ہر آواز کو سنے گا۔

حرکتِ قلب:

ہاں! کبھی اس کے ساتھ حرکتِ قلب بھی پیدا ہوجاتی ہے، اور کبھی قلب کی حرکت کے باعث جسم بھی متحرک ہونے لگتا ہے، مگر یہ ضروری نہیں، جس شخص کے لطائف جاری ہوں، اس کو دُنیوی مشاغل میں لطائف کے عمل سے ذہول ہوسکتا ہے، لیکن لطائف اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

ذکر کے لئے خلوتِ صغیرہ:

ابتدا میں ذکر کے وقت یکسوئی اور تمام ماحول سے صرفِ نظر ضروری ہے، اسی لئے بزرگانِ دین ذکر کے وقت ضروری کہتے ہیں کہ تاریکی ہو، یا کمرہ چھوٹا ہو، تاکہ نظر محدود رہے، یا کم از کم خلوتِ صغیرہ ہو، جس سے مراد یہ ہے کہ اپنے آپ کو ہر طرف سے ایک کپڑے میں ڈھک لیا جائے، تاکہ قلب خواطر سے محفوظ رہے، پھر جب توجہ الی اللہ کا ملکہ راسخ ہوجاتا ہے تو ماحول کی طرف نظر، مخاطب کی طرف توجہ اور اس کے مکالمات کا جواب اشارۂ سر وغیرہ سے دینا مضر نہیں ہوتا۔

ذکر مرتے دم تک ضروری ہے:

مسئلہ:... حضرت نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہمیشہ تا دم آخر اسم ذات اور نفی اثبات کے ورد کو لازم سمجھتے ہیں، تاکہ صفائی قلب قائم رہے، اور کدورات دفع ہوتی رہیں، شیخ کے برتن محفوظ و مخصوص رکھنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اسباب کدورت سے ملوث نہ ہوں۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد واصحابہ

واتباعہ اجمعین

۳ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ

نکات التصوّف
یعنی
تصوّف کے نکات
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْن، اَمَّا بَعْدُ!

نکات التصوف میں چند معروضات پیشِ خدمت ہیں، گر قبول افتد زہے عز و شرف!

جاننا چاہئے کہ زندگی جیسے مایۂ شادمانی (خوشی کا باعث) ہے، ویسے گرداب پریشانی (پریشانیوں کا بھنور) بھی ہے، مردہ ہے جو پریشانی کی گرداب میں آخرت کی شادمانی کے کام نہ بجا لائے:

گر نباشد زندگی در بندگی

مردنت بہتر ازیں بد زندگی

ترجمہ... "اگر بندگی میں زندگی نہ گزرے، تو پھر ایسی بد زندگی سے تیرا مرنا ہی بہتر ہے۔"

اور زندگی تین قسم پر ہے:

ا... زندگانی بہیم: یہ وہ زندگی ہے کہ آخرت کی راہ کو حرص و ہوا، فسق و فجور سے

پاک کرے، فرمان برداری اور تعمیل حکم میں تن دہی کرے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّہٗ" (البینۃ ۸)

ترجمہ: "یہ اس کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔"

۲... زندگانی امید: یہ وہ زندگی ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کی نعمتوں کے حاصل کرنے کے لئے شوق و رغبت سے طاعات کرے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ"

(المطففین ۲۶)

ترجمہ: "اسی میں رغبت کریں رغبت کرنے والے۔"

۳... زندگانی محبت: یہ وہ زندگی ہے جس میں محب حق عاشق کی اطاعت، تعمیل فرمان اور ترک عصیان کی بنا محبت الٰہی ہو اور بس، جیسے کہ فرمان الٰہی ہے:

"وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ" (البقرۃ ۱۶۵)

ترجمہ: "مومنوں کو اللہ تعالیٰ سے شدید محبت ہوتی ہے۔"

جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

گر خلالے زباغ دل کم شود

بر دل سالک ہزاراں غم بود

ترجمہ... "اگر باغ دل سے ایک تنکا بھی کم ہو جائے تو سالک کے دل پر ہزاروں غم ہوتے ہیں۔"

عارف حق شناس را باید

کہ بہر سو کہ دیدہ بکشاید

بیند آنجا جمال حق پیدا
نگسلد از جمال حق قطعاً

ترجمہ... "عارف حق شناس کو چاہیے کہ جس طرف بھی نظر کرے تو اسی جگہ جمال حق کو ظاہر دیکھے، جمال حق سے کبھی نظر نہ ہٹائے۔"

فائدہ... زندگانی کا بسر کرنا تلخ ہی تلخ ہے مگر غفلت کے باعث خوش مزہ ہے اور مرنا ہر چند تلخ ہے، مگر ہر مصائب، تکالیف اور تعلقات سے نجات کا ذریعہ ہے، مگر غفلت کے سبب تلخ ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

غفلت جہان اگر نے شد
زعمر وے بسر نمی شد

ترجمہ... "جہان میں غفلت اگر نہیں ہوتی، تو اس کی عمر بسر نہیں ہوتی۔"

پاک کر آئینہ دل سے غبار
تا دکھلاوے جلوۂ رخسار یار

موت سر پر ہے اور ہم خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں، عجب در عجب ہے، غفلت کے ہٹانے کا علاج یہ ہے کہ فکر کرے، حدیث میں ہے:

"اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَادِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتُ۔"

(مشکوۃ ص ۱۴۰)

ترجمہ... "لذتوں کے ختم کرنے والی (موت) کو بہت یاد کرو۔"

کہ وہ چند قسم پر ہے:

اوّل:... فکر فی الذات اور وہ شرعاً ممنوع ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" (الانعام:۱۰۳)

ترجمہ... "اللہ تعالیٰ کو آنکھ اور دل کی بصیرتیں نہیں پاسکتیں۔"

بقول شاعر:

توان در بلاغت بسحبان رسید
نہ در کنہ بیچون سبحان رسید
کہ خاصان دریں رہ فرس راندہ اند
بلا احصی از تک فرو ماندہ اند

ترجمہ... "بلاغت میں سحبان تک پہنچنا تو ممکن ہے (لیکن) بے مثل سبحان کی حقیقت تک پہنچنا ناممکن ہے، خواص نے اس راہ میں گھوڑے دوڑائے لیکن لا احصی کہہ کر دوڑنے سے عاجز ہو گئے۔"

دوم:... تفکر در صفات و عجائب قدرت باری تعالیٰ، مثمر توحید، رفع شرک اور رجوع الی اللہ تعالیٰ کا ذریعہ ہے، قرآن کریم میں ہے:

"وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

(آل عمران:۱۹۱)

ترجمہ... "فکر کرتے ہیں پیدائش آسمان اور زمین میں (کہتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! اس کو آپ نے بے فائدہ

(جو توحید کا فائدہ نہ دے) پیدا نہیں کیا۔ (تیرا نفس) پاک ہے تو

(صفات مخلوق و شریکوں سے) ہمیں بچا ہم کو عذاب آگ سے۔"

سوم:... تفکر انعامات باری تعالیٰ و احسانات باری تعالیٰ، یہ موجب محبت ہے، جیسا کہ کہا گیا ہے۔ "الانسان عبید الاحسان" انسان احسان کا غلام ہے، جس قدر انعامات الٰہی تعالیٰ میں غور و فکر کرے گا، اسی قدر محبت زیادہ در زیادہ ہوتی جائے گی، اس کو "تفکر فی آلاء اللہ" کہتے ہیں۔

چہارم:... تفکر در ایام اللہ، یعنی نافرمانوں پر جو دینی و دنیوی مصائب و بلائیں آتی رہیں، اس پر غور و فکر سے گناہوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔

پنجم:... تفکر ما بعد الموت، یعنی اپنے مرنے کے بعد کے معاملات میں غور و فکر کرنا کہ میرے سر پر کیا کیا چیزیں آنے والی ہیں، اس کو تفکر ما بعد الموت و محاسبہ کہتے ہیں، اس سے گناہوں سے نفرت اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"ولمن خاف مقام ربه جنتان" (الرحمٰن:۴۶)

ترجمہ:... "جو اللہ تعالیٰ کی پیشی سے ڈرتا ہے، اس کے لئے دو بہشت ہیں۔"

ششم:... اپنے افعال، اقوال اور احوال میں تفکر، یعنی اپنے عیوب سوچے، اس لئے کہ

نہ تھی اپنے گناہوں کی جب تک خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جب سے نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

مشاہدہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس طور بندگی کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے، جیسے کہ حدیث میں ہے:

"وان لم تکن تراہ فانہ یراک" (مشکوٰۃ ص ۱۱)

ترجمہ... "اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو یہ سوچ کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

چشم دل را کار فرما سوئے دوست

خویشتن را ہم مبیں جز روئے دوست

ترجمہ... "دل کی آنکھ کو دوست کی طرف لگا، اپنے آپ کو بھی مت دیکھ سوائے دوست کے چہرے کے۔"

فائدہ... تصوف، سلوک اور بلند مرتبی یعنی عروج کے مقامات میں عالی ہمت والا ہی پہنچ سکتا ہے:

بلندی بخشد ہر ہمت بلندے

بہ پستی افگند ہر خود پسندے

ترجمہ... "یہ بلند ہمت کو بلندی بخشتا ہے، ہر خود پسند کو پستی میں ڈال دیتا ہے۔"

اگر عرشی کہ خواہم برد کہ جوانی

اگر کرسی کہ خواہم برد بخشیں کہ خوانی

جو کہ ہے ہمت بلند اندر ترا

محو فرمائے گا اس کے خدا

فائدہ... تصوف درحقیقت عمل کرنے کا نام ہے، نہ کہ محض قال کا۔

امید و ہراسش نباشد زکس

ہمیں است بنیاد توحید و بس

ترجمہ... "موحد کے قدموں میں خواہ سونا ڈال دو یا

ہندی تلوار اس کے سر پر رکھ دو، اس کو اللہ کے سوا کسی سے امید

و خوف نہیں

ہوتا۔ توحید کی بنیاد صرف یہی ہے اور بس!"

دوئی کا مٹنا تصوف میں قدمِ اول ہے، اگر دوئی باقی ہے، تو شرک باقی ہے،

اسی طرح خودی کا مٹنا قدمِ ثانی ہے۔ اگر خودی باقی ہے، تو نفس زندہ ہے:

ہر کہ او از خویشتن بیزار گشت

بیشک آنکس محرمِ اسرار گشت

ترجمہ... "جو شخص اپنے سے بیزار ہوا، بے شک وہ

شخص واقفِ اسرار ہوا"

تو درو گم شو وصال این است و بس

گم شدن گم کن کمال این ست و بس

ترجمہ... "تو اسی میں گم ہو کر وصال یہی ہے بس، گم

ہونا گم کر، وصال یہی ہے اور بس!"

تو مباش اصلاً کمال این است و بس

تو درو گم شو وصال این است و بست

ترجمہ... "تو مت ہو بالکل، کمال یہی ہے اور بس، تو

اسی میں گم ہو، وصال یہی ہے اور بس!"

آشنا شو آنچنان با یار خویش

تا کہ خود را گم کنی از کار خویش

ترجمہ... "اپنے اپنے دوست کے ساتھ آشنا ہو کر اپنے آپ کو گم کرے تو اچھا کام ہے۔"

تا تو کی مے یار گردد یار تو
چون نباشی یار باشد یار تو

ترجمہ... "تو جب تک اپنی ہستی میں ہے، تیرا یار کب یار ہو، جب تیری ہستی نہ رہے گی، تیرا یار، یار ہوگا۔"

قرآن کریم میں ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا"

(النساء ۵۸)

ترجمہ... "اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کی طرف واپس کر دو۔"

پس جب وجود، ارادہ، قوت، قدرت، سمع اور بصر وغیرہ تمام صفاتیں تیرے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانتیں ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کو واپس لے لے، تو پھر دیکھئے انسان کے پاس کیا بچتا ہے؟ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے:

"اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" (البقرۃ ۲۰۸)

ترجمہ... "سارے کے سارے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔"

جب مسلمان سارا کا سارا اسلام میں داخل ہو گیا تو اس کے پاس کیا رہا؟ گویا سر سے پاؤں تک پورا اسلام و تسلیم میں گم ہو گیا فافہم!

فائدہ عجیبہ:

سالک پر واجب ہے کہ مجاہدہ، ریاضت، عبادت اور طاعت میں رضائے

رب تعالیٰ کے سوا کوئی غرض و مطلب نہ رکھے:

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے
دل مکن از فکر باطل با سیاہ
از خدا غیر از خدا دیگر مخواہ

سالک نہ کشف کا طالب ہو، نہ انوار، استغراق، سکر، محو، فنا، بقا، یکسوئی، ترکِ دنیا اور نہ کرامت وغیرہ کا، بلکہ رب تعالیٰ جس حال میں اس کو رکھے اس پر خوش ہو:

میلِ من سوئے وصال و میلِ او سوئے فراق
ترکِ کامِ خود گرفتم تا برآید کامِ دوست

ترجمہ... "میری رغبت وصال کی طرف ہے، اور اس کی رغبت فراق کی طرف ہے، اپنے مقصود کو چھوڑ کر اختیار کیا میں نے، تا کہ دوست کا مقصود حاصل ہو۔"

یابم اورا یا نیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

اگر فراق میں رکھے تو وہ جانے، اگر وصال میں رکھے تو اس کی عنایت:

نہ رنجشی فدائے تو ور بخشی عطائے تو
ہرچہ کنی رضائے تو جان شدہ مبتلائے تو

ذکر میں لذت نہ آئے تو الحمدللہ تعالیٰ! اور اگر آئے تو الحمدللہ! کچھ نظر آئے تو الحمدللہ!! اگر کچھ بھی نظر نہ آئے تو الحمدللہ! بندہ کا کام بندگی ہے۔ بس دینا نہ دینا اس کا کام، کارِ خود کن کارِ دیگراں مکن، ایسا نہ ہو کہ ناراض ہو جائیں، اپنے تمام کام اس

حیران ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ اشعار محققین صوفیائے کرام مثلاً امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ وغیرہما کے ذوق کے خلاف ہیں، انہوں نے اپنی کتب "احیاء العلوم" اور "مکتوبات" میں تحقیق فرمائی ہے۔

زبان کے اثرات قلب پر اور قلب کے زبان پر وارد ہوا کرتے ہیں، دل میں غم یا فرحت ہو تو چہرہ اور اعضاء پر اثرات محسوس ہوتے ہیں، لہٰذا جس طرح زبان کے اثرات سے دل متاثر ہوتا ہے اور محبت و غم کے زبانی اشعار سے دل میں بھی محبت و غم آ جاتا ہے، اسی طرح زبانی ذکر سے دل متاثر ہوتا ہے، چنانچہ تجربہ شاہد ہے کہ زبانی ذکر کرنے سے بہت سے لوگ صالح ہو گئے یا ہو جاتے ہیں، نیز اگر ذکر کا کوئی دوسرا فائدہ بھی نہ ہو تو یہ کیا کم ہے کہ ایک عضو یعنی زبان تو ذکر میں مصروف ہوئی، گو دل دوسری طرف ہے، علاوہ ازیں ارادہ کا اثر ہوتا ہے، جس ارادہ و نیت سے ذکر کرنے بیٹھے، اس کا اثر ہوتا ہے، جیسے کوئی کسی چیز کو دیکھے تو آس پاس والی چیزیں بھی نظر آ جاتی ہیں مگر چونکہ دوسری چیزوں کے دیکھنے کا قصد نہیں ہوتا، اس لئے ان کا اثر بھی نہیں ہوتا، مزید براں دل میں ہزار خیالات و وساوس کے پہلے سے موجود ہیں، مگر اثر اس کا ہے، جس کا ارادہ کیا ہے۔

اندریں راہ می خراش و می تراش
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش

ترجمہ... "اس راہ میں چھیلتے اور تراشتے رہو (محنت میں لگے رہو) یہاں تک کہ آخر دم تک ایک دم بھی فارغ نہ رہو"

اگر یہ کہو کہ اگر ذکر نہ کرے گا، تو کیا خیالات اور وساوس بند ہو جائیں گے؟ ہرگز نہیں، لہٰذا ذکر اور خیال دونوں رہیں، یہ اس سے اچھا ہے کہ ذکر نہ رہے، اور خیال رہ جائے۔

وہ حضرات تمام مخلوق سے افضل، اکمل، برتر اور بہتر ہیں۔ وہ ہماری بہبود اور قربِ الٰہی کے لئے: اعتقاداتِ صحیحہ، اخلاقِ حمیدہ، اعمالِ حسنہ، عبادات، معاملات، معاشرت، سیاستِ مدنیہ یا ملک داری و ملک گیری کے لئے جو کچھ لاتے ہیں، اس کا نام نیکی، رحمت، فضل، اسلام، دین اور مذہب ہے، اور جس سے روکتے ہیں، اس کا نام بدی، ظلمت اور غضب ہے، معاذ اللہ!

پس وجودِ مسعود رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اقوال، افعال، اخلاق اور معاملات وغیرہ سب کے سب کا اتباع رحمت ہی رحمت ہے، اور اس کے خلاف اگر مچھر کے پر کے برابر بھی ہو تو ناپسندیدگی و غضب کا موجب ہے۔

لہٰذا جو طریقت، حقیقت، ملکوت، جبروت، فنا، بقا، حال اور مقام وغیرہ طریقِ نبوت کے خلاف ہے، وہ قابلِ قبولیت بارگاہِ صمدیت و احدیت نہیں ہے، گو ہزار انوار، استغراق، کمالات اور عروجات لائے، وہ انوار ظلمت اور انوار ناری ہیں، کیونکہ "خلق الجان من مارج من نار" (الرحمٰن:۱۵)۔ شیطانوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا ہے، نیز پھر وہ چیزیں لطافتِ عناصر، اخلاطِ صفرا، سودا، خون، بلغم، حواسِ خمسہ ظاہر یا باطن سے ہیں، وہ انوار مشکوٰۃِ نبوت سے نہیں ہیں۔ فتفہم وتشکر ولا تکن من الغافلین!

سرورِ دہر احمدِ مرسل
اہلِ دل را ہوا دادہ در دل
محرمِ سر کردگار آمد
حلمِ او دہر را حصار آمد
ہم امامِ صوامعِ صلحا
ہم مدارِ مدارسِ علما

تصوفِ اہلِ صفا
یعنی
صوفیا کا تصوّف
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ
www.ahlehaq.org

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

اَجْمَعِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ!

الٰہی تیرے پاک نام کا سہارا لے کر، تیری رحمت و رافت پر بھروسہ کر کے تیری تائید و توفیق کا امیدوار ہوں کہ اپنی رافت و رحمت کی بدولت اپنی تائید و توفیق کو میرے شامل حال کر، اور اس عظیم اور مشکل مہم میں میری مدد فرما۔

خداوندا! در توفیق بگشا

نظامی را رہ تحقیق بگشا

ترجمہ:... "اے خداوندا توفیق کا دروازہ کھول دے،

نظامی کے لئے تحقیق کا راستہ کھول دے۔"

مردے کن چراغی نکند آتش طور

چارہ تیرہ شب وادی ایمن چہ کنم

ترجمہ:... "جو مرد کہ چراغ سے نہ کرے آتش طور،

وادیٔ ایمن کی سیاہ رات کا چارہ کیا کروں گا؟"

عرضِ بندہ:

بندہ کو اس لائق نہیں کہ تصوف اصفیاء کے نکات پیش کر سکے مگر اس امید پر کہ یہ برگزیدہ لوگ ہم جیسوں کے عیوب سے تسامح و چشم پوشی فرماتے ہیں، اگر غلطی دیکھتے ہیں، اصلاح فرما دیتے ہیں، لہٰذا اس امید و توثیق نے عرض کرنے کی جرأت دے دی ہے۔ اس مختصر رسالہ میں چند فصول ہیں:

فصلِ اوّل:

تصوف کی تعریف اور فائدہ:

تصوف تعمیر ظاہر و باطن کا نام ہے، ظاہر کو احکام و آداب شریعت سے آراستہ کرنا اور باطن کو اعتقادِ فاسدہ و اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا تصوف ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ تمام تکالیف کو منجانب اللہ سمجھ کر صبر کرے اور ماسوی اللہ کو ترک کرے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ دل صاف رکھے اس کو صوفی کہتے ہیں۔ اس سے تصوف کی تعریف سمجھ میں آ گئی:

صاف شو باحق نہاں و آشکار
صوفیان صاف را این است کار

ترجمہ... "حق تعالیٰ کے ساتھ ظاہر و باطن میں صاف رہ، صوفیانِ اہلِ صفا کا یہی کام ہے۔"

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقائق کا اختیار، دقائق کا بیان اور خلق سے ناامید ہونے کا نام تصوف ہے۔

تحقیقی امر یہ ہے کہ تصوف نام ہے:

"أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ

يَرَاكَ" (مشکوٰۃ ص ۱۱ بحوالہ بخاری و مسلم)

یعنی اس طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یعنی اگر تو
اس کو نہیں دیکھ سکتا تو یقین کر کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ اس کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
"احسان" فرمایا ہے۔

حاصل یہ کہ تصوف کی اصل احسان ہے، جو عبارت ہے صدق توجہ الی اللہ
سے، فافہم!

علم، عمل اور احسان لازم ملزوم ہیں:

احکام الٰہی کا جب تک علم نہ ہو عمل ممکن نہیں، اور عمل کے بغیر علم بے سود
ہے، اور علم و عمل دونوں بلا احسان کے ناقص ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ تَفَقَّهَ
وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ"

یعنی جو صوفی ہو اور علم سے بے بہرہ رہا وہ زندیق ہوا، اور جس نے علم
دین حاصل کیا مگر تصوف حاصل نہ کیا وہ فاسق ہوا، اور جس نے دونوں کو حاصل کیا
پس اس نے تحقیق سے کام لیا۔

فائدۂ تصوف:

تصوف کا فائدہ تصوف کی تعریف سے ظاہر ہو چکا ہے کہ تصوف سے ظاہر و
باطن کی آبادی ہوتی ہے، جس سے سعادت دارین، فلاح دارین، مراتب ترقی دارین۔

دربار شاہی الٰہی کی حاضر باشی و قرب کی تحصیل اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت ہے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، اٰمِيْن!

فصل ثانی:

رفع مغالطہ متصوفین:

بعض لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ تصوف ایک جداگانہ چیز ہے جسے اسلام سے کوئی تعلق نہیں، مگر یہ مغالطہ لاعلمی اور قلت معلومات یا کج فہمی کا نتیجہ ہے۔

دراصل تصوف تزکیۂ قلب کا نام ہے، جیسا کہ تعریف تصوف میں گزرا ہے، لہٰذا "تزکیہ" اخلاق رذیلہ، اعتقاد فاسدہ اور اعمال سیئہ سے پاک ہونے، اور اخلاق حمیدہ، اعتقادات صحیحہ اور اعمال حسنہ سے متصف ہونے کو کہتے ہیں، اول کو تخلیہ اور ثانی کو تحلیہ کہتے ہیں، یہی ہی تصوف ہے، اور یہی مطلوب اسلام ہے۔

ارشاد الٰہی: "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" (الشمس ۹) کا یہی مصداق ہے، نیز تصوف کے دو اصول ہیں ایک خودی کا فنا اور دوسرا دوئی کا فنا۔

دوئی کا فنا "لا الٰہ الا اللہ" میں ہے، اس لئے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک "لا الٰہ الا اللہ" کے معنی چار ہیں:

۱۔۔ مبتدی کے لئے "لا معبود الا اللہ"۔

۲۔۔ اور منتہی کے لئے "لا موجود الا اللہ"۔

۳۔۔اور سیر کرنے والے سالک کے لئے "لا مقصود الا اللہ"۔

۳۔ ۔ اور عروج والے سالک کے لئے "لا مشہود الا اللہ" ہے۔

اور خلوق کے بننے کا حاصل کلمہ "محمد رسول اللہ" میں ہے، اس لئے کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کا رسول اور پیغمبر ہونے کی تصدیق کرلی تو تمام معاملات، عبادات، اقتصادیات، سیاسیات، تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل وغیرہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکمل طور پر تابع رہنا ہوگا۔ اسی کو شریعت: "اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً" (البقرۃ ۲۰۸) (اسلام میں سارے کے سارے داخل ہوجاؤ)، اور "وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ" (لقمان ۲۲) (جس نے اپنے منہ کو خدا کے آگے جھکا دیا اس حال میں کہ وہ مخلص ہے) فرماتی ہے، اور اصحاب طریقت فرماتے ہیں اگر اس درجہ کا اتباع حاصل ہو کہ سالک کا ارادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادۂ مبارک میں فنا ہو جائے تو اسے فنا فی الرسول فرماتے ہیں، اور قرآن مجید اس کو: "وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (الاحزاب ۵۶) فرماتا ہے، اور اگر سالک کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادۂ پاک میں فنا ہو جائے تو یہ فنا فی اللہ کہلاتا ہے، اور شریعت ایسے پاک نفس کو "نفس مطمئنہ" فرماتی ہے، فافہم! پس شریعت عین تصوف اور تصوف عین شریعت ہے:

كَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلًا صَحِيْحًا
وَاٰفَتُهٗ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيْمِ

ترجمہ: ..."کتنے ہیں جو کہ صحیح بات کو جھٹلاتے ہیں؟
دراصل اس کی آفت اس کی عقل و فکر کا بیمار ہونا ہے"

فصلِ ثالث:

ظاہر و باطن کی تعمیر:

ظاہر جسم کی طہارت سے اکثر دانشمند واقف ہیں، کون نہیں جانتا کہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، فرج اور شکم کو اغلاط سے پاک کرنا نعمت و رحمت ہے، اور فکرمند، حساب و کتاب آخرت کے ڈر سے، اغلاط جسمانی سے بچنے کی سعی بھی کرتے ہیں:

اے دہاں بر بند تا بینی عیاں
چشم بند آنجہاں حلق و دہاں

ترجمہ..."یہ منہ بند کر، تاکہ دیکھے تو ظاہرا، اس جہاں میں آنکھ، حلق اور منہ بند کر۔"

مراد ہر کہ برآری مطیع امر تو گشت
خلاف نفس کہ فرماں دہد چو یافت مراد

ترجمہ..."تو جس شخص کی مراد پوری کر دے، وہ تیرے حکم کا فرماں بردار ہو جاتا ہے، جو کہ خلاف نفس کا حکم دیتا ہے، کیسے مراد پائے؟"

اور باطن کی طہارت، امراض قلبی، مثلاً: حسد، کینہ، کبر، غفلت، غرور اور ضلال وغیرہ، سے اکثر بے التفات ہیں، بعض کو تو اس کا پتا بھی نہیں کہ دل بھی بیمار ہوتا ہے، اور بعض تغافل فرماتے ہیں، اور بعض خود بیمار ہیں اور خود اپنے نفس کے آپ معالج ہیں، پس جیسے جسمانی مرض کے لئے ڈاکٹر و طبیب کی ضرورت ہے، ویسے ہی

فصل چہارم:

صوفیہ کی اقسام:

بعض علماء نے گروہ صوفیہ کو تین قسم پر منقسم فرمایا ہے: ۱:۔ صوفی، ۲:۔ متصوف، ۳:۔ مستصوف۔

۱:۔ صوفی: وہ ہے کہ مقتضیات بشریت سے آزاد ہو کر حقیقت سے پیوستہ ہو گیا ہو اور اپنی ذات سے فانی ہو کر حق تعالیٰ سے باقی ہو۔

۲:۔ متصوف: صاحب اصول ہیں، جو مجاہدہ سے مرتبہ وصول تک پہنچنے کی کوشش میں مصروف ہوں۔

۳:۔ مستصوف: صاحب فضول ہیں، جنھوں نے دنیا کمانے کے لئے صوفیوں کی صورت بنا رکھی ہو مگر کمالات صوفیہ سے کوئی حصہ حاصل نہ کیا ہو۔

بعض نے دو قسم اور بھی فرمائی ہیں۔ ۱:۔ ملامتیہ ۲:۔ قلندریہ۔

۱:۔ ملامتیہ: وہ جماعت ہے جو اخلاص میں بے حد کوشش کرتی ہے، دوست بہت رکھتی ہے، اور اپنے کمالات کو ظاہری شکستہ حالی میں پوشیدہ رکھتی ہے۔

۲:۔ قلندریہ: وہ جماعت ہے جو عبادات، مقامات اور کرامات سے تجاوز کر جاتے ہیں، اس کے سوا اس کے اور معنی بھی ہیں۔

زمین و آسمان ہر دو شریف اند

قلندر را ورین ہر دو مکان نیست

ترجمہ: "زمین و آسمان دونوں بلند قدر ہیں، قلندر کو ان دونوں میں جگہ نہیں ہے۔"

کسے گفت: قلندر آنکہ فوق الوصل جوید، (کسی نے کہا کہ: قلندر وہ ہے جو وصل سے بڑھ کر تلاش کرتا ہے)۔

فصل پنجم:

تصوف اور فقر میں فرق:

فقیر اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک نہیں سمجھتا، وہ معانی دل لگانے سے بھی گریز کرتا ہے، تاکہ حساب میں نہ آئے، اور فضیلت، ثواب اور دخول جنت کی توقع رکھتا ہے، اور متصوف جمعیت اور سلامت کا طالب رہتا ہے، جو اپنے اختیار و ارادہ کو اللہ تعالیٰ کے اختیار و ارادہ میں فنا کر دیتا ہے، رضا بالقضا اس پر غالب رہتی ہے۔

فصل ششم:

تقسیم عارفین:

عارفین خواہ اصحاب تمکین ہوں یا تلوین، بہ لحاظ روش تین اقسام میں منقسم ہیں:

۱۔ بعض خواص بحر حقیقت وہ ہیں کہ احکام ظاہری سے اسرار الٰہی کے گوہر نکالتے ہیں، وہ ان کو برہنہ (واضح) کر کے لوگوں کے سامنے بالکل بے باکی سے پیش کرتے ہیں، وہ ملامت کی ذرہ بھی پروا نہیں کرتے۔

۲۔ بعض اپنے مشاہدات و مکاشفات کو رموز و حکایات میں بیان کرتے ہیں تاکہ حقیقت نااہلوں سے پوشیدہ رہے۔

۳۔ بعض بالکل خاموشی اختیار کرتے ہیں:

بخاطر ہیچ مضمون بہ ز لب بستن نمی آید
خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

ترجمہ... "لب بند رکھنے سے بہتر کوئی مضمون دل میں
نہیں آتا، خاموشی ایسا معنی رکھتی ہے جو کہنے میں نہیں آتا۔"

بہ لبش قفل است و در دل رازہا ست
لب خموش و دل پر از آوازہا است

ترجمہ... "اس کے لب پر تالا ہے اور دل میں بہت
سے راز ہیں، لب خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے۔"

فصل ہفتم:

اصطلاحاتِ تصوف کی ضرورت:

جاننا چاہئے کہ انسان اپنے خیالات کا اظہار یا عبارت سے کر سکتا ہے یا اشارہ سے، مثلاً چشم، ابرو، سر اور ہاتھوں کی حرکت سے، جیسے نادان بچے یا گونگے کیا کرتے ہیں، اور بسا اوقات اشارات میں وہ وسعت ہوتی ہے جو عبارت کے معانی میں نہیں ہوتی، مثلاً غصے کے تیور، یاس و حسرت کی تصویر اور شوخی کی ادائیں وغیرہ وہ نمایاں نقشہ دکھاتے ہیں جو عبارت میں ادا نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح معنی کا وجود پہلے تھا، الفاظ بعد میں وضع ہوئے۔ الفاظ کا مقصد مجاز کی طرف راہ دکھانا ہے، الفاظ بھی پورا کرتے ہیں، وہ بھی پورا حق ادا نہیں کر سکتے:

در تنگ ہائے صورت معنی چگونہ گنجد

در کلبۂ گدایان سلطان چہ کار دارد

ترجمہ: "تنگ جگہ میں معنیٰ کی صورت کیسے سمائے؟

فقیروں کی جماعت میں بادشاہ کا کیا کام؟"

اللہ تعالیٰ نے انسان کی فہمائش کے لئے بھی وہی الفاظ برتے ہیں جو انسان کی سمجھ میں آ سکتے تھے، جیسے قدم، استویٰ، وجہ وغیرہ، ورنہ یہ الفاظ حقیقت کے معیار و مصداق سے کوسوں دور ہیں، اسی بنا پر کچھ لوگ اہل تصوف نے بھی وہ الفاظ برتے ہیں جو ظاہر بینوں کو کم سمجھ آتے ہیں، اس لئے کہ بعض مضامین ایسے ہیں جن کو رموز و کنایات میں بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ نااہلوں سے پوشیدہ رہیں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

ترجمہ: "مصلحت نہیں کہ راز پردہ سے باہر نکلے۔

ورنہ رندوں کی مجلس میں نیست کی کوئی خبر نہیں۔"

اگر صاف صاف بیان کئے جائیں تو عوام ان کو کچھ کا کچھ سمجھ کر گمراہ ہو جائیں گے، دقائق و حقائق کے سمجھ دار کے لئے اشارات کنایات کرتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ جب تک عمل صحیح اور کیفیات کے میدان میں قدم نہ بڑھایا جائے اور مرشد صحیح راہنمائی نہ کرے، نہ تصوف سمجھ سکتا ہے اور نہ تصوف کی اصطلاحات سے

بحضرت خواستم از سر وحدت یابم آگاہی

خطاب آمد کہ از پیر مغاں خواہ آنچہ میخواہی

ترجمہ: "میں نے چاہا کہ سر وحدت سے خبر پاؤں،

جواب آیا کہ شیخ کامل سے طلب کر جو کچھ تو چاہتا ہے۔"

نیز یاد رکھنا چاہئے کہ وہ عبارات جو وجدانی حالات کی تعبیر کے لئے مخصوص ہیں، وہ اہلِ مواجید کا حصہ ہے، نہ اہلِ عقل کو ان میں دخل ہے، نہ اہلِ تقلید کو:

مجاز نیست احوالِ حقیقت
نہ ہر کس یابد اسرارِ طریقت

ترجمہ:... ''احوالِ حقیقت مجاز نہیں ہیں، ہر شخص اسرارِ طریقت کو نہیں پاسکتا۔''

پس اصطلاحات عموماً دو اقسام کی ہیں: ۱:... علمی۔ ۲:... شاعرانہ۔

۱:... علمی اصطلاحات، مثلاً: وحدت، احدیت، واحدیت، برزخ، عروج، نزول، وجود، شہود، سکر اور صحو وغیرہ۔

۲:... شاعرانہ اصطلاحات، مثلاً: قد و قامت، زُلف، خط، خال، چشم، ابرو، رُخسار، لب اور دہن وغیرہ۔ شاعرانہ اصطلاحات نہایت بلیغ اور معنی خیز ہوتی ہیں، اس لئے کہ عالمِ امکان میں ہر شے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء کا عکس ہے، ممکن میں قدرت ہونا قدیر کی قدرت کا عکس ہے، مخلوق کی سماعت سمیع کی سمع کا عکس ہے، ممکن میں کلام کرنا کلیم کے کلام کا عکس ہے، اسی طور وجودِ ممکن اور افعالِ ممکن، وجودِ باری تعالیٰ اور افعالِ باری تعالیٰ کا عکس ہیں، وقس علیٰ ہذا۔

صورتِ انسانی جمیع اسماء و صفات کی جامع ہے، اور خلاصہ ہے جملہ موجودات کا، اور چشم، ابرو، زُلف، خط و خال صورتِ انسانی کے کمال کا باعث ہیں، ورنہ صورتِ انسانی ناقص رہتی ہے، اس لئے لازمی طور پر اس نتیجے پر آنا پڑے گا کہ عالمِ امکان میں یہ تمام چیزیں، واحدِ حقیقی کی ان خاص خاص صفات کا مظہر ہیں جن سے کمالاتِ الٰہی تعالیٰ کا ظہور ہے۔ گلشنِ راز والا فرماتا ہے:

ہر آں چیزے کہ در عالم عیاں است

چو عکسے ز آفتاب آں جہاں است

ترجمہ... "ہر چیز جو عالم ظاہر میں ہے، اس جہان کا عکس ہے مثل عکس آفتاب کے۔"

جہاں چوں خط و خال چشم و ابرو است

کہ ہر چیزے بجائے خویش نیکو است

ترجمہ... "جہاں، آنکھ و ابرو کے خط و خال کی مثل ہے کہ ہر چیز اپنی جگہ درست ہے۔"

تجلی گہ جمال و گہ جلال است

رخ و زلف آں معانی را مثال است

ترجمہ... "تجلی کبھی جمال ہے اور کبھی جلال ہے، ان معانی کے لئے رخ و زلف مثال ہے۔"

صفات حق تعالیٰ لطف و قہر است

رخ و زلف بتاں را زاں دو بہر است

ترجمہ... "حق تعالیٰ کی صفات لطف و قہر ہیں، رخ و زلف دوستوں کے لئے دو بہر ہیں۔"

ہر آں معنی کہ شد از ذوق پیدا

کجا تعبیر لفظی یابد اورا

ترجمہ... "ہر وہ معنی جو ذوق سے پیدا ہوتا ہے، لفظی تعبیر اس کو کیسے بیان کرے؟"

یعنی جب رخ سے تعبیر کرتے ہیں تو وہاں تجلی جمالی اور لطف مراد ہوتا ہے۔

اور جس چیز کو زلف سے تعبیر کرتے ہیں تو وہاں تجلیٔ جلالی اور قہر مراد ہوتا ہے۔

ہمہ را بستہ گیسوئے پریشاں داری

غمزۂ خاص بہر گبر و مسلماں داری

ترجمہ... "سب کے لئے پریشان گیسو بندھے ہوئے رکھتا ہے تو، آتش پرست (کافر) اور مسلمان کے لئے خاص اشارہ رکھتا ہے تو۔"

یعنی کسی کو قہر اور کسی کو لطف فرماتا ہے، اور اصطلاحات صوفیہ کی تشریح کتاب "سر دلبراں" اور "شرح مثنوی" وغیرہ میں مفصل موجود ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔ چند صفحات کا یہ مختصر رسالہ اس تفصیل کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

فصل ہشتم:

فضائل و کمالات اور مشکلات کا تلازم:

حدیث شریف میں ہے:

"حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ، وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ۔" (مشکوٰۃ ص: ۴۳۹ بحوالہ مسلم)

یعنی بہشت شدائد و تکلیف میں گھری ہوئی ہے، اور دوزخ پر لذائذ نفسانیہ کا احاطہ ہے، کوئی کمال بغیر مجاہدہ، مشقت اور مدت دراز کے حاصل ہونا دشوار ہے۔

شیوۂ نازک دلاں نبود سلوک راہ فقر

سخت دشوار است بار شیشہ و راہ سنگلاخ

ترجمہ... "راہ فقر پر چلنا نازک دل والوں کا کام نہیں ہے، شیشے کا بوجھ سخت دشوار ہے اور راستہ سنگلاخ۔"

۱.... مشکلِ اوّل: اتباعِ ہوا اور شہوت ہے، جس سے شقاوت و ضلالت ہوتی ہے:

آفت ایں در ہوا و شہوت است

ورنہ اینجا شربت اندر شربت است

ترجمہ...''اس در کی آفت ہوا و شہوت ہے، ورنہ

یہاں شربت در شربت ہے۔''

یعنی اس دروازے کی آفت خواہشِ نفسانی اور شہوت ہے، ورنہ یہاں لذائذِ روحانیہ کے مزے ہی مزے ہیں۔

۲... دوسری آفت: غفلت، سستی، محنت سے گریز، قلتِ فرصت، استاذِ کامل کا فقدان اور سہو و نسیان وغیرہ وغیرہ ہے۔

۳.... تیسری آفت: حصولِ کمالات کے درمیان یا بعد میں یہ چیزیں ہیں: عجب، غرور، ریا، کتمانِ حق، کبر، طمع وغیرہ وغیرہ:

''بِكُلِّ شَيْءٍ لَهُ آفَةٌ، وَلِلْعِلْمِ آفَاتٌ''

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

كَمْ عَالِمٍ مُتَكَبِّرٍ سَتَرَ التَّكَبُّرُ عِلْمَهُ

كَمْ جَاهِلٍ مُتَوَاضِعٍ سَتَرَ التَّوَاضُعُ جَهْلَهُ

ترجمہ...''بہت سے متکبر عالموں کے علم کو تکبر نے

چھپا رکھا ہے، اور بہت سے متواضع جاہلوں کے جہل کو تواضع نے

مستور کر رکھا ہے۔''

۴.... چوتھی آفت: شیخ، مرشد اور استاذ کی بے ادبی محروم کر دیتی ہے، صاحبِ مثنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یار چشم تست اے مرد شکار
از خس و خاشاک او را پاک دار

ترجمہ: "تیری آنکھ کا مطلوب شکار ہے اے مرد! اس
کو خس و خاشاک سے صاف رکھو"

یار سے مراد مرشد ہے، یعنی مرشد (گویا) تیری آنکھ ہے، اے شکاری! اس
آنکھ کو اسباب کدورت خاطر کے خس و خاشاک سے پاک رکھ۔

با صاف ضمیراں بادب باش کہ اینجا
از آب گہر آئینہ زنگار گرفت است

ترجمہ: "پاک دل والوں کے سامنے باادب رہو، کہ
یہاں آب موتی سے آئینہ زنگ پکڑتا ہے۔"

حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر حضرت میاں جی نور محمد
قدس سرہ کی شان میں ایک شخص بہت گستاخی کرتا تھا، مدت کے بعد اس کو ہدایت ہوئی
اور تائب ہوکر بصد خجلت و شرمساری، سرافگندہ و سرنگوں ہوکر بیعت کی التجا کی۔ آپ نے
بیعت فرمالیا، مگر چند دنوں بعد فرمایا: بھائی! طریقت کا مدار امانت پر ہے، میں اس میں
خیانت نہیں کرنا چاہتا، اس لئے صاف کہے دیتا ہوں کہ تم کو مجھ سے فیض نہ ہوگا، کوئی
اور مرشد تلاش کرو، میں ہر چند تمہاری طرف توجہ کرنا چاہتا ہوں، مگر تمہاری وہ بدی یاد
آکر توجہ تام سے مانع ہوجاتی ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

قلب آزار عزیزاں بہ دل ارباب صفا
زود آسان شکنی این شیشہ و مشکل پیوند

سوال:... کیا توبہ، ندامت اور طلب معافی کے بعد بھی بزرگوں کے دل
میں کدورت رہ جاتی ہے؟ کیا اس کو مرید نہیں کر سکتے؟

جواب:... کینہ اور کدورت الگ الگ چیزیں ہیں، کینہ وہ رذیلت ہے جو نفاق و بغض اور عداوت پر مشتمل ہوتی ہے، اہل اللہ تو بڑے لوگ ہیں، عام شرفاء اور بااخلاق لوگوں کا دامن بھی اس رذیلت کے دھبہ کا متحمل نہیں ہوتا، کینہ ور ہمیشہ چاہتا ہے کہ اپنے مخالف کو گزند پہنچائے اور انتقام لے، اور کدورت خاطر میں یہ باتیں نہیں ہوتیں، انتقام اور بدلہ لینے کا تو خیال تک نہیں ہوتا، صلح بھی ہوتی ہے اور عفو و درگزر بھی ہوتا ہے، مگر بمقتضائے بشریت دل میں بار و گرانی سی رہ جاتی ہے، جس کا ازالہ اپنے اختیار میں نہیں رہتا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کے قاتل حضرت وحشیؓ کے اسلام کو قبول فرمالیا اور بہ برکتِ اسلام وہ "صحابی" ہوئے، جس وجہ کو اخواث و اقطاب نہیں پہنچ سکتے، مگر ان کی صورت دیکھتے تو یہی فرماتے: "هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُغَيِّبَ عَنِّيْ؟" یعنی کیا تم ایسا کرسکتے ہو کہ میرے سامنے نہ آؤ؟ اس کا نام انقباض ہے، نہ کہ کینہ و حسد، فافہم!

۵:... شعائر اللہ یعنی وہ چیزیں جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم و محبت پر مشعر ہوں، مثلاً: قرآن مجید، حدیث، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، عملِ سنت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، احکامِ شریعت اور عملِ سنت وغیرہ، ان کی ہتک و حرمت کرنا بھی محرومی کا موجب ہے۔

اسلاف میں سے ایک شخص کسی بزرگ کی زیارت کے لئے گئے، وہ بزرگ رُخ کعبہ آرہے تھے، اسی اثنا میں انہوں نے کعبہ کی طرف تھوک دیا، وہ زیارت کرنے والا بغیر ملاقات کے واپس آگیا اور مصافحہ تک نہ کیا، کسی نے پوچھا کہ زیارت کو چلے تھے اور مصافحہ بھی نہ کیا؟ فرمایا: جس کو کعبہ کا ادب نہیں، اس کو اللہ تعالیٰ کا کیا ادب ہوگا؟

اسی طرح ایک بزرگ کسی مشہور فقیر کی زیارت کو گئے، اس سے ایک سنت کا ترک کرنا دیکھا، تو اس فقیر سے نہ ملے اور فرمایا: جس کو سنت کی قدر نہیں، اس کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا قدر و شان ہوگی؟ اسی طرح جس کو عظمتِ قرآن مجید

نہیں، اس کو اللہ تعالیٰ اعلم کی تجلی کی کیا عظمت و ہیبت ہوگی؟ قس علیٰ ہذا القیاس۔

سوال:... بہت سے ایسے لوگ دیکھے گئے ہیں جو بدعت میں مستغرق ہیں مگر ہزاروں کرامات، انوار، استغراق، محو، سکر، فنا اور بقا سے متصف ہیں؟

جواب:... اول یہ کہ قربِ الٰہی، مقبولیت، مدارج و معارج، پسندیدہ ہیں جو اتباعِ سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہیں، بوجہ "مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (النساء: ۸۰) جملہ شرطیہ ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ جس سے صاف ثابت ہوا کہ جس نے رسول اکرم علیہ السلام کی اطاعت نہ کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی، "وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا" (الاحزاب: ۳۶) اور جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی، وہ صاف گمراہ ہوا۔

کرامت: یعنی خرقِ عادت جیسے مومن کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے، ویسے ہی کافر، مشرک اور جوگی کے ہاتھ پر بھی خرقِ عادت ہوجاتا ہے۔ صحیح مسلم (ج ۲ ص ۳۹۷) میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل میں آیت "فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ" (الدخان: ۱۰) کو چھپایا، ابن صیاد نے کہا: "هُوَ الدُّخُّ" اس کو استدراج کہتے ہیں۔

حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ دریا پر تھے آپ کشتی کے انتظار میں بے تاب تھے، ایک مرید نے عرض کیا کہ آپ کے مریدوں میں اس قدر قوت و کرامت ہے کہ وہ بلا کشتی کے دریا پار جاسکتے ہیں، اور آپ اتنی صعوبت میں تکلیف کرتے ہیں؟ فرمایا کیا ایسی چیز ظاہر کروں؟ جو استدراج کے مشابہ ہے؟

بعض لوگ فرماتے ہیں کہ کرامت عورت کے حیض کی مثل ہے، اس کو چھپانا چاہیے، اور جن بزرگوں سے تمام کرامات ظاہر ہوئی ہیں، وہ بالآخر حسرت ک

ہوتے ہیں کہ یہ چیزیں ظاہر نہ ہوتیں:

ما برائے استقامت آمدیم
نہ پئے کشف و کرامات آمدیم

ترجمہ... "ہم استقامت کے لئے آئے ہیں، نہ کشف وکرامت کے لئے آئے ہیں۔"

زابلیس لعین بے سعادت
شود پیدا ہزاراں خرق عادت

ترجمہ... "ابلیس لعین بے سعادت سے ہزاروں خرق عادت چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔"

گہے از در درآید گہ از بام
گہے در دل نشیند گہ در اندام

ترجمہ... "وہ کبھی دروازہ سے آتا ہے، کبھی چھت سے، کبھی دل میں بیٹھتا ہے اور کبھی جسم میں۔"

رہا کن شطحیات و ترہات
خیال نور و اسباب و کرامات

ترجمہ... "خلاف شریعت اور فضول باتوں کو چھوڑ دو اور نور، اسباب اور کرامت کے خیال کو۔"

خیالات تو اندر حق پرستی است
وگر عجب و ہوا و خود پرستی است

ترجمہ... "تیرے خیالات حق پرستی میں (درست) ہیں، ورنہ تکبر، خواہش نفس اور خود پرستی ہیں۔"

حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامات توجہ در خلق است (کرامت مخلوق کی طرف توجہ کا نام ہے)۔ اور ولایت تجلی اسماء و صفات سے متجلی ہونا ہے، کہ جس میں توجہ الی الحق ہے، ان صفت کے حامل بزرگوں میں اس درجہ کا فرق ہے، جیسے خالق الخلق میں، جس کو مخلوق میں رنگ ہے، وہ اس کو کیسے مل سکے!؟ جس کو خالق کی صفات و اسماء سے روشنی ہے۔

انوار دو قسم پر ہیں: ایک رحمانی، دوم شیطانی۔

۱۔ انوار رحمانی: وہ انوار ہیں جو مشکوٰۃ نبوت کے واسطے سے فیض ہوتے ہیں، جن کا انحصار عمل بالقرآن والسنۃ پر ہے۔

۲۔۔۔ انوار شیطانی: وہ روشنی ہے جو ناری روشنی سے رونما ہوتی ہے، جو مثلہ ناری روشنی ہوتی ہے، ہر معاصی و نافرمانی میں تیز ہوتی ہے: کشف والوں کے نزدیک وہ کبھی نمودار ہو جاتی ہے، مرشد کامل کے بغیر مریض اس کی تمیز (پہچان) نہیں کر سکتا، ناری لطافت کا آخری درجہ اور نور حق کا پہلا درجہ مساوی مساوی ہوتے ہیں، جیسے آگ کی روشنی جو حسن اصل میں ہوتی ہے وہ بالکل بے ضرر ہوتی ہے، اور زیادہ نمایاں، مگر وہ ناری آزار اور بہیمیت کے اظہار سے ہے۔ عبادات محمدیہ کی انوار الٰہیہ ہوتے ہیں، وہ عنداللہ پسندیدہ ہیں اور ہمیشہ کے لئے ہیں، وہ انوار الٰہیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بہشت تک پہنچا دیں گے۔ بخلاف اس کے، وہ ناری روشنی، بدعت، شرک اور دوزخ تک لے جائے گی۔

بعض کبھی نور لطافت عناصر آب، خاک اور ہوا سے ظہور پذیر ہوتے ہیں، وہ اس کو نور الٰہی سمجھتا ہے، اور کبھی جواب نفس باطنہ کی لطافت محیط ہو جاتی ہے، جس کو سوائے شیخ خبیر و بصیر اور ماہر کے سمجھنا مشکل ہے، اس لئے انوار سلوک میں شیخ کامل حاذق ضروری ہے۔

ی طرح عبادات، وضو، نماز، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے انوار میں امتیاز کرنا، اس کے لئے کسی بڑے ماہر کی ضرورت ہے، اس لئے یہ راہ سوائے مرشد شیخ کے طے کرنا صد مشکل ہے: "بے مدد پیر نہ امکان تست" واللہ تعالیٰ اعلم!

فصل نہم:

سلوک کے اقسام:

سلوک دو قسم پر ہے: ایک سلوک نبوت، دوم سلوک ولایت۔
کسی سالک پر فیض نبوت کا غلبہ ہوتا ہے، اور کسی سالک پر فیض ولایت کا، ہر ایک کے آثار جدا جدا ہیں۔

سلوک نبوت کے آثار:

۱... طریق نبوت والے رزق کی تحصیل میں کمی نہیں کرتے ہیں؛ جو ملتا ہے اس پر قناعت کرتے ہیں، حرص و طمع سے بچتے ہیں۔

۲... خلق کی طرف افاضۂ فیض کے لئے رغبت کرتے ہیں، لیکن خلق سے دل نہیں لگاتے۔

۳... امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں زیادہ تندی کرتے ہیں۔

۴... ان پر ادب غالب ہوتا ہے، جیسا کہ صاحب شرع سے منقول ہے، اپنی طرف سے بذریعہ کشف وغیرہ اس پر اضافہ نہیں فرماتے، گرچہ وہ زیادتی خلاف شرع نہ ہو۔

۵... ان کا انتہائی مقام عبدیت ہے۔

۶... ان پر ذوق و شوق غالب نہیں ہوتا، بلکہ ان کو عبادت میں بھی طبعی مزہ نہیں

آتا، یعنی اگر نہ آئے تو دلگیر نہیں ہوتے، بلکہ حکم الٰہی سمجھ کر عبادت کرتے ہیں۔

۷... بہ مقتضائے "اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" (المؤمن ۶۰) (مجھے پکارو، قبول کروں گا)، دعا کو فرض سمجھتے ہیں۔

۸... اور دل سے زائد اسباب سے متمسک ہوتے ہیں، مگر اسباب کو سبب سمجھتے ہیں نہ کہ علت، یعنی سبب پر نظر نہیں رکھتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں بھی پہنی ہیں۔

۹... حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

۱۰... شریعت پر بڑی پختگی سے عمل کرتے ہیں۔

۱۱... ان پر محو غالب ہوتا ہے، وغیرہ ذالک۔

سلوک ولایت کے آثار

۱... کھانے پینے میں تقلل کیا کرتے ہیں۔

۲... خلق سے نفرت کرتے ہیں۔

۳... امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں کرتے، جب تک ان پر واجب نہ ہو، یعنی دوسرا کوئی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والا نہ ہو تو مجبوراً کرتے ہیں، یا بعض فرض و واجب کے ترک پر نکیر کرتے ہیں۔

۴... ان کو اپنے مکاشفات و تحقیقات پر اطمینان ہوتا ہے، اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، اگر خلاف شرع نہ ہو۔

۵... ان کا انتہائی مقام رضا ہے یا فنا الفنا۔

۶... ان پر ذوق و شوق غالب ہوتا ہے اور عبادات میں لذت بھی آتی ہے۔

۷... اسباب ظاہری کو ترک کر دیتے ہیں۔

۸...... اہتمام سے دعا نہیں مانگتے۔

۹...... حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خصوصاً زیادہ محبت کرتے ہیں، مگر اعتقاد فضیلت، ترتیب سے ہوتا ہے۔

۱۰...... ان سے شرائع کے امتثال میں کبھی تسامح بھی ہو جاتا ہے۔

۱۱...... ان پر سکر غالب ہوتا ہے۔

فائدہ: یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ انبیائے کرام شریعت کے خلاف کیا کرتے ہیں، اصل بات یہ ہے کہ ولی وہی ہوتا ہے جو تابعدار نبی علیہ السلام ہوتا ہے، بلکہ اولیائے کرام پر کبھی اس قدر سکر غالب ہوتا ہے اور محبت کی مستی ہوتی ہے کہ کبھی آگ دھشن، نسیان اور حیرت میں بلاقصد شریعت کا کوئی کام چھوٹ جاتا ہے، اور حضرات انبیائے کرام علیہم السلام سے کوئی کام نہیں چھوٹ سکتا، ان پر نہ سکر ہوتا ہے اور نہ شریعت کا کوئی کام چھوٹتا ہے، وہ ہمیشہ صحو و ہوش میں رہتے ہیں اور منصب رسالت کو بڑی ہمت سے ادا کرتے ہیں، فافہم!

سلوک ولایت کبھی انواری ہوتا ہے، اس میں استغراق، محو، اثبات، سکر، صحو، کشف القبور، کشف القلوب اور طے زمین، طے مسافت کا سمٹنا وغیرہ ہوتا ہے، اور کبھی سینہ کے اندر انوار بھی معلوم ہوتے ہیں، اس کو بعض صوفی سیر انفسی کہتے ہیں، اور کبھی انوار باہر نظر آتے ہیں، اس کو بعض لوگ سیر آفاقی کہتے ہیں، اور کبھی وہ انوار محیط ہمہ عالم معلوم ہوتے ہیں اور کبھی محیط نہیں ہوتے، مگر یہ سلوک ازحد خطرناک ہے، مرشد کامل و مکمل وہ ہوتا ہے جو انوار صحیحہ اور غیر صحیحہ کا امتیاز کرے، اور اپنے مرید کے گر جانے کا سخت اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس کو عجب اور کبر وغیرہ کا مرض لگ کر ہلاک نہ کر دے۔

سلوک ولایت کبھی عیب بینی کا ہوتا ہے کہ ہر لمحہ، ہر ساعت اور ہر منٹ

میں اس کی اپنے عیب پر نظر پڑتی رہتی ہے، تا کہ اپنے آپ کو کافر فرنگ بلکہ شیطان سے بھی بدتر سمجھتا رہے:

ہر کہ بر عیب خود بینا شود

روح اورا قوتے پیدا شود

ترجمہ..."جو شخص اپنے عیب پر نظر رکھتا ہے، اس کی روح قوت پکڑتی ہے۔"

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقولہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: جب تک اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بدتر نہ سمجھے کوچہ تصوف تک نہیں پہنچا۔ یعنی یہ تصور کرے کہ ممکن ہے کہ کافر کو ایمان نصیب ہو جائے اور وہ جنت کا مستحق قرار پائے، اور مجھ سے کوئی ایسی گستاخی سرزد ہو جائے کہ میں ایمان سلب ہو کر جہنم کا ایندھن نہ بن جاؤں۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ پر کسی صورت سے خاکستر ایسے طور آئی کہ تمام ریش مبارک اور کپڑے آلودہ ہو گئے، فرمانے لگے: اے نفس! شکر کر تو آگ کے لائق تھا، اور تجھ پر خاکستر ڈالی گئی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ذلیل کتے کو دیکھ کر رونے لگے، اور فرمایا: اگر مجھ پر ایمان کی پگڑی سلامت رہی تو میں اس سے بہتر ہوں گا، ورنہ اس سے بدتر ہوں گا، کیونکہ یہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اس سلوک کو سلوک سلف کہتے ہیں، یہ سلوک اسلم (سب سے زیادہ سلامتی والا) ہے، اس میں کبر کم ہوتا ہے، اس سے خودی، عجب اور کبر وغیرہ خود بخود نہیں رہتے۔

فصل دہم:

سلوک پر مرتب ہونے والے آثارِ سلوک:

بعض سالک اللہ کے فضل سے اس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ مثلاً: تقلید سے تحقیق کے درجہ میں پہنچتے ہیں، اور علم الیقین سے عین الیقین، اور عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچتے ہیں، جیسے مکہ مکرمہ کے متعلق ہر کسی سے سنا ہے، لہٰذا یہ علم الیقین ہے، جب مکہ مکرمہ کو جاکر دیکھیں گے تو وہ عین الیقین ہوگا، جب اس کے کمالات و انوار اور اس کے کوچہ و بازار سے واقف ہوں گے تو یہ حق الیقین ہے، اسی طرح جب بعض بندگانِ حق کے بارے میں حق تعالیٰ کے عشق کی بابت سنتے ہیں تو یہ علم الیقین ہے، اور جب کسی کو اس کے عشق میں مست دیکھتے ہیں تو یہ عین الیقین ہے، اگر خود بھی اس آتشِ عشق میں جلنے لگتے ہیں تو اب حق الیقین کے درجہ پر فائز ہوگئے، لہٰذا فرماتے ہیں کہ: یقین کے ادنیٰ درجہ پر کفایت نہ کرو، بلکہ اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کی سعی کرو، صرف کان سے سننے یا چشمِ ظاہر سے دیکھنے پر قانع نہ ہو، بلکہ چشمِ بصیرت اور مشاہدہ سے حق الیقین حاصل کرو۔

اے برادر! بے نہایت در گہیست
ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

اسی طرح بعض کو بعض عقائد یا احکام میں تقلید سے تحقیق حاصل ہوتی ہے، کسی کو تمام مسائل میں اور بعض کو کسی چیز میں علم استدلالی سے علم بدیہی عطا فرماتے ہیں، مثلاً تقدیر کے مسئلہ کا انکشاف ہو جائے۔

فصل یازدہم:

تجلیاتِ افعالیہ، صفاتیہ اور ذاتیہ:

زادِ دانشمند آثارِ قلم

زادِ صوفی چیست انوارِ قدم

ترجمہ... "دانش مند کا زادِ راہ قلم کے نشانات ہیں،

صوفی کا زاد کیا ہے؟ انوارِ قدم ہیں۔"

مطلب:... اہل علم ظاہری کا سرمایہ چونکہ قلم کے نشان ہیں اور صوفی کا سرمایہ ذاتِ قدیمہ کے انوار و تجلیات ہیں، پس کہاں ایک نشان قلم سے حروف تحریر جو کہ قابل زوال ہیں، اور کہاں ذاتِ قدیم کے انوار، پھر انوار اپنے دوام کے لحاظ سے بھی افضل ہیں اور انوار ہونے کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں۔

سالک پر اولاً حق سبحانہ کے افعال کا ظہور و پرتو پڑتا ہے، اس کو تجلی افعالی کہتے ہیں، اس میں افعالِ مخلوق، افعالِ الٰہی معلوم ہوتے ہیں، تجلی افعال خیر، صفاتِ جمالیہ کا عکس ہیں، اور برے کام صفاتِ جلالیہ کا پرتو ہوتے ہیں۔ گو برے کام کو اختیار کرنے میں زیر گرفت ہوتا ہے۔

پھر صفاتِ الٰہی کا عکس پڑنے سے صفاتِ مخلوق صفاتِ الٰہی معلوم ہوتی ہیں۔ مخلوق کا کلام صفت کلیمہ کا پرتو ہے، مخلوق کی سمع، قوت، قدرت، صفت سمیع، قوی و قدیر کا عکس ہیں، علیٰ ہذا القیاس۔

اس کے بعد ذات باری تعالیٰ ذاتِ بحت (خالص اللہ کی ذات) کا پرتو پڑنا تجلی ذات کہلاتا ہے، مذکورہ بالا شعر میں انوارِ قدم سے مراد تجلیاتِ افعال ہیں، تجلی

ذات میں سالک تمام مخلوق کا وجود گم پاتا ہے:

چو سلطان عزت علم در کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

ترجمہ:۔۔۔ "جو بادشاہ علم کی عزت کھینچتا ہے (قدروانی کرتا ہے) جہاں سر عدم کے گریباں میں کھینچتا ہے۔"

فصل دوازدہم:

ملکوت، جبروت اور لاہوت:

جاننا چاہئے کہ جب تک انسان خورد و نوش اور دیگر شہوات بشریہ میں پھنسا ہوا ہے، وہ ناسوت میں ہے، یعنی ناسوت، بشریت و عالم بشریت ہے۔

ملکوت: وہ عالم ہے جو ملائکہ اور نفوسِ قدسیہ کے لئے مختص ہے۔ سالک جب ذکر و مراقبہ کرتے کرتے ہوائے نفسانی سے برطرف ہوجاتا ہے اور ذکر و احکامِ الٰہی اس کی طبعی چیز بن جاتی ہے، اس کو ملکوتی کہتے ہیں، گویا کہ ملائکہ والے ذکر و تسبیح سے موصوف ہوگیا ہے۔

جبروت: مرتبہ وحدت و مرتبہ صفات حقیقت محمدی کا نام ہے، سالک جب غیر اللہ سے منقطع ہوکر مرتبہ تجرید پر فائز المرام ہوتا ہے، اس کو جبروتی کہتے ہیں۔

لاہوت: تجلی، تجلی، مقامِ فنا، کوپت تامہ، حقیقتِ وحدت جو جمیع اشیاء میں جاری و ساری ہے اور مرتبہ ذات کا نام لاہوت ہے۔ لاہوت، دراصل "لا ہو، الا ہو" ہے، سالک جب اس مقام پر پہنچتا ہے، تو اسم و رسم سے مبرا ہوجاتا ہے، وہم و خیال سے منزہ ہوجاتا ہے، بعض کے نزدیک یہ کیفیت آتی ہے، یعنی ایک آن کے لئے آتی

اور گئی، اور بعض کے نزدیک زمانی ہے، کچھ دیر رہتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

فصل سیزدہم:

شریعت، طریقت اور حقیقت:

شریعت اوامر و نواہی سے عبارت ہے، جن کی صراحت کتب فقہیہ میں ہے، وہ ایک صراط مستقیم ہے جو رب تعالیٰ تک پہنچاتا ہے، جس پر رضا اور ترک فرمان پر قہر و عذاب مرتب ہوتا ہے۔

طریقت: روش ارباب حال، تہذیب اخلاق یعنی اوصاف ذمیمہ کو اوصاف حمیدہ میں تبدیل کرنا ہے، اسے "سفر در وطن" بھی کہتے ہیں۔

حقیقت: ظہور توحید حقیقی، حقیقت ذات حق بلا حجاب تعینات کو کہتے ہیں، نماز کو فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات سے ادا کرنا شریعت ہے، اس میں خشوع کرنا طریقت ہے، اور اس طور ادا کرنا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، یا اللہ تعالیٰ اُسے دیکھ رہے ہیں، یہ حقیقت ہے۔ حقیقت مغز ہے، جس کا پوست شریعت ہے، طریقت مغز و پوست کے درمیان ایک برزخ ہے، مغز حقیقت، پوست شریعت و طریقت کے بغیر پختہ نہیں ہوتا، بلکہ خطرہ میں رہتا ہے، دوسرے لفظوں میں گویا شریعت نسخہ ہے، طریقت اس کا طریقہ استعمال ہے، اور حقیقت اس کے نتائج کا حاصل کرنا ہے۔ اسی طرح روزہ صبح سے شام تک کھانے، پینے اور جماع نہ کرنے کا نام ہے، یہ شریعت ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی غلطی سے بھی بچنا، یہ طریقت ہے، اور روزہ کی حالت میں ماسوا اللہ سے نظر اٹھ جانا، یہ حقیقت ہے، علیٰ ہذا القیاس۔

دنیوی پر اطلاع پالی ہوتی ہے، یہ کشف خلاف شرع لوگوں کو بھی ہوتا ہے، اہل سلوک
کی عالی ہمت امور دنیوی پر نہیں ٹھہرتی، اس کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔

اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام آخر میں قصداً حضرت خضر علیہ السلام سے
فراق کی غرض پوچھتے تھے، وہ لوگ صفات واسماء الٰہی تعالیٰ و افعال الٰہی تعالیٰ و احکام
الٰہی تعالیٰ کے کشف کو نصب العین رکھتے ہیں، ان کا تمام مقصد فنا فی اللہ و بقا باللہ ہوتا
ہے، اور جملہ جہانوں میں ہر مظہر کو اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کا ہی ظہور
سمجھتے ہیں۔

ہر کہ آید در نظر غیر تو نیست
یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

کشف معنوی: حقائق کی صورتوں سے مجرد ہوتا ہے، یہ کشف اسم علیم اور
حکیم کی تجلیات سے حاصل ہوتا ہے، اس میں معانی غیبیہ اور حقائق مخفیہ اچانک ظہور
کرتے ہیں (یہ مختصر رسالہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا)۔

فصل پانزدہم:

جذب و سلوک:

ابتداءً سالک کے لئے تجلیات افعال کی ضرورت ہوتی ہے، جب وہ ان
تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے تو فرط شوق سے مطلوب حقیقی تک قرب کی منازل طے کرتا
ہے، پھر اس جانب سے بھی جذب ہوتا ہے تو بتدریج دشواریاں کم ہوتی جاتی ہیں،
اس سے ظاہر ہے کہ وصول الی المطلوب کا زیادہ مدار جذب الٰہی تعالیٰ پر ہوتا ہے، کسی
بزرگ نے فرمایا:

''جَذْبَةٌ رَبَّانِيَّةٌ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ''

یعنی تو مطلوب کے لئے ایک خداوندی کشش تمام جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے۔

کاروانے کہ بود بدرقہ اش لطفِ خدا
بتجمل بہ نشیند و بجلالت برود!

ترجمہ... ''جس قافلے کا رہبر خدا ہو، وہ خوبی سے
بیٹھتا ہے اور عزت سے چلتا ہے۔''

ارادہ تھا کہ حقیقتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دائما ابدا) کے متعلق قطرہ از بحر حوالۂ قلم کروں کہ جامی علیہ الرحمۃ کا شعر یاد آ گیا اور قلم روک دیا:

مزن جامی زحد خود بروں پا!
(اے جامی! اپنی حد سے باہر پاؤں مت پھیلا)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

عرضِ ضروری

ان سے تنگی اور اپنے حسنِ خلق و کمالات کے حجب سے تسامح، چشم پوشی اور رواداری کو پیشِ نظر رکھیں۔ انسان بھول چوک کا نام ہے:

اے زاغ دریں باغ چہ غوغا می کنی
دنیا سرائے فانی است چہ تماشا می کنی

ترجمہ: ''اے کوے! اس باغ میں تو کیا شور شرابا

کرتا ہے؟ دُنیا فانی سرائے ہے، تو کیا تماشہ کرتا ہے؟"

شاید پیکِ اجل عنقریب ہو اور بعد میں میرے رفقاء میں سے کوئی دانشمند زیرک زبان خلافت راشدۂ تصوف کا مدعی بن جائے، اور مجھ پر زندقی یا نام آوری یا ریاکاری سے دعویٰ کاذب کا بندہ پر الزام رکھے۔

یاد رکھنا چاہئے! کہ اجازت دینا چند قسم پر ہے: ایک سفارت محض کہ میری طرف سے لوگوں کو ذکر و مراقبہ کرائیں، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی ذاکرین سے اس کی تکمیل ہوتی جائے گی۔

دوم:... یہ کہ ذکر و مراقبہ تعلیم کرنے کی تم کو اجازت ہے، مگر اسی حد تک۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل بھی ہوتی ہے اور امتحان بھی ہوتا ہے کہ یہ شخص خلافت کے فرائض، بار، ور انتظام میں کیا کرسکتا ہے؟ اور کس انجام پر پہنچ سکتا ہے اور پہنچ سکتا ہے؟

سوم:... صحیح کی خلافت، وہ یہ ہے کہ شیخ کی اس میں فنا و بقا کے آثار پائے جائیں، اور انوارِ محمدی و فیوضِ محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو حامل ہو جائے، گویا وہ نقشِ مصطفوی کا پورا نقشہ بن جائے، اس کیفیت کو مرشدِ صحیح خوب جانتا ہے، اس کے لئے چند چیزیں جب تک نہ ہوں، یہ کمالات مشکل سے ہاتھ آتے ہیں:

اعتقادِ صحیح، عمل سنت بااہمت، ربط تام با شیخ، صحبت مرشد تا مدت مدید، مجاہدہ حسب وسعت، تاکہ فارغ وقت کو فارغ نہ رکھے اور ہر زمانہ مزید در مزید کمالات کی تحصیل کے لئے اشتیاق رکھے۔

اور ہر وقت اپنے نفس پر بدظنی رکھے تاکہ عجب وغیرہ پیدا نہ ہو، وغیرہ ذالک۔

بندہ نے جن اشخاص کو اجازت دی ہے، وہ دوسری قسم سے ہے، اللہ تعالیٰ ان کو کامل و مکمل فرمائے، آمین۔

خلفاء کے اسمائے گرامی:

١... مولانا با فضل زادہ مولوی سید بشیر احمد صاحب مدرس مدرسہ سراج العلوم لودھراں دام فیوضہ، کو سلسلہ نقشبندی میں۔

٢... مولانا حکیم غلام رسول صاحب مدظلہ کو سلسلہ قادریہ میں۔

٣... مولانا عزیز مولوی عبدالکریم صاحب ساکن روڈو سلطان ضلع جھنگ، سلسلہ نقشبندی میں۔

٤... مولانا مولوی عبدالحئی صاحب مول عرف ساکن اسلام آباد ضلع ملتان، سلسلہ نقشبندی و قادری میں۔

٥... محترم صوفی صادق عبدالرحمن صاحب شیر مرکوٹھا، سلسلہ نقشبندی میں۔

٦... عزیز صوفی حاجی محمد حسین صاحب ساکن ناہید رام ضلع ملتان، سلسلہ نقشبندی میں۔

اللّٰھم بارک لنا ولھم فی دینھم ودنیاھم وقلوبھم وثبتھم فی الدنیا والآخرۃ وعافھم وطول عمرھم ورزقھم شر الذنوب۔ اللّٰھم آمین!

عبداللہ عفی عنہ

اسلام آباد ڈاکخانہ شجاع آباد ضلع ملتان۔

٥ رجب المرجب ١٣٧٩ھ

"شریعت اوامر و نواہی سے عبارت ہے، جس
کی صراحت کتبِ فقہیہ میں ہے، وہ ایک صراطِ مستقیم
ہے جو ربِ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔"

آداب الشیخ والمرید

یعنی

پیرومرید کے آداب

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ!

بے شک بزرگان دین کے حالات، مقالات اور ملفوظات، معمولات علم و عمل کی روح، دین و دنیا اور آخرت کے لئے رہبر، خلوت کدہ کے لئے مونس، غمزدہ کے لئے انیس، دینی و دنیوی مشکلات کا حل، نور ایمان کے بڑھانے اور قلب میں قوت ایمان پیدا کرنے والے ہیں:

حرف از زبان دوست شنیدن چہ خوش بود
یا از زبان آں کہ شنید از زبان دوست

ترجمہ:... ''دوست کی زبان سے بات سننا کس قدر پسندیدہ ہے، یا اس کی زبان سے، جس نے دوست کی زبان سے سنا ہو۔''

تمام واقفین کو معلوم ہے کہ یہ ناچیز مؤلف تو ناکارہ ہے، مگر سلف صالحین کے الفاظ طیبات کے نقل کرنے کا عادی ہے، شاید کہ پاک لوگوں کے پاک کلام و معمولات کے بیان سے خیر کی توفیق نصیب ہوجائے، اور نیکوں کی دعائے مقبول سے بیڑا پار ہوجائے، اس رسالے کے اکثر مضامین حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی

تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سے ماخوذ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

فصل اول:

طریقت کے حصول کی ضرورت:

طریقت ہی صراط مستقیم ہے، طریقت اللہ تعالیٰ کے راستے کے سیکھنے کا نام ہے، راستہ کی شرافت یا افضلیت، اس کی غایت اور منزل مقصود سے ہوتی ہے، اور اس راستے یعنی طریقت کی غایت حق سبحانہ و تعالیٰ ہے، جو اشرف موجودات واعز معلومات ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے اس کا راستہ بھی سب سے اشرف و افضل ہوا، اور جو شخص اس راستے کا راہ نما ہوگا، وہ سب راہ نماؤں سے اکمل و اعلیٰ ہوگا، اور جو اس راستے پر چلنے والا ہوگا، وہ سب سے زیادہ خوش نصیب ہوگا، اس لئے عقل مند کو لائق ہے کہ اس راستے کے سوا کسی راستے کو اختیار نہ کرے، اسی راستے پر چلنے سے اس کی سعادت ابدی، و راحت دائمی ہے، پس جو طریق کہ سعادت ابدی، و فوز کبیر کا موجب ہو، اس کا حصول بھی ضروری ہوتا ہے، مگر اس طریق میں تلبیس ابلیس، اشتباہات اور حجابات بکثرت ہیں، لہٰذا سالک و شیخ کی پہچان ضروری ہے، اور چونکہ موجودہ زمانہ لمبے چوڑے جھوٹے دعووں سے بھرا ہوا ہے، نہ کوئی مرید صادق اور راسخ القدم نظر آتا ہے، ورنہ کوئی شیخ محقق نظر آتا ہے، جو مرید کو خود رائی اور رعونت سے نکالے اور اس پر طریق حق ظاہر کرے، اسی خبط اور تلبیس کے دفع کے لئے بندہ ناکارہ، رسالہ "آداب الشیخ والمرید" مؤلفہ امام عارف، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ، جس کا ترجمہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مدظلہ نے کیا ہے اور دیگر کتب حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ سے مختصر طور پر انتخاب کر کے اہل سلوک کی

خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مقبول بنائے۔ اہلِ طریق کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر کہیں غلطی دیکھیں تو اصلاح فرمادیں:

شاہاں راچہ عجب گر بنوازند گدارا!

فصلِ دوم:

طریقت میں شیخ کی ضرورت:

چونکہ یہ طریق شرف و عزت میں انتہائی درجہ رکھتا ہے اور وصول الی اللہ کی راہ ہے اس لئے اس پر ہر طرف سے ایسے اُمور کا ہجوم اور ورود ہوتا ہے کہ ہر کسی کا اس پر چلنا دُشوار ہے۔

شرح اس کی یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ: ہر انسان کے قلب پر ایک شیطان مسلط ہے، اور ایک فرشتہ۔ قلب میں جو خطرات (خیالات) پیدا ہوتے ہیں، وہ کبھی تو شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، اور کبھی فرشتے کی طرف سے۔ (رواہ مسلم)

فرشتے کی طرف سے دل پر جو خیالات آتے ہیں، اُن کو ملکوتی اور ربانی کہتے ہیں، اور جو خطرات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، ان کو نفسانی و شیطانی کہتے ہیں، اور بعض خطرات ایسے ہوتے ہیں جو ظاہر میں اچھے نظر آتے ہیں، مگر درحقیقت بُرے ہوتے ہیں، جیسے طالب علم کو وسوسہ ڈالا کہ علم سے مقصد عمل ہے، کسی شیخ کے پاس جا کر اللہ، اللہ کرتا رہ، علم پڑھ کر کیا کرے گا؟ ظاہر میں یہ خدشہ اچھا نظر آتا ہے کہ مقصد عمل ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب علم ہی صحیح نہ ہوگا تو عمل مقبول بھی نہ ہو سکے گا۔

طریقت میں امراضِ قلبیہ، مثلاً: حسد، کینہ اور طمع وغیرہ کا علاج ہوتا ہے، اور صحتِ رُوحانی، مثلاً: شکر، قناعت اور رضا بالقضا وغیرہ کی تحصیل ہوتی ہے، طالب،

سالک اور مرید خود بخود اپنی اصلاح نہیں کر سکتا، لہٰذا کسی ایسے ماہر، حاذق کی ضرورت ہے جو امراضِ روحانیہ کا واقف، تشخیص کا ماہر اور کسی بزرگ سے علاج کرنے کا مجاز ہو اور تمام خطراتِ حمیدہ وفاسدہ کا عالم اور مشتبہ خیالات میں امتیاز کرنے والا ہو، جس سے امراضِ قلبیہ کا علاج کرائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفا پائے، ایسے معالج کو پیر، شیخ اور مرشد کہتے ہیں، اور شفا کے طالب کو مرید وسالک کہتے ہیں، لہٰذا مرید کو شیخ ومرشد کی ضرورت ہے۔

فصلِ سوم:

شیخ ومرشد کی پہچان:

مرشد کامل کی علامات یہ ہیں:

۱:... بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو۔

۲:... عقائد، اعمال، اور اخلاق میں شرع کا پابند ہو۔

۳:... دُنیا کی حرص نہ رکھتا ہو۔

۴:... کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبۂ دُنیا ہے۔

۵:... کسی شیخ کامل کی صحبت میں کچھ عرصہ رہا ہو۔

۶:... اس زمانے کے منصف علماء ومشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں، عوام کی بہ نسبت دین دار وفہیم لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

۷:... اس سے جو لوگ بیعت ہوں، اتباعِ شریعت اور دُنیا کی حرص میں کمی کے اعتبار سے اُن میں سے اکثر کی حالت اچھی ہو۔

۸:... وہ شیخ تعلیم وتلقین کے اعتبار سے اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بُری بات دیکھنے یا سننے پر اُن کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر

ایک کو اس کا مرشد پر چھوڑ دے۔

۹... جس کی صحبت میں چند روز بیٹھنے سے حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی اور دنیا کی محبت میں کمی معلوم ہو۔

۱۰... خود بھی ذاکر و شاغل ہو، اس لئے کہ بدون عمل یا عزم عمل کے تعلیم و تلقین میں برکت نہیں ہوتی۔

فائدہ... یہ ضروری نہیں کہ اس سے کرامت، کشف، استجابت دعا اور تصرفات ظاہر ہوں، اس لئے کہ یہ چیزیں لوازم مشیخت میں سے نہیں، بلکہ وہ شیخ صالحین و مریدین کی اصلاح ظاہری و باطنی کا حریص ہو، "بالمؤمنین رؤوف رحیم" ہو۔

۱۱... مریدین کے مال کے حصول کا حریص نہ ہو۔

فصل چہارم:

شیخ و مرید کے فرائض۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل امور کو شمار فرمایا اور شیخ و مرید کے فرائض سے تعبیر فرمایا ہے:

۱... شیخ مرید کو آزاد نہ چھوڑے کہ جہاں چاہے جائے، بلکہ مرید اگر (یعنی صوفیائے کرام کے رہنے کی جگہ خانقاہ وغیرہ) سے نکلے تو شیخ سے اجازت لے کر نکلے، اور جس کام کے لئے جائے تو اجازت سے جائے۔

۲... شیخ مرید کو ہر غلطی پر جو اس سے صادر ہو، مناسب زجر و توبیخ کرے، اس میں عفو اور چشم پوشی کو روا نہ رکھے۔ اگر عفو و چشم پوشی کی تو اس نے مقام مشیخت میں خیانت کی اور اپنے رب تعالیٰ کی حرمت و عظمت پر قائم نہیں رہا۔

۳... شیخ مرید سے عہد لے کہ وہ شیخ سے کوئی خطرہ قلبی یا حال باطنی پوشیدہ

نہ رکھے گا، اور مرید، پیر کے کشف و فراست پر اعتماد کر کے امراض باطنی کو نہ چھپائے، ورنہ پیر و مرید کے لئے ہلاکت کا سبب ہے، اگر مرشد نے محض وجاہت و ریاست کے حصول کے لئے صرف کتب تصوف دیکھ کر یا لوگوں سے سن کر مرید کا علاج و تربیت کی تو پیر و مرید دونوں قیامت میں ماخوذ (باز پرس میں مبتلا) ہوں گے۔

۴:... شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: شیخ کو انبیاء و علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا دین، اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو اور شیخ پر واجب ہے کہ مرید کے ہر سانس و حرکت کا محاسبہ کرے اور مرید کو جتنا زیادہ مطیع و متبع دیکھے، اس پر اتنا زیادہ سختی کرے، کیونکہ اصلاح کا راستہ ہی شدت کا ہے، اس میں نرمی کو دخل نہیں، کیونکہ رخصتیں تو عوام کے لئے ہیں، نہ کہ خواص کے لئے۔ عوام کے لئے تو اس پر قناعت کرتے ہیں کہ ان پر ایمان، اسلام اور کچھ توجہ الی اللہ کا نام آ جائے، تاکہ فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کمی نہ آئے، اور خواص تو عشق و محبت اور معارج و مدارج حاصل کرنے کے شائق ہوتے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ مرید اصلاح کے لئے سختیاں برداشت کرے۔

۵:... مرشد پر واجب ہے کہ جب کوئی طریقت و معارف کے کسی مسئلہ یا احوال کے بیان میں اس سے جھگڑا کرنے لگے تو وہ اپنے کلام کو قطع کر دے، کیونکہ طریق صوفیہ میں جھگڑے کا نام نہیں۔ حضرت رسول سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے جب کسی بات میں جھگڑا ہوتا تو آپ فرما دیتے کہ نبی کے سامنے منازعت مناسب نہیں، ہاں! نرمی سے سمجھائے، اگر مرید کے فہم میں بات نہیں آئی تو وہ منازعت نہ کرے، بلکہ تسلیم یا سکوت کرے۔

۶:... شیخ پر واجب ہے کہ جب وہ یہ سمجھے کہ کسی مرید کے قلب میں اس کی حرمت و عظمت نہیں رہی تو اس کو صاف کہہ دے کہ کسی دوسرے کے پاس جا کر اپنی

اصلاح کرائے، کیونکہ یہ طریق بجز محبت، حرمت اور تسلیم کے حاصل نہیں ہوتا، اور مرید بھی اس کو اچھا سمجھے، دشمن بن کر اور بے اعتقاد ہو کر سلوک حاصل نہ کرے۔

۷۔ شیخ کے لئے تین مجلسیں ہونی چاہئیں: ایک عوام کے لئے، دوسری مریدین و اصحاب کے لئے، اور تیسری ہر سالک کے لئے جداگانہ مجلس ہو۔

مجلسِ عام میں شیخ کے مرید شریک نہ ہوں، کیونکہ مجلسِ عامہ میں کبھی نرم و سخت بات منہ سے نکل جاتی ہے، جس سے مرید کی فکر اور یقین میں خلل نہ آ جائے۔ مجلسِ عامہ میں حقوق اللہ، حقوق العباد، موافقت آداب شریعت، اکرام مسلم اور کثرت ذکر کی ترغیب وغیرہ کا بیان ہو اور دقیق مضامین و علوم مکاشفہ وغیرہ کا تذکرہ نہ کیا جائے، کیونکہ یہ چیزیں مجلسِ خاص میں ذکر کرنے کی ہیں۔

مجلسِ خاص میں اذکار، مجاہدات اور ان کے راستوں کی مناسب توضیح و تشریح کرے۔

انفرادی مجلس میں چاہئے کہ مرید کو زجر و تنبیہ کرتا رہے، اور جو حالات مرید پیش کرے، شیخ اس کے متعلق یہ ظاہر کرے کہ ادنیٰ درجے کا اور ناقص حال ہے، تاکہ مرید مغرور نہ ہو جائے اور شیخ ترغیبات سے تحصیل مقامات میں اس کی ہمت بڑھائے۔ شیخ احوال و واردات کے متعلق مرید سے فرما دے کہ یہ چیزیں محمود ہیں، مقصود نہیں۔

۸۔ شیخ کو اپنے لئے بھی خلوت کا کوئی وقت رکھنا چاہئے اور مرشد کو جو حضور مع اللہ حاصل ہے، اس پر اعتماد و اکتفا نہ کرے، کیونکہ کبھی غیبت سے آہستہ آہستہ حضور بھی ختم ہو جاتا ہے، نیز جمعیت پریشان (منتشر) ہو جانے کا سبب بن جاتی اور خلوت سے وحشت نہ ہونے لگے۔ بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ حضور مع اللہ کی تجدید نشست اور خلوت کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے وہ اپنے درجے سے نیچے گر گئے۔

۹... جب مرید اپنا کوئی خواب یا کشف بیان کرے تو مرشد اس خواب یا کشف کی حقیقت پوری بیان نہ کرے، بلکہ اس کو ایسے اعمال بتلائے جس سے مضرت وحجاب رفع ہو جائے، مرید عجب میں مبتلا نہ ہو، اور اس کو کشفیات کی تحقیق کی عادت نہ پڑے۔ مرید کے قلب میں مرشد کی جس قدر حرمت ہوگی، فیوض و برکات سے اسی قدر مستفیض ہوگا، اور مرید کو کلام و آداب میں جس قدر بے تکلفی بڑھتی جائے گی، قلب میں انقباض سے اسی قدر انکار پیدا ہوگا، پھر عمل بھی اسی قدر جاتا رہے گا، پھر جب عمل نہ رہے گا تو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب حائل ہو کر مرید مردود طریقت ہو جائے گا۔ ہم اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس سے عافیت طلب کرتے ہیں، اللّٰھم آمین!

۱۰... شیخ مرید کو کسی کے پاس بیٹھنے نہ دے، نہ مرید کسی سے ملے، نہ کوئی اس سے ملے، یعنی صوفی کے لئے ابتدا میں خلوت مناسب ہے، تصوف کا اصل مقصد یکسوئی ہے، جو خلوت سے حاصل ہوگا، اور جو حال مرید پر وارد ہو، اس کو شیخ کے علاوہ اپنے برادران طریقت سے بھی بیان نہ کرے، الا یہ کہ شیخ و مرشد اس کی اجازت دے دے۔

۱۱... شیخ کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ رات دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ اپنے مریدوں کے ساتھ مجالست نہ کرے، اور شیخ کے لئے ایک گوشۂ تنہائی گھر میں بھی ہونا چاہئے، اس میں اس کی اولاد بھی نہ جا سکے، بجز اس کے جس کو شیخ اجازت دے، تاکہ اس میں کسی مخلوق کی صورت نہ دیکھے، بلکہ خالق سے پیوستہ رہے۔

۱۲... شیخ کو لازم ہے کہ مرید کے لئے ایک گوشۂ تنہائی مقرر کرے جو اس کے لئے مخصوص ہو، کوئی اس میں نہ جا سکے، شیخ پہلے اس میں جا کر دو رکعت پڑھ کر پھر مرید کو بٹھلائے۔

۱۳... مرید اگر شیخ کے خلاف کرے تب بھی شیخ اپنی توجہات، دعا اور تعلیم کو

اس سے بخوبی کرے: "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ" (البقرۃ:۲۲۰)۔

فصل پنجم

مرید کے متعلق:

۱۴... مرید شیخ کا ہر طرح سے اتباع کرے بشرطیکہ گناہ نہ ہو، قرآن کریم کا ارشاد ہے: "وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ" (لقمان:۱۵)۔

۱۵... مرید اپنے شیخ کو نہایت ادب سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ مسئلہ مختلف فیہ نہ ہو، مثلاً شیخ حنفی المذہب ہے اور مرید شافعی المذہب ہے، تو مرید اپنے مذہب پر چلے گا، اور پیر اپنے خیال پر مرید کو مجبور نہ کرے، پیری مریدی کا حاصل اخلاق رذیلہ اور اعتقادات فاسدہ سے قلب کی اصلاح ہے، مسائل فرعیہ میں اختلاف بے فائدہ ہے، اگر وہ امر متفق علیہ بدعت ہے تو تنہائی میں شیخ سے ایک، دو بار نرمی سے عرض کرے، بس۔

۱۶... پیر کے ساتھ اگر صفائی قلب کا تعلق ہے تو مرید، پیر کے خانگی معاملات میں دخل نہ دے، نہ کسی سے اس بارے میں پوچھے، کیونکہ اگر شیخ کے بارے میں بے اعتقادی آگئی تو مرید کا کام خراب ہوجائے گا۔ اگر مرشد ناراض ہوگیا تو فیوضات بند ہوجائیں گے، اور مرشد کی ناراضگی میں دین و دنیا کا نقصان ہے، والتفصیل فی الکتب المطولۃ، فافہم!

مکتوب مجددی میں ہے کہ: اگر مرشد ناراض ہوگیا لیکن مرید کے حالات وواردات میں نقصان نہیں ہوا تو یہ استدراج ہے، اس کا انجام نہایت بُرا نکلے گا۔

۱۷... مرید کو واجب ہے کہ سچے شیخ سے اپنی تمام مشقتیں اٹھائے، کیونکہ جو شخص اپنا بوجھ اپنے پیر پر ڈالتا ہے وہ بے ادب ہے، علاوہ ازیں جب

مرید اس کا عادی ہو جائے گا تو نفس اس کا خوگر ہو جائے گا، مرشد کے دل پر اگر
اس سے بار و گرانی آئی تو مرید کا نقصان ہو جائے گا، مثلاً مرشد مرید کو کھانا دیا کرتا
ہے، مگر بے وقت روٹی کی تکلیف دی تو مرشد کو بار و گرانی ہوگی، نیز مرید اگر پیر کو
کہے کہ یہ مال فلاں متعین مصرف پر خرچ کر دیں تو گویا مرید نے مرشد کو ملازم بنا کر
مصرف پر خرچ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ مرید مرشد کو دعوت قبول کرنے پر
مجبور کرے، وغیرہ ذالک۔ ایسے معاملات سے مرید محروم رہ جاتا ہے۔

۱۸... مرید، مرشد کا قلب مکدر نہ کرے، حضرت شیخ شمس الدین حنفی (متوفی
۸۴۷ھ) نے فرمایا کہ: درویشوں کے پاس کوئی لاٹھی نہیں جس سے بے ادبی کرنے
والوں کو مار کریں، بلکہ ان کا قلب بے ادبی کرنے والوں سے مکدر ہو جاتا ہے، جو ان
بے ادبوں کے لئے دین و دنیا کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔

(کذا فی کتاب روح تصوف ص:۱۴۳)

فوائد متفرقہ:

شیخ احمد ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۸۶ھ) نے فرمایا کہ:

"تم شیخ سے یہ مطالبہ نہ کرو کہ تم ان کے دل میں
رہو، بلکہ اپنے دل میں شیخ کو جگہ دو، جس قدر تم شیخ کو دل میں
رکھو گے، اسی قدر شیخ تمہیں اپنے دل میں جگہ دے گا۔"

حب دنیا کی علامت:

شیخ مذکور رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ:

"حب دنیا کی علامت یہ ہے کہ مرید لوگوں کی مذمت
سے ڈرے، اور ان سے محبت مدح اور ثنا کی امید رکھے، کیونکہ

اگر یہ زاہد ہوتا تو نہ اُس سے ڈرتا، نہ اُن کی محبت کرتا۔"

ریاکار کی علامت:

حضرت شیخ عبدالوہاب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، جن کا زمانہ ۸۲۵ھ کا ہے اور اُن کی وفات کا پتا نہیں، فرماتے تھے کہ:

"ریاکار کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی عیب اس کی طرف منسوب کیا جائے تو وہ اپنے نفس کی طرف سے جوابدہی کرنے لگے، اور جب اس کے سامنے دوسرے بزرگوں کا تذکرہ کیا جائے تو اُن کی تنقیص کرے۔"

نفع بقدرِ محبتِ شیخ:

شیخ داؤد کبیر بن ماخلا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

"مریدین کے قلوب پر انوار کی بارش کا ذریعہ مرید کی صدقِ محبت ہے، یعنی شیخ سے مخلصانہ محبت جس قدر زیادہ ہوگی، انوار و برکات اسی قدر زیادہ حاصل ہوں گے۔"

ذاکر، شاغل کی مشغولی کو قطع کرنا:

شیخ ابومدین مغربی رحمہ اللہ جن کا زمانہ ۵۸۰ھ کا ہے، سے منقول ہے کہ:

"جو شخص حق تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول ہونے والے کو قطع کرے، یعنی اس کا دھیان بٹائے، حق تعالیٰ اس کو اپنے سے قطع فرما دیتے ہیں، اور جو شخص کسی مشغول بحق کو اپنی طرف مشغول (متوجہ) کرے، اس کو حق تعالیٰ کا غضب فوراً پکڑ لیتا ہے۔"

تصوف کی منازل:

شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۶۳ھ) سے منقول ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

"تصوف میں پہلی منزل علم ہے، درمیانی منزل عمل ہے اور آخری منزل عطائے خداوندی ہے، کیونکہ علم مراد مقصود کو ظاہر کر دیتا ہے، اور عمل اس کی طلب میں امداد کرتا ہے اور عطائے حق منزل مقصود تک پہنچاتی ہے۔"

مصائب کے اسباب و علامات:

حضرت سیدی عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۵۶۱ھ) فرماتے ہیں

"انسان پر مصیبت، کبھی قہر خداوندی ہوتا ہے، کبھی کفارۂ سیئات اور کبھی رفع درجات۔ ان کی علامات یہ ہیں

قہر والی مصیبت میں (انسان) جزع فزع اور بے صبری (کا اظہار) کرتا ہے اور مخلوق سے شکایت کرتا ہے۔

کفارۂ سیئات میں (انسان کو) صبر جمیل کی توفیق ہوتی ہے اور (اس میں) جزع فزع کم ہوتا ہے، دوست احباب کے ہوا (کرنے) میں ثقل نہیں ہوتا۔

رفع درجات کی علامات یہ ہیں کہ (اس) مصیبت کے ساتھ ہی رضا و رغبت ہوتی ہے اور نفس میں سکون و اطمینان محسوس ہوتا ہے، یہاں تک کہ مصیبت دور ہو جائے۔"

نفع رساں شیخ؟

وہ شیخ مقتدا فائدہ دے سکتا ہے جو تادیب کرنے والا ہو، خیر خواہ ہو، عیوبِ نفس اور اعمال کے نقائص پر تنبیہ کرتا ہو، مفید چیزوں کا حکم اور مضر چیزوں سے روکنے والا ہو، اور اگر شیخ میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں تو اس کی صحبت مفید نہیں۔

اولیاء اللہ کی صحبت میں رہنے کا طریقہ:

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۹۷ھ) کا ارشاد ہے کہ:

"جب میں کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس طرح گیا کہ اپنے قلب کو تمام نسبتوں اور علوم و معارف سے خالی کرلیا اور اس کا منتظر رہا کہ ان کی زیارت اور کلام سے مجھ پر کیا برکات وارد ہوتی ہیں، اور یہ اس لئے کہ جو شخص کسی بزرگ کے پاس اپنا ذخیرہ لے کر گیا تو اس ذخیرہ کی وجہ سے اس بزرگ کی زیارت و صحبت اور ادب و کلام کی برکات سے محروم رہتا ہے۔"

اپنے نفس کا محاسبہ:

حضرت ابو العباس بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۰۹ھ یا ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

"محبت کا کمال یہ ہے کہ مرید اپنے نفس کا مواخذہ و محاسبہ جاری رکھے۔ اور فرمایا کہ: مردانگی یہ ہے کہ اپنے کسی عمل کو حق تعالیٰ کے لئے زیادہ قدر دانا نہ سمجھے بلکہ حقیر سمجھے۔"

مصلح پر اعتراض:

حضرت ابوعبداللہ محمد بن مناذل رحمۃ اللہ علیہ، جو حضرت حمدون رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں، سے منقول ہے کہ:

"تم جس شخص کے علوم کے محتاج ہو، اس کے عیوب پر نظر نہ کرو، کیونکہ مصلح کے عیوب پر نظر کرنے سے تم اس کے علوم کی برکات سے محروم رہ جاؤ گے۔"

اولیاء اللہ کا ادب:

حضرت ابوالحسین بن حیان جمال رحمۃ اللہ جو خراز کے اصحاب میں سے ہیں، سے منقول ہے فرمایا:

"اولیاء اللہ کی قدر شناسی وہی کر سکتا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم الدرجت ہو۔"

اپنے کمال کو زائل سمجھنا:

حضرت شاہ شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

"اہل فضل و کمال کی فضیلت اس وقت تک ہے، جب تک کہ وہ خود اس (فضل و کمال) کی طرف نظر و التفات نہ کریں، اور جب اس کی طرف نظر ہونے لگے تو کوئی فضیلت نہ رہی۔"

مطلب یہ کہ خود بینی سے فضل و کمال ور ولایت نہیں رہتی، اور جن بزرگوں

سے اپنی ولایت وکمال کا اعلان منقول ہے، وہ خود بینی کے طور پر نہ تھا، بلکہ کسی وارد کے ماتحت، یا کسی دینی مصلحت کی بنا پر ہوا ہے۔

نیز فرمایا:

"کوئی عابد اس سے اچھی عبادت نہیں کرسکتا کہ ایسے اعمال اختیار کرے جن سے وہ اولیاء اللہ کی نظر میں محبوب بن جائے، کیونکہ جب اس نے اولیاء اللہ سے محبت کی تو گویا اللہ تعالیٰ ہی سے محبت کی، اور اگر اولیاء اللہ نے اس سے محبت کی تو گویا اللہ تعالیٰ ہی نے اس سے محبت کی۔"

زبانی ذکر بھی نعمت ہے:

حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ (جو غالباً ابوعثمان حیری متوفی ۲۹۸ھ ہیں) سے منقول ہے کہ:

"کسی نے اُن سے کہا کہ: ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، مگر اپنے دلوں میں حلاوت نہیں پاتے؟ فرمایا: شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعضاء میں سے ایک عضو (یعنی زبان) کو اپنی طاعت وعبادت سے آراستہ فرمایا ہے۔"

زیارت کے آداب:

حضرت علی خواص قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ سے منقول ہے کہ:

"زیارت کرنے والے کے آداب میں سے ہے کہ جس شخص کی زیارت کے لئے گیا ہے اس کو اپنے جانے کی وجہ

سے حق تعالیٰ کی طرف سے مشغول و غافل نہ کرے۔ مشغول نہ
کرنے کی دو صورتیں ہیں

ایک: تو یہ کہ اس کا حال اس قدر قوی ہو کہ کوئی چیز
اس کے شاغل و مانع نہیں ہوتی۔

دوم: یہ کہ ایسے وقت زیارت کے لئے جائے جب وہ
فارغ ہو۔"

امام شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اسی پر قیاس کر لیں کہ اس کے ضروری پیشہ اور کاروبار
میں بھی حارج نہ ہو، جس کے ذریعے سے وہ اپنے آپ کو لوگوں
سے سوال کرنے سے بچاتا ہے۔"

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اس کی علمی خدمت میں بھی حارج نہ ہو، جس کے
ذریعہ وہ لوگوں کو عذاب الٰہی سے بچاتا ہے۔"

نیز (حضرت علی خواصؒ) فرماتے تھے کہ:

"زیارت کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ جب تک
اس کو اپنے نفس پر یہ اطمینان نہ ہو کہ جس شخص کی زیارت کے
لئے جارہا ہے، اگر اس کے عیب کو دیکھے گا تو پردہ پوشی کرے گا،
اس وقت تک کسی کی زیارت کے لئے نہ جائے، کیونکہ اس
صورت میں زیارت نہ کرنا بہتر ہے۔"

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اس سے وہ عیوب مستثنیٰ ہیں جو لوگوں کے دین میں
ضرر رساں ہوں، کیونکہ ایسے عیب کا ظاہر کرنا واجب ہے۔"

مرشد وظیفہ پڑھنے میں یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو کہ دوسروں کی طرف التفات کرنے سے گرانی ہو تو مرید ایسی جگہ جا کر نہ بیٹھے جس سے مرشد کا دل مشوش ہو، جیسے قریب جا کر بیٹھ جانا کہ پیر صاحب فارغ ہوں گے تو بات کروں گا۔ اس سے مرشد صاحب نہ کام میں پورے دل سے رہیں گے، نہ زیارت والے کی طرف متوجہ ہوں گے، بلکہ مرید ایسی جگہ جا کر بیٹھے کہ مرشد صاحب کو اس کا پتا نہ ہو، خط بھی نہ بھیجے، دروازہ بھی نہ کھٹکھٹائے، جب تک مرشد فارغ نہ ہو جائے، اس وقت تک اس کو کوئی آواز نہ دے، ورنہ زیارت کرنے والے کا نقصان ہے، فافہم!

مرشد سے احوال چھپانا:

حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

"اپنے مرشد سے خیالات و خطرات قبیحہ شہوانیہ وغیرہ بھی نہ چھپائے، گو ان کا اظہار عرفاً خلافِ حیا سمجھا جاتا ہے، کیونکہ شیخ اس کا طبیب ہے، اور طبیب سے امراض کا پوشیدہ کرنا مریض کا نقصان ہے۔"

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ:

"مراد اس سے وہ عیوب و معاصی ہیں جن کا علاج دقیق و مشکل ہو، وہ معاصی مراد نہیں جن کا علاج واضح و ظاہر ہو۔"

عبادات میں اصلاحِ نیت:

حضرت علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

"ذاکر کو چاہئے کہ اس کا ذکر محض تعبد و بندگی کی نیت سے ہو، کسی مقام کی طلب کے لئے نہ ہو۔"

اللّٰھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آلہ واتباعہ

من الصلٰوۃ والسلام افضلھما واکملھما وادومھما

اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین

التصوف
في
حقيقة البيعة والتصوف
يعنی
بیعت و تصوف کی حقیقت
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ مُزَكِّيًا لِّلْاُمَّةِ وَمُعَلِّمًا
بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ

بیعت و ارادت کو بدعت اور علم تصوف کو ناجائز و بے فائدہ تصور کرنا، ان تمام عقائد فاسدہ کا مبداء ان کے حقائق سے ناواقفی اور لاعلمی ہے۔ حقائق معلوم ہوجانے کے بعد غیب کو ان میں ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں رہتا، اس لئے آپ کے سامنے ان حقائق کا ذکر کیا جاتا ہے۔

تصوف اور اس کی حقیقت:

عوام اور بہت سے خواص کو اس مسئلہ میں کیسے کیسے مغالطے ہیں؟ اس کی تفصیل طویل ہے، چنانچہ کوئی کشف و کرامات اور تصرفات کو تصوف جانتا ہے، کوئی اشغال و مراقبات اور احوال و کیفیات کو تصوف یقین کرتا ہے، کوئی خاص خاص رسوم و عادات کو تصوف سمجھتا ہے، کسی کے نزدیک ریاضات، مجاہدات اور ترک تعلقات کا نام تصوف ہے، کوئی فلسفی مزاج تصوف سے مراد وحدۃ الوجود، وحدۃ الشہود کے نظریات لیتا ہے، اور اس کو اسرار و دقیات کا مجموعہ قرار دیتا ہے، حتیٰ کہ اہل مغرب نے اس کا نام سرّیت (مسٹزم) رکھ دیا ہے۔

خود مسلمانوں میں بھی بعضوں نے اس کو محض بے سر و پا رازی بنا رکھا ہے، اور سب گمراہیوں سے بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں، اور انہوں نے تصوف، طریقت، حقیقت اور معرفت کو شریعت کا مقابل یا اس کی ضد گمان کر لیا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ جس طرح انسان کامل کے دو رُخ ہیں، مثلاً: ظاہر و باطن، یا قلب و قالب، اسی طرح دینِ کامل کے بھی دو رُخ ہیں: ایک شریعت اور دُوسرا طریقت۔

جس طرح شریعت اَحکامِ ظاہری و قانونی کا نام ہے، خواہ مامورات ہوں، جیسے: کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ، یا مناہی ہوں جیسے: کلماتِ کفر و شرک کے افعال، زنا، چوری، سودخوری اور رشوت وغیرہ۔

اسی طرح طریقت بھی نام ہے اَحکامِ باطنی و قلبی کا، خواہ مامورات ہوں، جیسے: ایمان، تصدیق، عقائدِ حقہ، صبر، شکر، توکل، رضا بالقضا، تفویض، اخلاص، محبتِ خدا اور محبتِ رسول وغیرہ، یا مناہی ہوں جیسے: عقائدِ باطلہ، بے صبری، ناشکری، ریا، تکبر، عُجب اور حسد وغیرہ۔ پہلی قسم کے اَحکام کو فقہِ ظاہری اور دُوسری قسم کے اَحکام کو فقہِ باطنی کہا جاتا ہے۔ اسی فقہ باطنی کا نام تصوف ہے، جس کا موضوعِ بحث قلب کا بناؤ سنوار، اس کی سلامتی و صحت کی حفاظت، اس کے بگاڑ، فساد و بیماری کا علاج اور کیفیاتِ حسنہ کا قلب میں پیدا کرنا، اور خصائل رذائل کا قلب سے ازالہ کرنا ہے۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ کسی شے کے کمال کا تعلق ہمیشہ اس کے ظاہر سے زیادہ باطن، کمیت سے زیادہ کیفیت، چھلکے سے زیادہ مغز، جسم سے زیادہ جان اور صورت سے زیادہ معنی سے ہوتا ہے، تو ظاہر ہے کہ فقہ باطن (تصوف) کا موضوعِ بحث بھی یہی ہوگا۔

لہٰذا جس طرح قرآنِ کریم میں: "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" (البقرۃ:۴۳)

کا حکم موجود ہے، اسی طرح: "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا" (اے ایمان والو! صبر کرو) اور: "وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ" (البقرہ: ۱۷۲) (اللہ کا شکر بجا لاؤ) بھی موجود ہے۔

اگر ایک مقام پر: "کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ" (البقرہ: ۱۸۳) اور "وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ" (آل عمران: ۹۷) پاؤ گے، تو دوسرے مقام میں: "یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ" (المائدہ: ۵۴) اور "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ" (البقرہ: ۱۶۵) بھی دیکھو گے۔

جہاں: "اِذَا قَامُوْا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی" (النساء: ۱۴۲) ہے، اسی کے ساتھ ہی "یُرَآءُوْنَ النَّاسَ" بھی موجود ہے۔

اگر ایک مقام میں تارک صلوٰۃ اور تارک زکوٰۃ کی مذمت ہے تو دوسرے مقام میں کبر و عجب کی برائی بھی موجود ہے۔

اسی طرح احادیث کو دیکھیں: جس طرح ان میں نماز، روزہ، بیع، شراء، نکاح اور طلاق کے ابواب پاؤ گے، اسی طرح ریاء، حسد اور کبر وغیرہ کے ابواب بھی دیکھو گے۔

اس بات سے کون مسلمان انکار کر سکتا ہے کہ جس طرح اعمال ظاہرہ حکم خداوندی ہیں، اسی طرح اعمال باطنہ بھی حکم الٰہی ہیں۔ کیا: "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" امر کا صیغہ ہے، تو "اِصْبِرُوْا"، "وَاشْکُرُوْا" امر کا صیغہ نہیں ہے؟ کیا: "کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ" سے روزہ کی مشروعیت اور مامور بہ ہونا ثابت ہے، اور "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ" سے محبت کا مامور بہ ہونا ثابت نہیں ہوتا؟

کیا اگر: "وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا" سے خدمت والدین کی فرضیت ثابت ہوتی ہے تو "اِنَّ الَّذِیْنَ ھُمْ مِّنْ خَشْیَۃِ رَبِّھِمْ مُّشْفِقُوْنَ" (المؤمنون: ۵۷) (بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کی ہیبت سے خوف زدہ رہتے ہیں) سے خشیت ثابت نہیں ہوتی؟

"وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا" (المزمل: ۸) (اور اپنے رب کا

کیا اس حدیث میں تحصیلِ اخلاص کی ترغیب نہیں دی گئی؟

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین فرمودہ درج ذیل دعائیں:

الف...... "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ قُلُوْبًا اَوَّاهَةً مُّخْبِتَةً مُّنِیْبَةً فِیْ سَبِیْلِکَ"

ترجمہ...... "اے اللہ! میں تجھ سے ایسے قلوب کا سوال کرتا ہوں جو نرم اور درد آشنا ہوں، ٹوٹے ہوئے ہوں، اور تیری طرف رجوع کرنے والے ہوں۔"

کیا اس دعا سے انابت الی اللہ ثابت نہیں ہوتی؟

ب...... "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ نَفْسًا بِکَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِکَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِکَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِکَ۔"

ترجمہ...... "اے اللہ! میں تجھ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جسے تجھ ہی سے اطمینان اور انس حاصل ہو، جسے تیری ملاقات پر سچا ایمان اور یقین نصیب ہو، جو تیری قضا و قدر پر راضی ہو، اور تیرے دیئے ہوئے پر قانع ہو۔"

کیا اس دعا سے اطمینان، تسلی، رضا بالقضا اور قناعت بالعطا ثابت نہیں ہوتے؟

اسی طرح حدیث نبوی:

"اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاکَ۔" (مشکوۃ ص ۱۱)

ترجمہ...... "تم اللہ کی عبادت اور بندگی اس طرح کرو، گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو، اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو تو وہ تو

تم کو ہر چیز اور ہر آن دیکھتا ہے۔"

میں "احسان" جس سے ایمان و اسلام کی تکمیل ہوتی ہے، نہیں سکھایا گیا؟

غرضیکہ ان تمام کیفیات محبت، خشیت، اخلاص، احسان، انابت، قناعت، یقین، استحضار، تسلیم، تفویض، صبر، شکر، توکل اور تواضع کی دین میں اہمیت ہے، اور یقیناً ان پر ایمان و اسلام کی تکمیل موقوف ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ امت کو ان کی تعلیم و ترغیب بھی دی ہے، تو ان میں سے کسی ایک کا، یا ان کے مجموعہ یعنی تصوف کو بدعت کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

تصوف کا مقصدِ اصلی:

بلکہ اگر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ تمام ظاہری اعمال باطن ہی کی اصلاح کے لئے ہیں، اور باطن کی صفائی (تصفیہ) ہی موجب نجات ہے، اور باطن کی کدورت موجب ہلاکت ہے، اور یہی تصوف کا اصل مقصد ہے۔

جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

الف... "قد افلح من زکّٰھا، وقد خاب من دسّٰھا۔" (الشمس:۹،۱۰)

ترجمہ... "بے شک جس نے نفس کو صاف کیا، کامیاب ہوا، اور جس نے اس کو میلا کیا، ناکام رہا۔"

ب... "یوم لا ینفع مال ولا بنون، الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔" (الشعراء:۸۸،۸۹)

ترجمہ: "جس دن مال اور اولاد کام نہ آئیں گے، مگر جو شخص اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آیا۔"

بس کہ در جان فگار و چشم بیدارم توئی
ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

اتباعِ رسول ﷺ

ظاہر ہے کہ جس اتباعِ رسول ﷺ کا حکم قرآن کریم اور حدیث نبوی میں دیا گیا ہے، وہ احکامِ ظاہرہ و باطنہ دونوں کو شامل ہے۔ اس حکم، اتباع اور اقتداء کو صرف احکامِ ظاہرہ تک محدود رکھنے کی آخر کیا دلیل ہے؟ یقیناً اس کی کوئی دلیل نہیں! کیونکہ اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم جہاں کہیں بھی وارد ہوا ہے، مطلق و غیر مقید صورت میں آیا ہے، اور اس میں ظاہر یا باطن کی کوئی تخصیص نہیں، بلکہ دونوں کے مجموعہ کو شامل ہے۔ لہٰذا اس میں صرف نماز کے اوقات، رکعات کی تعداد، رکوع، سجود کی ہیئت، قراءت، قیام اور تشہد کی نوعیت ہی نہیں، بلکہ نماز کے اندر خضوع، خشوع، حضور رتب میں ذوق اور شوق وغیرہ بھی اسی اسوۂ حسنہ کے حکم میں داخل ہیں، چونکہ ان لطائف و ذوق کا ادراک بھی نہیں ہے، اس لئے ان کا تحقق بھی نسبتاً خفی ہی ہوگا، تو غرض یہ کہ باطن رسول ﷺ کی اس پیروی کی بجز اس شخصیت کی پیروی کے کیا صورت ہوسکتی ہے جسے رسول ﷺ سے سلسلہ بسلسلہ یہ نعمت مل چکی ہو؟

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اصل مقصد بھی تو کلامِ مجید میں تلاوتِ آیاتِ الٰہی کے بعد ایک نہیں دو بتائے گئے ہیں۔

ضرورتِ مرشد:

قرآن کریم میں بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"اذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ"

(آل عمران:۱۶۴)

ترجمہ: ”جبکہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک ایسے
پیغمبر کو بھیجا کہ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر
سناتے ہیں اور ان لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو
کتاب اور فہم کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں۔“

اس آیت میں چند چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ ا:... تزکیۂ نفس، تقوائے قلب، ۲:... تعلیم و تشریح کتاب اور حکمت۔ کتاب و حکمت کی تعلیم و تشریح کا سامان تو محدثین وفقہاء... اللہ ان کی تربتوں کو ٹھنڈا رکھے... کی جانفشانیوں سے ہوگیا، لیکن تزکیۂ نفس کے حکم کی تعمیل کی عملی صورت کیا ہے؟ یا خدانخواستہ کہیں یہ صورت تو نہیں کہ اُمت نے اس حکم کو قابلِ تعمیل ہی نہ سمجھا ہو؟ نہیں! بالکل نہیں، بلکہ سو بار نہیں! ”مرشد کی تلاش“ یعنی ایک زندہ و کامل نائبِ رسول سے تعلق استوار اس سوال کا جواب ہے۔

”مرشد“ کے لفظ سے ہرگز چادر، گاگر، صندل، ستار اور طنبورہ کی طرف ذہن منتقل نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اس سے مراد وہ زندہ شخصیت ہے، جو اتباعِ شریعت کی خوگر اور اُسوۂ نبوی کی تصویر ہو، بلاشبہ مرشد، صحیح معنی میں مقلدِ محض ہوتا ہے، جو استاذِ ازل کے سبق کو دُہراتا ہے اور آئینے کے عقب میں طوطی کا مصداق ہوتا ہے، ایجاد و اختراع ہرگز اس کا منصب نہیں ہوتا، لیکن جزوی اجتہاد و استنباط کا دروازہ تو مقلدین کے ماہرینِ فقہ، اور غیر مقلدین کے ماہرینِ حدیث دونوں کے لئے کھلا ہوا ہے، پھر اس رحمتِ عالم کا دروازہ غریب صوفی ہی کے حق میں کیوں بند رہے؟ لہٰذا وہ بھی اپنے تجربات و مشاہدات کی طرف سے آنکھیں بند نہ رکھے گا۔

جس طرح اہلِ ظاہر، اپنے حواس و عقل کو معطل نہیں کر دیتے، اسی طرح مرشد اور معالج بھی نورِ نبوت ہی کی روشنی میں تدبیریں اور ماحول کی مناسبت سے مرض کی نوعیت اور مریض کے مزاج کے مطابق علاج نکالتا اور بتاتا رہے گا۔ یہ اس کی

خود رائی نہ ہوگی، یعنی اجزائے فہم دین ہوگا، یہ بدعت کی نہیں، اتباعِ سنت ہی کی
صورت ہوگی۔ البتہ اس کے لئے بھی حدود و قیود ضروری ہیں، جس طرح کہ فہمِ ظاہر
کے لئے اور احکام کے اجتہاد و استنباط کے لئے قاعدے اور پابندیاں ہیں، یہ نہیں کہ وہ
العیاذ باللہ جس چیز کا چاہے حکم دے دے، جس عمل کو چاہے ممنوع ٹھہرا دے، مصیبت
یہ ہے کہ دین کے مقدمات میں شاخیں پھوٹی ہیں اور اناڑیوں کی بھیڑ لگ رہی ہیں، اور
نتائج نکالتے وقت سرے سے اصلیت و واقعیت ہی سے انکار کر دیا جاتا ہے، یہ کہاں کا
انصاف اور کہاں کا تقاضائے دیانت ہے کہ اگر آپ کئی بار پیتل پر سونے کا دھوکا
کھا چکے ہوں، تو آپ سونے کے وجود ہی کا انکار کر بیٹھیں؟ اگر چوراہے کے اشتہاری
دوا فروش آپ کو ٹھگ چکے ہیں، تو آپ اطبائے حاذقین کے دشمن ہو جائیں؟

اس وقت ہمارا موضوع بحث وہ پیر و مرشد ہیں جو صحیح معنوں میں خلافت
رسولؐ کے مستحق ہیں اور پیکر صدق و اخلاص ہوں، صبر و شکر جن کا شعار ہو، تسلیم و
تفویض جن کا کردار ہو، جو اتباع سنت کا عملی نمونہ ہوں، جن کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے،
فسق و فجور سے کنارہ کش ہوں، دھوکہ و فریب سے بالکل عاری ہوں، ریاء و تکبر سے
تہی دامن ہوں، تکبر و تعصب کا نام و نشان نہ ہو، جن کی صحبت سے لوگ صبغۃ اللہ سے
رنگین ہو جاتے ہوں، نفع اللہ بھم آبانا و ابائکم، آمین!

اہم حقیقت:

اس طریق کی اہم حقیقت شیخ یا مرشد کی صحبت ہے، لفظ "صحابی" ہی زہد،
طاعت، تقویٰ، عبادت، علم، فضل، غرض کسی اور وصف کو نہیں، صرف صحبت ہی کی اہمیت
کو واضح کر رہا ہے، اور مرشد بھی وہی ہوتا ہے جس کا نفس نہ صرف خود ہی تزکیہ حاصل
کئے ہوتا ہے، بلکہ اپنی صحبت و رفاقت سے دوسروں پر بھی تزکیہ کا اثر ڈال سکتا ہے، اور

جو اپنے کمالات کو دوسروں تک متعدی کر سکتا ہے، شیخ وہ مصلح ہوتا ہے جو یہ صلاحیت رکھتا ہو کہ اپنی ہم نشینی سے دوسروں کی فطری صلاحیت کو ابھار سکے، پس مرید ہونے یا بیعت میں داخل ہونے کے معنی اس سے زائد کچھ نہیں کہ جس کے صالح و صادق ہونے پر بھروسہ ہو، اور جس کی شان طاعت و تقویٰ سے اپنا ضمیر و وجدان مطمئن ہو، اس کی اتباع کا قصد و اہتمام کیا جائے، اس کی خدمت میں حاضری دی جائے، بیعت اور مریدی کا اس معنی میں بدعت ہونا تو کیا؟ عین حکم الٰہی: "وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ" (التوبہ:۱۱۹) (اور ہو جاؤ راست بازوں کے ساتھ) کی تعمیل ہے۔

اسی مناسبت سے ذیل میں پوری آیت مع تشریح ملاحظہ ہو:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" (التوبہ:۱۱۹)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور ہو جاؤ راست بازوں کے ساتھ۔"

تشریح:... گویا محض ایمان کافی نہیں، کیونکہ یہ ایمان والوں ہی سے خطاب ہے، اور وہ ایمان تو پہلے لا ہی چکے ہیں۔

اب ایمان کے بعد ان سے کچھ اور مطالبہ بھی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:

اے ایمان والو! اللہ سے تقویٰ اختیار کرو، ادائے حقوق اور اجتناب معصیت وغیرہ سب اس حکم تقویٰ کے تحت آ گئے، لیکن اتنا ہی کافی نہیں، مزید حکم ملتا ہے کہ صادقوں کی معیت اختیار کرو اور راست بازوں کی صحبت و رفاقت میں رہو۔

بیعت و ارادت:

بیعت کی اصلی حقیقت خود لفظ "بیعت" و "ارادت" اور "مرید" کی اصطلاح

بلکہ نفسی معنی ان سے واضح ہو جاتی ہے، چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ارادہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"ارادہ محض آرزو و تمنا کا نام نہیں، بلکہ مراد پورا کرنے کے لئے ضروری اسباب و وسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزلِ مقصود کی طرف چل پڑنا ہے۔ پس مرید بھی اصطلاحاً وہ ہے، جو اپنی دینی، خصوصاً باطنی و قلبی اصلاح اور درستی کو مراد و منزل بنا کر اس کے لئے ضروری وسائل اختیار کرتا اور اس کی طرف چل پڑتا ہے۔

اور بیعت کے معنی ہیں اس منزلِ مقصود کے لئے کسی زیادہ واقف کار و رہبر و رفیق بنالینا اور اس کے پیچھے چلنا، تاکہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت ہو، بلکہ راستہ سہولت و راحت سے قطع ہو۔"

بالفاظ دیگر اپنے سے زیادہ واقف کار، ماہر اور مصلح کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سونپ دینا، جس طرح بائع مشتری کے ہاتھ اپنی چیز سونپ دیتا ہے، یا جیسے کوئی مریض اپنے آپ کو کسی حاذق طبیب کے حوالے کر دیتا ہے، اور وہ پرہیز میں عمل اس کی تجاویز و ہدایات پر عمل کرتا ہے، گویا جس طرح مریض و طبیب جسمانی کے مابین معاہدہ ہوتا ہے کہ طبیب صدق دل اور دیانت داری سے مرض جان کر اس کا علاج بتائے، اور مریض اس کے بتائے ہوئے نسخہ و ادویہ کو استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی وعدہ کرے کہ اسباب مرض و مہلکات سے پرہیز کرے گا۔ جس کا حاصل تین چیزیں ہیں:

ا۔ معاہدہ تو جانب طبیب کہ تشخیص مرض کے بعد صحیح نسخہ تجویز کرے

۲:۔ معاہدہ از جانب مریض کہ میں دوا کو حسب ہدایت استعمال کروں گا۔

۳:۔ اسباب مرض و مہلکات سے مکمل اجتناب و پرہیز کرے گا۔

بیعت:۔ اسی طرح مریض و طبیب روحانی کا حال ہے کہ ان میں بھی بیعت کا جو معاہدہ کیا جاتا ہے وہ بھی ان تین چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے:

۱۔۔ تربیت مرید کا عہد از جانب شیخ ۔

۲۔۔ اتباع مرشد کا عہد از جانب مرید۔

۳۔۔۔ [illegible] کی معاصی و منہیات سے توبہ اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم کرنا۔

اسی لئے شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

"والمبايعة عبارة عن المعاهدة سميت بذلك تشبيها بالمعاوضة المالية" (فتح الباری ج [illegible] ص [illegible])

ترجمہ:۔ "بیعت معاہدہ کو کہتے ہیں کیونکہ جس طرح مالی معاوضہ (بیع و شراء) جانبین سے ہوتا ہے اسی طرح بیعت میں بھی عہد جانبین سے ہوتا ہے۔"

مذکورہ بالا تینوں اجزاء ایسے ہیں کہ شریعت میں ان کا واضح اور یقینی ثبوت موجود ہے چنانچہ سورۃ فتح میں ارشاد ہے

"إن الذين يبايعونك إنما يبايعون الله يد الله فوق أيديهم فمن نكث فإنما ينكث على نفسه ومن أوفى بما عاهد عليه الله فسيؤتيه أجرا عظيما" (الفتح [illegible])

ترجمہ:۔ "جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر

ہے، پھر جو شخص عہد توڑے گا، سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی
پر پڑے گا، اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے
عہد کیا ہے، تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔"

فائدہ... اس آیت میں لفظ "عــــاهــــد" ہے جو باب مفاعلہ یعنی لفظ "مــعــاهــدہ" سے مشتق ہے، اور یہ علم صرف کا قاعدہ ہے کہ مفاعلہ کا صیغہ اشتراک پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا یہاں بھی لفظ "عــــاهــــد" اشتراک پر دلالت کرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ معاہدہ جو شیخ و مرید دونوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا تین اجزاء میں سے دو کا اثبات تو یہاں ہو سکتا ہے، رہا تیسرا جزء یعنی توبہ عن المعاصی، اس کا ذکر سورۃ الممتحنہ کی مندرجہ ذیل آیت سے ہوتا ہے۔

"یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ
عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا
یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ
وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ
لَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔" (الممتحنہ ۱۲)

ترجمہ... "اے پیغمبر! جب مسلمان عورتیں آپ کے
پاس آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے
ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی، اور نہ چوری کریں گی، اور نہ
بدکاری کریں گی، اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی، اور نہ کوئی وہ
بہتان کی اولاد لاویں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے
درمیان بنالیویں، اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ
کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ

کریں گی، تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ
تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کیجئے، بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیعت علی الایمان کے علاوہ نسیان و معصیت سے احتراز، اخلاق و عاداتِ حسنہ کی تحصیل، اور اخلاق و خصائلِ رذیلہ سے اجتناب پر بیعت لینے کا بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے، اور حضرات صوفیائے کرام بھی اِن ہی شرائط پر بیعت کرتے ہیں، جو آیتِ بالا میں مذکور ہیں، لہٰذا ان شرائط پر بیعتِ متعارفہ کو بدعت کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

ب:... "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔" (المائدۃ:۳۵)

ترجمہ:... "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو، اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہوجاؤ گے۔"

ج:... "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔" (الفتح:۱۰)

ترجمہ:... "جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں، خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، پھر جو شخص عہد توڑے گا، سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا، اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر خدا سے عہد کیا ہے، تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔"

فائدہ:... مترجم القول الجمیل لکھتے ہیں کہ:

"پس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔
مولانا (مصنف) نے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے
جدامجد حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کے ایک مرید سے سنا کہ
ان کے ہم عصر ایک عالم نے ان سے بیعت کے سنت یا بدعت
ہونے میں گفتگو کی، جدامجد نے واسطے مشروعیت بیعت کے اس
آیت سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلے سے
ایمان مراد لیجئے، اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے،
چنانچہ "یــــایھــا الذین آمنوا" اس پر دلالت کرتا ہے، اور عمل
صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے، اس واسطے
کہ تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے، اس
واسطے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ
کا مقتضی ہے، اور اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ
بھی تقویٰ میں داخل ہے، پس متعین ہو گیا کہ وسیلے سے مراد
ارادت اور بیعت مرشد کی ہے، پھر اس کے بعد مجاہدہ اور
ریاضت سے ذکر و فکر میں تا فنا حاصل ہو کہ عبارت ہے
وصول ذات پاک سے۔ واللہ اعلم!"

(شاہ اسمٰعیل، ترجمہ القول الجمیل ص:۳۲)

(...) "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک
فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا
رحیما"
(النساء: ۶۴)

ترجمہ: "اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھے تھے

اس وقت یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے، اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے، تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔"

اس آیت کو مولانا محمد اسحٰق صاحب مدظلہ العالی نے اثباتِ بیعت میں اس طرح پیش فرمایا ہے کہ اس میں اگرچہ لفظ بیعت مذکور نہیں ہے، مگر اس کی حقیقت کا تذکرہ ضرور ہے، لوگوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہارِ توبہ کی ہدایت فرمائی گئی ہے، توبہ کے دونوں اجزا (گزشتہ پر ندامت، اور آئندہ معاصی سے احتراز کا عزم و عہد) کو سامنے رکھیں، تو یہ وعدۂ تقویٰ و اطاعت ہے، جس میں بیعت کے دونوں اجزا (توبہ عن الذنوب، اور وعدۂ اتباعِ شیخ من جانب مرید) آجاتے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے استغفار اعانت اور وعدۂ اعانت ہے، جو بیعت کی تیسری جزو (وعدۂ تربیتِ مرید من جانب شیخ) پر مشتمل ہے، تو اجمالاً اس آیت میں بھی بیعتِ مروجہ کا ذکر ہوا، واللہ اعلم!

ثبوتِ بیعت کی احادیث:

...... "عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ، فَقَالَ: فِيْمَا أَخَذَ عَلَيْنَا أَنْ بَايَعْنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيْهِ بُرْهَانٌ" (کتاب الفتن بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۵، کتاب الامارۃ)

ترجمہ:… ''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا اور ہم نے آپؐ سے بیعت کی، تو آپؐ نے ہم سے جن چیزوں پر عہد لیا وہ یہ تھیں کہ: ہم آپ کی بیعت کریں اس بات پر کہ (احکام) سنیں اور اطاعت کریں، خوشی میں بھی اور ناگواری میں بھی، تنگی میں بھی اور خوش حالی میں بھی، اور ہم پر (کسی کو) ترجیح دینے پر اور اس چیز پر کہ ہم نہیں جھگڑیں گے کسی امر میں اس کے اہل سے، مگر یہ کہ کفرِ صریح دیکھیں، جس میں اللہ کی طرف سے کھلی ہوئی دلیل تمہارے پاس ہو۔''

۲:… ''عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَدَاةٍ بَارِدَةٍ وَالْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ يَحْفِرُوْنَ الْخَنْدَقَ، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْخَيْرَ خَيْرُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ. فَاَجَابُوْا: نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا، عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا.''

(بخاری کتاب الاحکام ج:۲ ص:۲۲)

ترجمہ:… ''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈی صبح کو نکلے اور مہاجرین اور انصار خندق کھود رہے تھے، تو آپؐ نے فرمایا: اے اللہ! بہتر خیر تو آخرت والی ہے، لہٰذا انصار و مہاجرین کو معاف فرمادیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا: ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے، جب تک رہیں گے ہمیشہ جہاد

کرتے رہیں گے۔"

۳:... "عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: کنا اذا بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعة یقول لنا: فیما استطعتم!"

ترجمہ: "حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (احکام) سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کرتے تو آپ فرماتے: جس پر تمہیں استطاعت ہو سکے۔"

۴:... "عن جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی السمع والطاعة، فلقننی فیما استطعت والنصح لکل مسلم۔"

ترجمہ... "حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی، تو آپ نے حسب استطاعت اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کی تلقین فرمائی۔"

۵:... "عن عبد اللہ بن دینار قال: لما بایع الناس عبد الملک کتب الیہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ: الی عبد الملک امیر المؤمنین: انی اقر بالسمع والطاعة لعبد الملک امیر المؤمنین علی سنة اللہ وسنة رسولہ فیما استطعت وان بنی قد اقروا بذالک۔"

ترجمہ... "حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ:

أَحَدُ النُّقَبَاءِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَحَوْلَهُ عِصَابَةٌ مِنْ أَصْحَابِهِ: بَايِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوا وَلَا تَزْنُوا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ وَلَا تَأْتُوا بِبُهْتَانٍ تَفْتَرُونَهُ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ وَلَا تَعْصُوا فِي مَعْرُوفٍ، فَمَنْ وَفَى مِنْكُمْ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ۔" (بخاری ج:۱ ص:۷ و مسلم)

ترجمہ:... "ابوالیمان نے حدیث بیان کی ہے کہ ہمیں شعیب نے خبر دی، زہری نے کہا ہے کہ ہمیں ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ نے خبر دی کہ عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ جو بدر میں بھی حاضر ہوئے تھے اور وہ لیلۃ العقبہ کے نقباء میں سے ایک نقیب ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ آپ کے اردگرد صحابہ کی ایک جماعت تھی کہ: مجھ سے بیعت کرو اِن اُمور پر کہ: تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بناؤ گے، اور نہ چوری کرو گے، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کرو گے، اور نہ کوئی بہتان تراشی کرو گے، اور نہ تم کسی اچھے حکم کی نافرمانی کرو گے، جس نے تم میں اپنے عہد کو پورا کیا، اس کو اللہ تعالیٰ اجر دیں گے، اور جس نے ان گناہوں میں کسی کا ارتکاب کیا، اس کو دُنیا میں (بھی) سزا دی جائے گی، پس یہ اس کا کفارہ ہوگی (دُنیا میں) (آخرت میں بھی سزا ملے گی، جب تک کہ یہ دل سے توبہ نہ کرے)۔"

حدیث میں تصریح ہے کہ جن لوگوں سے آپؐ نے بیعت کا حکم فرمایا تھا، وہ صحابہؓ تھے، مسلمان تو تھے ہی، باقی صرف التزام طاعت اور ترک معاصی پر بیعت لینا مقصود تھا، تو ثابت ہوا کہ اسلام اور جہاد کے علاوہ بھی بیعت لینا مسنون ہے، اور صوفیہ کے ہاں بھی اسی قسم کی بیعت لی جاتی ہے۔ حدیث عبادہ مختلف طریقوں سے نقل کی گئی ہے، لیکن سب سے جامع اور مفصل طریق یہ ہے:

۸…"حَدِیْثُ عُبَادَةَ مَا اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِیُّ اَنَّهُ جَرَتْ لَهُ قِصَّةٌ مَعَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عِنْدَ مُعَاوِیَةَ بِالشَّامِ فَقَالَ: یَا اَبَا هُرَیْرَةَ! اِنَّکَ لَمْ تَکُنْ مَعَنَا اِذْ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِی النَّشَاطِ وَالْکَسَلِ وَعَلَی الْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیِ عَنِ الْمُنْکَرِ وَعَلٰی اَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَلَا نَخَافُ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَعَلٰی اَنْ نَنْصُرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَدِمَ عَلَیْنَا یَثْرِبَ فَنَمْنَعَهُ مِمَّا نَمْنَعُ مِنْهُ اَنْفُسَنَا وَاَزْوَاجَنَا وَاَبْنَاءَنَا وَلَنَا الْجَنَّةُ فَهٰذِهٖ بَیْعَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الَّتِیْ بَایَعْنَاهُ عَلَیْهَا."

(فتح الباری ج:۱ ص:۶۲)

ترجمہ… "حدیث عبادہؓ جس کی تخریج مسند احمد اور طبرانی نے کی ہے، وہ یہ ہے کہ ان کا حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے سامنے شام میں قصہ پیش ہوا، تو انہوں نے کہا کہ: اے ابوہریرہ! آپ ہمارے ساتھ نہیں تھے جبکہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی (احکام) سننے اور طاعت کرنے پر (ہر حال میں) چستی و سستی میں، اور امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر پر، اور اس بات پر کہ ہم حق کہیں گے اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈریں گے، اور اس پر کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و مدد کریں گے، جبکہ وہ یثرب میں تشریف فرما ہوں، پس ہم ان سے دور کریں گے اس چیز کو جس سے ہم اپنی جانوں اور اپنی بیویوں اور بیٹوں کو دور کرتے ہیں، اور ہمارے لئے جنت ہوگی۔ پس یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بیعت ہے جس پر ہم نے بیعت کی ہے۔"

اس حدیث سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان اور جہاد کے علاوہ اطاعت و فرماں برداری، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، سچی بات کہنے، کذب و افتراء سے پرہیز کرنے، اور ثابت قدم ہوکر کسی ملامت کنندہ کی پرواہ نہ کرنے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و تعاون کرنے، اور آپ سے خیرخواہی سے پیش آنے، دشمنوں کی مضرتوں کو دفع کرنے کے علاوہ اعمال و اخلاق پر بھی بیعت لی ہے۔

۹:... "عَنْ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ۔"

(بخاری ج:۱ ص:۱۳)

ترجمہ:... "حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے، اور ہر مسلمان کی نصیحت و خیرخواہی کرنے پر۔"

حالت دیکھی کہ اتفاقاً چابک گر پڑا، تو وہ بھی کسی سے نہیں مانگا کہ اُٹھا کر ان کو دے دے۔"

اس حدیث کے ذیل میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضراتِ صوفیہ کرام میں جو بیعت معمول ہے، جس کا حاصل معاہدہ ہے التزامِ احکام واہتمامِ اعمالِ ظاہری و باطنی کا، جس کو ان کے عرف میں بیعتِ طریقت کہتے ہیں، بعض اہلِ ظاہر اس کو اس بناء پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں، صرف کافروں کو بیعتِ اسلام، اور مسلمانوں کو بیعتِ جہاد کرنا معمول تھا، مگر اس حدیث میں اس کا صریح اثبات موجود ہے کیونکہ مخاطبین چونکہ صحابہؓ ہیں، اس لئے یہ بیعتِ اسلام یقیناً نہیں کہ تحصیلِ حاصل لازم آتا ہے، اور مضمونِ بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعتِ جہاد بھی نہیں ہے، بلکہ بدلالتِ الفاظ معلوم ہے کہ التزامِ اہتمامِ اعمال کے لئے ہے، پس مقصود ثابت ہوگیا۔" (التکشف ص:۲۹۹ مطبوعہ بھارت)

۱۱:... "عَنِ ابْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ: قَالَ أَبُوْ سُهْمٍ: مَرَّتْ بِيْ اِمْرَأَةٌ فَأَخَذْتُ كَشْحَهَا ثُمَّ أَطْلَقْتُهَا فَأَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَايِعُ النَّاسَ فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ: أَلَسْتَ بِصَاحِبِ الْجُبَيْذَةِ بِالْأَمْسِ؟ قُلْتُ: بَلٰى! وَإِنِّيْ لَا أَعُوْدُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! فَبَايَعَنِيْ."

(اخرجہ رزین ص:۳۹۳ بحوالہ التکشف ص:۳۰۹، ۳۱۰)

ترجمہ:... "ابنِ ابی کثیر سے روایت ہے کہ: ابوسہم نے

کہا کہ: میرے سامنے سے ایک عورت گزری، میں نے (غلبۂ شہوت سے) اس کی کمر پکڑ لی، پھر اس کو (خوفِ خدا سے) چھوڑ دیا، اتفاق سے (اگلے دن) صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سبب سے لوگوں کو بیعت فرمانے لگے، میں بھی (اسی غرض کے لئے) حاضر ہوا، آپ نے فرمایا: تم وہی تو نہیں جس نے کل کے روز اس کو کھینچا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ: بے شک! اور میں اب ایسا نہ کروں گا یا رسول اللہ! پس آپ نے مجھ کو بیعت فرمالیا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تنبیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابی ایمان تو لے ہی آیا تھا، اب اعمالِ حسنہ کی تحصیل اور اخلاقِ رذیلہ سے تخلیہ پر بیعت کر رہا تھا، جس کو اس نے "لا أعود" کے الفاظ میں وعدہ کیا ہے۔

۱۲:... "عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه: أن أعرابيًا بايع رسول الله صلى الله عليه وسلم على الإسلام فأصابه وعك ... الخ"

(بخاری ج:۲ ص:[illegible] باب بیعۃ الاعراب، مع الفتح)

ترجمہ:... "حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ: ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی پس اس کو جب بخار آیا... الخ۔"

اس حدیث میں بیعت علی الاسلام کا ذکر ہے جو تمام اخلاق و اعمالِ حسنہ کا جامع ہے، جس میں بیعتِ متعارفہ کے تمام اجزا کا اجمالاً ذکر آجاتا ہے۔

۱۳:... "قال: حدثني مجاشع بن مسعود السلمي قال: أتيت النبي صلى الله عليه وسلم أبايعه

عَلَى الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: إِنَّ الْهِجْرَةَ قَدْ مَضَتْ لِأَهْلِهَا، وَلٰكِنْ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ۔"

(مسلم ج۲ ص۱۳۰ باب المبایعة بعد فتح مکہ)

ترجمہ: "مجاشع بن مسعود السلمی فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا کہ میں ہجرت پر بیعت کروں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہجرت تو اہل ہجرت کے لئے ہو چکی (یعنی اب ہجرت نہیں رہی)، البتہ اسلام، اور جہاد اور بھلائی پر بیعت ہو سکتی ہے۔"

حضرت مولانا اسحاق صاحب اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اسلام جامع حسنات ہے، جہاد خیر جزئی ہے، اور خیر جامع خیرات ہے، ان سب پر بیعت ہو سکتی ہے۔ (الاقول المرتضوی)

۱۴... "عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ: بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ عَلَيْنَا: "أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللهِ شَيْئًا" وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ۔" (بخاری ج۲ ص[illegible])

ترجمہ: "حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے ہم پر سورۂ ممتحنہ کی آیت تلاوت کی (جس میں عورتوں کی بیعت کا ذکر ہے) اور ہمیں نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔"

۱۵... "عَنْ عُقْبَةَ بْنِ صُهْبَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِيِّ قَالَ: إِنِّي مِمَّنْ شَهِدَ الشَّجَرَةَ فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ۔"

۱۹: "وعن عقبة بن صهبان قال سمعت عبد الله بن مغفل المزني في البول في المغتسل."

(بخاری ج ۲ ص ۷۱۷)

ترجمہ: "عقبہ بن صہبان سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن مغفل المزنی فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو درخت کی بیعت (بیعت رضوان) میں حاضر تھے، آپ نے کنکریں مارنے سے منع فرمایا۔"

ترجمہ: "اور عقبہ بن صہبان سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن مغفل المزنی سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے غسل خانے میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا تھا۔"

خلاصہ یہ کہ منصف مزاج حضرات ان آیات و احادیث سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت علی الایمان اور بیعت علی الاسلام کے علاوہ تمسک بالکتاب والسنۃ، شرک و بدعت سے اجتناب، اعمال حسنہ و ارکان اسلامیہ کو صحیح معنی میں ادا کرنے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، صبر و استقامت پر عمل پیرا ہونے، تقویٰ اختیار کرنے، اور فسق و فجور سے احتراز کرنے، پچھلے گناہوں سے توبہ اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عزم کرنے، مرشد کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنے، اور اس کے حکم کو سن کر اطاعت کرنے، وغیرہ امور پر بھی بیعت کی ہے، تو جو بیعت حضرات صوفیائے کرام کرتے ہیں، اس میں بھی ان امور مذکورہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس بیعت متعارفہ کو بدعت کہنا، کوئی بادلیل کہلائے گا؟

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"واستفاض عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

ان الناس کانوا یبایعونه تارة علی الھجرة والجھاد، وتارة علی اقامة ارکان الاسلام، وتارة علی الثبات والقرار فی معرکة الکفار، وتارة علی التمسک بالسنة والاجتناب عن البدعة، والحرص علی الطاعات." (القول الجمیل ص:۱۳،۱۴ مترجم کراچی)

ترجمہ:... "اور احادیث مشہورہ میں منقول ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لوگ بیعت کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ہجرت اور جہاد پر، اور گاہے اقامت ارکان اسلام، یعنی صوم وصلوٰۃ، حج وزکوٰۃ پر، اور گاہے ثبات اور قرار پر معرکۂ کفار میں، چنانچہ بیعت الرضوان، اور کبھی سنتِ نبوی کے تمسک پر، اور بدعت سے بچنے اور عبادت کے حریص اور شائق ہونے پر۔"

اور یہی وہ بیعت ہے جو صوفیاء کے ہاں معمول ہے، پھر فرماتے ہیں:

"فالحق ان البیعة علی اقسام، منها بیعة الخلافة، ومنها بیعة الاسلام، ومنها بیعة التمسک بحبل التقوی، ومنها بیعة الهجرة والجهاد، ومنها بیعة التوثق فی الجهاد." (ص:۱۹)

ترجمہ:... "تو حق یہ ہے کہ بیعت چند قسم پر ہے: بعضے بیعت خلافت کی، بعضے بیعت اسلام لانے کی، اور بعضے بیعت تقویٰ کی رسی پکڑنے کی، اور بعضے بیعت ہجرت اور جہاد کی، اور بعضے بیعت جہاد میں مضبوط رہنے کی۔"

آگے مزید فرماتے ہیں:

"وکانت بیعة الاسلام متروکة فی زمن الخلفاء اما فی زمن الراشدین منهم فلان دخول الناس فی الاسلام فی ایامهم کان غالباً بالقهر والسیف لا بالتألیف واظهار البرهان ولا طوعاً ورغبة واما فی غیرهم فلانهم کانوا فی الاکثر ظلمة فسقة لا یهتمون باقامة السنن کذالک بیعة التمسک بحبل التقوی کانت متروکة. اما فی زمان الخلفاء الراشدین فلکثرة الصحابة الذین استناروا بصحبة النبی صلی الله علیه وسلم وتأدبوا فی حضرته فکانوا لا یحتاجون الی بیعة الخلفاء، واما فی غیرهم فخوفاً من افتراق الکلمة وان یظن بهم منازعة الخلافة فتهیج الفتن وکانت الصوفیة یومئذٍ یقیمون الخرقة مقام البیعة ثم لما اندرس هذا الرسم فی الخلفاء انتهز الصوفیة الفرصة وتمسکوا بسنة البیعة. والله اعلم." (القول الجمیل ص: ۱۶، ۱۷)

ترجمہ... "اور مسلمان ہونے کی بیعت خلفاء کے زمانے میں متروک تھی۔ خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں بیعت اسلام تو اس واسطے متروک تھی کہ داخل ہونا لوگوں کا اسلام میں ان کے ایام میں اکثر بسبب شوکت اور تلوار کے تھا، نہ تالیف قلوب اور اظہار دلیل پر، ورنہ قبول اسلام اپنی خوشی اور رغبت پر تھا اور خلفائے راشدینؓ کے سوا اور خلفاء کے وقت میں چنانچہ

خلفائے مروانیہ اور عباسیہ کے وقت میں، اس واسطے بیعتِ اسلام متروک تھی کہ ان میں اکثر ظالم اور فاسق تھے، اقامتِ سنن دین میں کوشش بلیغ نہ کرتے تھے، اور اسی طرح تقویٰ کی رتی تھامنے کی بیعت زمانۂ خلفاء میں متروک ہوگئی تھی، خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں تو بسبب کثرتِ اصحاب کے متروک تھی، جو نورانی ہو چکے تھے بسبب صحبتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے، اور متأدب ہو گئے تھے آپ کے حضور میں، تو ان کو کچھ حاجت نہ تھی خلفاء سے بیعت کی تصفیۂ باطن کے واسطے، اور خلفاء کے سوا کے زمانے میں بسبب خوف پھوٹ پڑنے کے اور اس خوف سے کہ بیعت کرنے والوں کے ساتھ بیعتِ خلافت کا گمان کیا جاوے تو فساد اٹھے، بیعتِ مذکور متروک تھی، اور اس وقت میں اہلِ تصوف خرقۂ صوفی کو قائم مقامِ بیعت کے کرتے تھے، پھر بعد مدت یہ رسم بیعت کی ملوک اور سلاطین میں معدوم ہوگئی تو حضرات صوفیہ نے فرصت کو غنیمت جان کر سنتِ بیعت اختیار کی۔“

تو معلوم ہوا کہ بیعتِ متعارفہ (جو پیرانِ عظام میں مروّج ہے) نہ بدعت ہے، اور نہ باعثِ گناہ، بلکہ عین اتباعِ سنت: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“ (الاحزاب:۲۱) کے صورتِ عمل کی تکمیل ہے، ”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ“ (آل عمران:۳۱) کی عملی تصویر ہے، اور ”أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ“ کا مقتضائے عملی ہے، جو انبیاء کے وارثوں کے لئے علمِ ظاہری کی طرح حصۂ میراث ہے۔

سوال:... کیا رشد، ہدایت، فوز، فلاح، اصلاحِ اعمال، تحلی بالفضائل، تخلی عن الرذائل، صبر، شکر، تسلیم، تفویض، توکل، تواضع، رضا بالقضا اور قناعت بالعطاء وغیرہ

صفات و کیفیات حاصل کرنے کے لئے کسی شیخ و مرشد کا ہاتھ پکڑنا لازمی ہے؟ اور ان سے بیعت، ارادت، صحبت اور رفاقت ضروری ہے؟ کیا نجات اس پر موقوف ہے؟ اگر کوئی مسلمان اپنی فطری صلاحیت سے اپنے خالق کی اطاعت کرنا چاہے تو کیا یہ ممکن نہیں؟ کیا کتب تصوف اور حدیث سے تزکیہ نفس نہیں ہو سکتا؟

جواب:... بغیر شیخ و مرشد کے باطنی اصلاح کا ہونا مشکل ہے، اور نہ شیخ اس پر نجات موقوف ہے، ضروری، لازمی اور ناگزیر تو صرف تصدیق نبوت ہے، بلاشبہ ایک نبی کی ہی ایسی ذات ہوتی ہے جس پر ایمان لائے بغیر شخص اپنی طبیعت و خاص نفس و استعداد کی مدد سے کسی انسان کا صالح و مقرب بن جانا ممکن نہیں، باقی اس کے سوا کسی بڑے سے بڑے صالح، شیخ یا نائب نبی کا اتباع بلکہ تصدیق بھی ہرگز ضروری نہیں، یہ مرتبہ تو صرف نبی کے لئے مخصوص ہے، لیکن دوسری طرف یہ عام فطرت بشری ہی ایسی ہے کہ کسی مصلح و شیخ کی راہ نمائی اور توجہ کے بغیر عادۃً و نمونا تزکیہ اخلاق ہو جانا آسان نہیں، بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی عقل سلیم اور کتابوں کی مدد سے مرتبہ صلاح پر پہنچ جائیں، ورنہ اکثر و بیشتر کو کسی راہ نما، استاذ و مصلح ہادی کی ضرورت رہتی ہے۔

دنیا میں جتنے کام بھی ہو رہے ہیں، وہ محض کتابوں کا مطالعہ کر لینے یا ذاتی محنت کی بنا پر اور بغیر استاذ و شیخ کے ہو رہے ہوں، یہ بات ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، لہٰذا ہر کام کے لئے ضروری ہے کہ کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کے بعد ہی کوئی آدمی پختہ اور کامل ہو سکتا ہے۔ مثلاً معالج اس کو نہیں کہتے جس نے صرف طب کی کتابیں پڑھ ڈالی ہوں مگر مطب میں بیٹھ کر نہ سیکھا ہو، چنانچہ کوئی کتنی ہی کتابیں پڑھ لے، علاج کرنے کے قابل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ کسی حاذق طبیب کے مطب میں رہ کر یا تو مہارت و تشخیص کی لیاقت پیدا نہ کر لے۔ اگر خو

ہی شخص کتابوں یا کتابی نسخوں سے بیماریوں کا علاج کرنے لگے تو ہلاکت کے خطرات کو دعوت دینے کے مترادف ہے، مثلاً حکیم کبیر الدین صاحب نے طب کی کتابوں کو باقاعدہ پڑھا نہیں، بلکہ طب کے مشہور و مستند مصنف ہیں، لیکن خود ان کا یہ اعتراف ہے کہ وہ کھانسی زکام کا علاج بھی نہیں کر سکتے۔

اور ایسے معلمین طب بھی گزرے ہیں، جیسے: حکیم مرحوم دریا آبادی، جنہوں نے عمر بھر طب پڑھائی اور کتابی علم پر اتنا عبور تھا کہ کھانا کھاتے جاتے، راستہ چلتے جاتے اور پڑھاتے جاتے تھے۔ گویا مشہور طبیب اور استاذ الاساتذہ تھے، مگر معالجے کی مشق نہ تھی، اور نہ ہی علاج کرتے تھے۔

غرضیکہ صرف کتب طب سے کوئی اپنا علاج نہیں کر سکتا، حالانکہ کتابوں میں سب کچھ موجود ہے اور طبیب ان ہی سے علاج کرتا ہے، مگر تم نہیں کر سکتے، اگرچہ بعض اوقات چند معمولی مرض کا علاج کر لیتے ہیں، مگر شدید امراض کا علاج بھی نہیں کر سکتے۔

یہ صرف ایک طب و طبیب ہی پر کیا موقوف ہے، ہر عملی فن کا یہی حال ہے، کیا کوئی معمار بغیر استاذ کے صرف کتابیں پڑھ لینے سے عمارت بنا لے گا؟ اگر بنا بھی لے تو وہ ایسی ہوگی کہ ایک بارش یا آندھی آنے پر زمین بوس نظر آنے لگی، اتنی بڑی بڑی بلڈنگیں، سب استاذ معماروں کی تیار شدہ نہیں ہیں، ورنہ یہ منزل بہ منزل اور سر بفلک عمارتیں آپ کو کہاں دکھائی دیتیں، بے استاذ کا کام نہ عمدہ ہوتا ہے، اور نہ جلدی، مثلاً کوئی آدمی عربی کی کتابیں پڑھ کر حجامت بنانا شروع کر دے، تو خود فیصلہ کریں کہ وہ کس طرح کا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ کسی وقت بن پایا، اُلٹا سیدھا اور وہ بھی بہت کچھ وقت اور سامان برباد کرنے کے بعد ہوگا، پھر بھی خوردہ ہونے کی خامی ہمیشہ باقی رہے گی، یا مثلاً، وکیل بننے کے لئے گھر بیٹھ کر وکالت کی کتابیں پڑھ لینا کافی نہیں،

بلکہ باقاعدہ لیکچروں کی تکمیل اور امتحان کے بعد بھی کسی ماہر اور مشاق وکیل کے ساتھ کام کرنا اور تجربہ حاصل کرنا ضروری ہے، وہ بڑا ہی احمق ہوگا جو قانون کے کسی ایسے مشہور سے مشہور پروفیسر کے ہاتھ اپنا مقدمہ دے دے، جس نے نہ کبھی عدالت کی صورت دیکھی ہو اور نہ عدالتی کام کا عملی تجربہ رکھتا ہو۔

سائنس کی کتابوں کو خود پڑھ کر یا محض استاذ کے لیکچر سن کر کوئی سائنس دان نہیں بن جاتا، جب تک معمل (لیبارٹری) میں تجربات و مشاہدات نہ کرلے۔

حالانکہ ان معاملات، مقدمات، تجربات اور مشاہدات کا تعلق اسی دنیا اور عالم شہود سے ہے، اور ہر علم و فن اور ہر صنعت پر چھوٹی، بڑی، مبتدی اور منتہی (دونوں کے لئے) بے شمار کتابیں موجود ہیں، تو پھر آپ کی عقل یہ کیسے قبول کرتی ہے کہ دینی مسائل جن کا رشتہ عالم غیب اور آخرت کے بعد غیبی مسائل سے جڑا ہوا ہے، یعنی کہ روحانیت کا علم جو ان سب علوم سے لطیف تر ہے، اس کو استاذ کے بغیر سرانجام دینے سے اس میں کوئی نقص نہیں رہے گا؟ پھر تزکیۂ نفس کا فن جو تمام فنون سے دقیق تر ہے، محض کتابوں کی مدد سے پورا آجائے؟ اسی طرح کیا اللہ کی معرفت جو ہر معرفت سے نازک تر ہے بغیر کسی رہبر کے خود بخود پوری طرح حاصل ہو جائے گی؟

اس سفر میں استاذ اور راہنما قدم قدم پر ناگزیر ہے، اور اسی استاذ و راہنما کا اصطلاحی نام شیخ یا مرشد ہے۔ اگر ذرا غور و فکر اور توجہ سے کام لیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحیح معنی میں تمسک بالکتاب والسنۃ کسی زندہ شخصیت کے بغیر ممکن بھی ہو تو آسان کب ہے؟

شریعت ظاہرہ کا طالب علم کہتا ہے کہ ہمیں فلاں اور فلاں اقوال کی تعلیم فلاں فلاں کتابوں اور استاذوں کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوئی ہے، طریق باطن کا سالک بتاتا ہے کہ ہم کو فلاں فلاں احوال و مقامات کی تحصیل فلاں اور

فلاں شخصیتوں کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچی ہے۔ غرضیکہ جس طرح
علم ظاہری میں سلسلۂ سند کا بقا ضروری ہے، اسی طرح علم باطنی میں بھی ضروری ہے
کیونکہ اسی میں برکت ہوتی ہے۔

ترتیب ربانی:

قرآن مجید رسول اللہ کا نہیں، اللہ کا کلام ہے، جو بندوں کی ہدایت کے
لئے نازل ہوا ہے، یہی ہم سب کا ایمان و عقیدہ ہے، اور قرآن مجید بھی بار بار اس
دعویٰ کی صراحت کرتا ہے کہ اس میں ساری ضروری ہدایتیں تفصیل کے ساتھ موجود
ہیں، مگر بایں ہمہ یہ نہیں ہوا کہ قرآن براہ راست انسانوں کے پاس پہنچ جاتا اور
منکرین و مومنین اپنی آنکھوں سے اسے آسمان سے اترتا ہوا دیکھ لیتے، یا کسی اونچے
پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا مل جاتا، یا کسی روز جب صبح ہوتی تو اس کا ایک ایک نسخہ ہر شخص
کے سرہانے موجود ہوتا، قادر مطلق کے لئے ان میں سے کوئی بھی چیز دشوار نہ تھی، لیکن
حکیم برحق نے ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس یہ طریقہ اختیار کیا کہ
پہلے ایک خاص قوم کے درمیان، جو جغرافی اعتبار سے اس وقت کی آباد و مہذب دنیا
کے عین مرکز میں آباد تھی، ایک پاکیزہ سرشت اور صالح مزاج انسان پیدا کیا، ۴۰ سال
کی عمر تک اسی شخصیت کو اس قوم کے درمیان ہر قسم کے سابقہ اور تعلق کے ساتھ چلتا
پھرتا ہوا رکھا، اور وہیں کی قوم کو اس کی سرشت و طینت، عادت و اطوار کی جزئیات تک
کی جانچ اور پرکھ کا موقع دیا، جب یہ سب مرحلے طے ہو چکے، جب جا کر پیام کا
نزول شروع ہوا، پھر اس وقت بھی پیام سے پیشتر پیامبر کی شخصیت کو پیش کیا گیا،
اور جب قوم اس شخصیت کے صادق و امین ہونے کا اقرار کر چکی، جب اس سچے کی
زبان سے سچے کلام کی ادائیگی شروع کی گئی، اس پر بھی سارے پیام کو دفعۃً پیش نہیں

کر دیا گیا، بلکہ پیامبر کی شخصیت پر مختلف دور دورطاری کرکے ۲۳ سال کی مدت میں بہت سی تدریج کے ساتھ اس پیام کو پہنچایا گیا۔ بس فطری اور ربانی ترتیب تو یہ ٹھہری کہ پہلے پیامبر، پھر پیام۔ پہلے طبیب، پھر نسخہ۔ پہلے ہادی، پھر ہدایت ہوگی۔ اب اگر ہم اس ترتیب کو اُلٹ دینا چاہیں اور ہادی سے قطع نظر کر کے ہدایت تک پہنچ جانا چاہیں، تو یہ فطری اور ربانی ترتیب سے موافقت نہ ہوگی۔

ترتیبِ رسالت مآب:

یہ خیال نہیں گزرنا چاہیے کہ طریقِ دعوت اور اُسلوبِ ہدایت کا یہ انداز وحیِ الٰہی اور ذاتِ پیغمبر کے ساتھ مخصوص رہا ہوگا؟ نہیں! بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقصد وارادہ سے تبلیغِ دین کا جو طریقہ اختیار کیا، وہ بھی کچھ اسی طرح کا تھا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کہ قرآن مجید کے کامل نسخوں سے اس کے ۱۲۰ کی نقلیں کرا کر اپنے ملک کے اطراف وجوانب میں بھیج دیتے، یا اپنے اقوال وسنن کو ضبطِ تحریر میں لا کر ملک میں ان نسخوں کی اشاعت کرا دیتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ، رفیقوں، شاگردوں اور مریدوں کی ایک بہت بڑی جماعت پیدا کی، اور ایسے اشخاص تیار کئے، جو اپنی زندگیوں کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپ کے عمل کے جیتے جاگتے نمونے، چلتے پھرتے نسخے، بولتے چالتے مرقعے تھے، بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی روشنی انہیں زندہ مشعلوں کے ذریعے پھیلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا کہ کسی گوشے میں خلوت نشین ہو کر سکون وعافیت کی فضا میں قلم، دوات لے کر بیٹھ جاتے، اطمینان سے تصنیف میں مشغول ہو جاتے اور توحید، رسالت، مبداء، معاد پر مقالے، اور معاملات وعبادات پر رسالے تیار فرمانے لگتے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نورِ ہدایت سے براہِ راست

قلوب و نفوس کو منور کرنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار، آپ کی کوئی
کاغذی تصانیف نہیں، بلکہ آپ کی تصانیف وہ گوشت و پوست کے انسانی جسم اور تقویٰ
و طہارت میں ڈھلی ہوئی روحیں تھیں، جن کو "صحابہ کرامؓ" کہا جاتا ہے، ان زندہ
تصانیف کی تعداد بلاشبہ ہزارہا تک پہنچتی ہے، جن میں سے مشہور ترین کے نام یہ ہیں:
ابوبکر، عمر، عثمان، وعلی (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

ترتیب خلفائے راشدینؓ:

پھر یہ حضرات بھی اپنے اپنے عہد اور دور میں کتابی تصنیف و تالیف پر ذرا
بھی متوجہ نہ ہوئے، حالانکہ اس وقت عجم و روم کے علوم و فنون اور صنائع سب
مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچ چکے تھے، مگر انہوں نے اس طرف توجہ نہیں کی، بلکہ یہ بھی برابر
اسی میں لگے رہے کہ زندہ ہستیوں کو اپنے نمونہ پر ڈھالتے رہے، اور اپنے شاگردوں
کے سینوں میں اپنی روح پھونکتے رہے، اور اپنے چراغ سے دوسرے چراغ روشن
کرتے رہے، یہ جو آپ صحابہؓ، اہل بیتؓ، مہاجرینؓ و انصارؓ، تابعینؓ اور تبع تابعینؓ کے
اسمائے فضائل و کمالات سنتے چلے آرہے ہیں، خود ان الفاظ پر غور کیجئے کہ یہ کون لوگ
ہیں؟ کیا یہ وہی صحبت اور رفاقت رکھنے والے، بیعت کرنے والے، ارادت و عقیدت
مند، شاگرد و مرید ہیں یا کوئی اور۔؟!

ساری بحث کا ماحصل اور مقاصد یہ نکلا کہ شیخ و مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دینا،
نہ واجب ہے، نہ فرض، بلکہ ایک فعل مسنون ہے، جو انتہائی باعث برکت ہے، جس
سے باسانی طریقت کی مسافت طے کی جا سکتی ہے، جو تکمیل بالفضائل و تخلی عن الرذائل
کے لئے مدد و معاون ہوتا ہے، جس طرح مریض کا طبیب کے پاس جانا اور اس سے
رابطہ رکھنا مفید ہے، اسی طرح مرید کا شیخ وقت سے رابطہ رکھنا اور بیعت ہونا احتیاج کا

معالجہ کرنا مفید ہے، اگر کسی مریض کا طبیب کے پاس جائے بغیر علاج ہوجائے تو طبیب کے پاس جانا ضروری نہیں، اسی طرح اگر کسی شخص کا تزکیۂ نفس اور تحلی بالفضائل اور تخلی عن الرذائل خود بخود اپنی سعی و جدوجہد سے ہوجائے تو شیخ و مرشد سے بیعت ہونا ضروری نہیں، لیکن تجربہ اس پر شاہد ہے کہ عادۃً راہبر و استاذ کے بغیر یہ راہ طے ہوتا نہیں، جس طرح تمام علوم و فنون میں استاذ کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح یہاں بھی راہبر و ہادی کی راہ نمائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

سوال:... ٹھیک ہے یہ تو تسلیم کرلیا کہ یہ کیفیات شریعت میں مطلوب و مقصود ہیں، اور بیعت ان کے لئے ممد و معاون ہوتی ہے، لیکن ان کے حصول کے جو طرق مشائخ بتلاتے ہیں، مثلاً: مراقبہ، محاسبہ، اشغال، اذکار، پھر تسبیحات و تہلیلات کی تعیین مقدار وغیرہ، کیا یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں؟ کیا صحابہ کرامؓ نے ان کیفیات کو حاصل کرنے کے لئے ان طرق کو اپنایا تھا؟ یا انہوں نے تابعینؒ کو بھی سکھایا تھا؟ خیرالقرون میں سے کسی زمانے میں ان کو اختیار کیا گیا یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو کیا ان کو بدعت کہا جاسکتا ہے؟

جواب:... ان مراقبات، اذکار اور اشغال کی حقیقت یہ ہے کہ یہ ذریعہ اور آلہ کا کام دیتے ہیں، یعنی وہ کیفیات جو دین میں مقصود و مطلوب ہیں، یہ ان کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہیں، یعنی ان منازل کو طے کرنے کے بعد ان کیفیات کا حصول ہوجاتا ہے، تو مقصودِ اصلی وہ کیفیات، مثلاً: محبت، خشیت، اخلاص و احسان وغیرہ ٹھہریں، ظاہر ہے کہ کسی چیز کو حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہوسکتے ہیں، مزاج و حالات کے مطابق ان طرق کو استعمال کیا جاتا ہے، کسی کو تمام منازل طے کرانا ضروری ہوتا ہے، اور کسی کو چند منازل طے کرادینا بھی کافی ہوجاتا ہے، پھر حسب حالاتِ زمانہ و مزاج ان ذرائع میں بھی تغیر و تبدل کردیا جاتا ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں

کہ جس انداز و طریق کو اپنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں یہ کیفیات حاصل ہوجایا کرتی تھیں، ہر زمانے میں اس انداز کو اپنانے سے مقصد حاصل ہوجایا کرے؟ اس لئے اگر حالات و زمانہ اور ضرورت کے تحت ان میں کچھ تغیر و تبدل کیا جائے تو اس کو بدعت کا نام دینا غلط ہے، مثلاً: دین سیکھنا سکھانا ضروری ہے، اور دین میں اس کا نہایت تاکیدی حکم ہے، مگر آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اس تعلیم کے لئے صرف صحبت کافی ہوجاتی تھی، اور اس کے لئے کوئی مستقل انتظام نہیں تھا، نہ مدرسے تھے، نہ کتابیں تھیں، نہ یہ درس گاہیں اور دارالاقامے تھے، لیکن بعد میں حالات ایسے ہوگئے کہ اس مقصد کے لئے صحبت کافی نہیں رہی، بلکہ کتابوں، اور پھر مدرسوں کی بھی ضرورت پڑگئی، تو اللہ کے بندوں نے کتابیں لکھیں اور مدرسے قائم کئے، اس کے بعد دین کی تعلیم و تعلم کا سارا سلسلہ اسی سے چلا، اور اب تک یہی سے قائم ہے، تو کیا تعلیم و تعلم کے اس طریق میں اس تبدیلی کو بھی دین میں اضافہ اور بدعت کہا جائے گا...؟

آج ماشاء اللہ تفسیر، اصولِ تفسیر، فقہ اور کلام کے جتنا دفتر موجود ہیں، یہ عہدِ رسالت میں کہاں تھے؟ چلئے ان کو بھی جانے دیجئے، براہِ راست سنتِ رسول ہی کو لیجئے! آج حدیث کے فنون کا کتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے، پھر ان کی شرحیں ہیں، ان کی تسہیل کے لئے مستقل لغات ہیں، جو لغات الحدیث کے نام سے موسوم ہیں، دفاترِ روایات و آثار کی کتنی مختلف قسمیں اور طبقات ہیں، سب کے الگ الگ مرتبے اور درجے ہیں، رجال کا ایک مستقل فن ہے۔

احادیث کے جانچنے اور پرکھنے کے لئے روایت و درایت کے قانون اور ضابطے ہیں، مصطلحاتِ فن کی تعداد سینکڑوں میں ہے، فنِ حدیث میں مہارت پیدا کرنے کے لئے برسوں کی محنت، مطالعہ، مدتوں تک اساتذہ، کاملینِ فن کی ہدایت اور

محبت لازمی ہے۔

ظاہر ہے کہ عہد رسالت میں یہ سب کچھ بھی نہ تھا، سرور عالم کی عادہ، معمول اور روز مرہ کی گفتگو حدیث تھی، اور آپ کا ہر بڑا چھوٹا عمل سنت تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی شخص اس بنا پر حضرات محدثین کی ساری کوششوں اور کاوشوں کو بدعت کہہ دینے کی جرأت کرے گا کہ یہ سب کچھ زمانۂ نبوت میں نہیں تھا...؟

اسی طرح حضرات فقہاء کی ساری جدوجہد، قیاس و اجماع کی بحثیں، استقراء، استنباط، تقلید، اجتہاد کے مسائل، عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص قسم کی سینکڑوں اصطلاحات دورِ نبوی میں کہاں تھیں؟ اور کہاں سے ہوسکتی تھیں؟ تو کیا کوئی بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ کی طرح امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، نخعیؒ، اوزاعیؒ، شیبانیؒ، ثوریؒ اور طحاویؒ کی جانفشانیوں کو ضائع قرار دینے اور انہیں بدعت کے زمرے میں لانے کی جرأت اور شریعت کے بہت بڑے حصے کے انکار کی ہمت کرے گا...؟

اور تو اور خود قرآن مجید اس موجودہ شکل میں اعراب، علامات وقف، پاروں، سورتوں، رکوعوں اور آیتوں کے ساتھ مزین، کیا عہد رسالتؐ میں کہیں یکجا مدون موجود تھا؟ نہیں، نہیں! بلکہ اس وقت تو صرف حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا، چنانچہ جب عہد صدیقی میں یمامہ کی جنگ میں سات سو سے زائد حفاظ صحابہ شہید ہوگئے، تو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ سینوں میں محفوظ کرنے کے علاوہ ہمیں قرآن کو سفینوں میں بھی محفوظ کرنے کا انتظام کرنا چاہئے، اور اس سلسلہ میں خاص اہتمام اور ذمہ داری سے ایک سرکاری نسخہ بھی تیار ہونا چاہئے، چنانچہ انہوں نے اپنی یہ تجویز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کی۔ حضرت صدیقؓ کو ابتداءً اس کے ماننے میں تامل ہوا، اور انہوں نے یہی فرمایا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی

دھیان وفکر کرنا اور اس کی طرف سے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا، یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں، اور قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بغیر ایمان اور اسلام کامل ہی نہیں ہوتا۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دین کی تعلیم وتربیت کی طرح یہ ایمانی کیفیتیں بھی آپ کی صحبت سے حاصل ہو جاتی تھیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ صحبت سے صحابہ کرامؓ کی صحبتوں میں بھی یہ تاثیر تھی، لیکن بعد میں دلوں کے زیادہ بگڑ جانے سے ان کیفیت کے حاصل کرنے کے لئے صحبت کے ساتھ ذکر وفکر کی کثرت کا اضافہ کیا اور تجربہ سے یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی، اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے دور کے لوگوں کے احوال کا تجربہ کرکے ان کے نفس کو توڑنے، شہوات کے مغلوب کرنے اور طبیعت میں نرمی پیدا کرنے کے لئے، ان کے واسطے خاص خاص قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کئے، اسی طرح ذکر کی تاثیر بڑھانے اور توجہ میں رقت اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے ضرب کا طریقہ نکالا گیا ہے، تو ان میں سے کسی چیز کو مقصود اور مامور بہ نہیں سمجھا جاتا، بلکہ سب کچھ علاج اور تدبیر کے طور پر کیا جاتا ہے۔

اس مسئلے کی اہمیت کی خاطر ایک استفتاء مرتب کرکے ملک کے اکابر علمائے کرام اور اہلِ فتویٰ کی خدمت میں بھیجا گیا، اس پر علمائے کرام نے جو جوابات دیئے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

دارالعلوم کراچی کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شریعت کے پابند صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین مثلاً: شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، شہاب الدین اور

دیگر اکابر دیوبند میں بیعت کا جو طریقہ مروّج ہے، اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرونِ مشہود بہا بالخیر سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ اور اس کو بدعت کہنا کیسا ہے؟ ایک متبحر عالم نے اس کو بدعت کہا ہے، ان کے اس قول سے تمام اکابر اور مشائخ سلاسل بدعتی ٹھہرے، کیا ان کا یہ فتویٰ دینا صحیح ہے؟ اگر نہیں، تو اس کا ثبوت کسی نص سے دیا جائے کہ اس طرح بیعت درست ہے۔ کیونکہ جو اس طرح منکرِ بیعت ہے، وہ بغیر نص کے کسی بزرگ کے قول کو کب حجت تسلیم کرتا ہے؟ اجیبوا توجروا، جزاکم اللہ خیراً!

مستفتی: سید نذیر احمد بخاری
(المتخصص فی الفقہ)
مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن، کراچی ۵

الجواب ومنہ الصدق والصواب:... حامداً ومصلیاً! جواب سے پہلے بیعت کی اصل حقیقت پیش کی جاتی ہے:

بیعت کی اصل حقیقت خود بیعت و ارادت اور مرید کی اصطلاح بلکہ لفظی معنی ہی سے واضح ہو جاتی ہے۔ ارادہ محض آرزو اور تمنا کا نام نہیں، بلکہ مراد پوری کرنے کے لئے ضروری اسباب و وسائل کی بہم آوری میں لگ جانا یا منزلِ مقصود کی طرف چل پڑنا ہے۔

پس اصطلاحاً مرید بھی وہی ہے جو اپنی دینی، خصوصاً باطنی اور قلبی اصلاح و ترقی کو مراد و منزل بنا کر اس کے لئے ضروری وسائل اختیار کرے، اور اس کی طرف چل پڑے۔ اور بیعت کا مطلب یہ ہے کہ اس منزلِ مقصود کے لئے کسی زیادہ واقف کار کو اپنا رہبر و رفیق بنالیا جائے، تاکہ نہ صرف گمراہی کے خطرات سے حفاظت رہے بلکہ راستہ بھی سہولت و راحت سے طے ہو جائے: باقاعدہ دیگر اپنے سے زیادہ واقف و ماہر مصلح کے ہاتھ میں اپنے آپ کو اس طرح سونپ دے جیسے کوئی مریض اپنے آپ کو

کسی حاذق طبیب کے حوالے کر دیتا ہے، اور دواء پرہیز میں کاملاً اسی کی تجویز و ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ پیری و مریدی یا بیعت و ارادت کی حقیقت و ضرورت میں بہت افراط و تفریط سے کام لیا گیا ہے، ایک طرف اگر بعضوں نے اس کو سرے سے بدعت سمجھ رکھا ہے، تو دوسری طرف کچھ لوگوں نے اُسے ایک رسم بنا رکھا ہے کہ بس دست بوسی و پابوسی کر لی جاتی ہے اور بس، باقی خود کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ رسمی پیری و مریدی میں کچھ نہیں رکھا، اصل کام تو خود چلنا ہے، اور کسی رہبر کا ہاتھ پکڑنا ہے، اگرچہ رسمی طور پر کسی کا مرید و بیعت نہ ہو، کیونکہ اصلی غرض اور مقصود، رضائے حق کو کھنا ہے، جس کا طریق احکامِ شرعیہ کا بجا لانا اور ذکر پر مداومت کرنا ہے، شیخ اس کی تعلیم و تلقین کرتا ہے، اور مرید اس پر کاربند ہوتا ہے، اگرچہ کوئی کیفیت معلوم نہ ہو، اور نہ کوئی کمال اس کے زعم میں حاصل ہو، تب بھی آخرت میں اس کا ثمرہ ہو کر رضائے الٰہی سے ظاہر ہوگا، اور رضائے الٰہی سے دخولِ جنت، لقائے حق اور دوزخ سے نجات میسر ہوگی، دراصل شیخ کی طرف سے تلقین کا وعدہ اور مرید کی طرف سے اتباع کا عہد ہی پیری و مریدی کی حقیقت ہے۔ گویا تعلیم تو بیعت متعارفہ (یعنی مشہورہ) کے بغیر بھی ممکن ہے، لیکن خاص طور پر بیعت کرنے سے شیخ کو طبعاً توجہ زیادہ ہوتی ہے، اور مرید کو فرماں برداری کا پاس زیادہ ہو جاتا ہے۔ شیخ کی تعیین اور ہاتھ میں ہاتھ لینا یا عورت کو کوئی کپڑا پکڑا دینا جبکہ وہ پاس ہو، یہ محض اس معاہدہ کی تاکید، ایک عادتِ صالحہ و مستحسنہ ہے، ورنہ یہ اس معاہدے کا جزو نہیں، یعنی نہ مقصود ہے اور نہ کسی مقصود کا موقوف علیہ ہے، یہی وجہ ہے کہ غائب کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے، یعنی غائب کی بیعت بغیر ہاتھ میں ہاتھ لئے بذریعہ تحریر وغیرہ بھی ہو جاتی ہے، اور اس کا مستحسن ہونا سنت میں بھی وارد ہے، چنانچہ بیعت کے وقت مردوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑنا منقول ہے، اور بیعت کے وقت کپڑا وغیرہ ہاتھ

میں رہنا یہ ہاتھ پکڑنے کے قائم مقام ہے۔

جب بیعت کی اصل حقیقت معلوم ہوگئی، تو اب اصل سوال کا جواب لکھا جاتا ہے۔

"عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ قال: کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسعۃ او ثمانیۃ او سبعۃ فقال: الا تبایعون رسول اللہ؟ فبسطنا ایدینا وقلنا: علی ما نبایعک یا رسول اللہ؟ قال: علی ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وتصلوا الصلوات الخمس وتسمعوا وتطیعوا۔" (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

حضرات صوفیہ کرام و مرشدین (جو راہ حق پر چلاتے ہیں) میں جو بیعت معمول ہے اس کا حاصل التزام احکام (یعنی اعمال ظاہری و باطنی پر استقامت) اور اہتمام کا معاہدہ ہے، جس کو ان کے عرف میں "بیعت طریقت" کہتے ہیں، بعض اہل ظاہر اس کو اس بنا پر بدعت کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں، صرف کافروں کو بیعت اسلام اور مسلمانوں کو بیعت جہاد کرنا معمول تھا، مگر حدیث مذکور میں اس کا صریح اثبات موجود ہے، کیونکہ یہ حضرات چونکہ صحابہؓ تھے، اس لئے یہ بیعت اسلام یقیناً نہیں، اور مضمون بیعت سے ظاہر ہے کہ بیعت جہاد بھی نہیں، بلکہ دلالت الفاظ سے ظاہر ہے کہ التزام و اہتمام اعمال کے لئے ہے، پس اس کے سنت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ خلفائے اسلام بھی مسلمانوں سے بیعت لیتے تھے، جس کی ظاہری صورت بیعت طریقت کی سی تھی، اس لئے بیعت خلافت سے اشتباہ سے بچنے کے لئے احتیاطاً سلف صالحین نے بیعت طریقت کو ترک

کر دیا تھا، (یعنی ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنا ترک کر دیا تھا)، اور صرف صحبت پر اکتفا فرمانے لگے تھے، پھر فرقہ کی رسم بجائے بیعت کے جاری ہوئی، جب بیعتِ خلافت خلفاء میں نہ رہی، تو صوفیہ پھر ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت کرنے لگے۔

خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے دور میں چند قسم کی بیعت روایات سے ثابت ہوتی ہے:

۱:... بیعتِ اسلام: جو کسی کافر کے مسلمان ہونے پر لی جاتی تھی۔

۲:... بیعتِ خلافت: جو منصبِ خلافت سنبھالنے کے وقت خلفائے راشدین اور دیگر خلفائے اسلام عوام سے لیتے تھے۔

۳:... بیعتِ تمسک بحبل التقویٰ: یہ شرعی احکام کی پابندی کی بیعت ہوتی تھی، جیسا کہ حضرت عوفؓ کی مذکورہ بالا روایت سے ثابت ہے۔

۴:... بیعتِ توثق فی الجہاد۔

ان اقسام میں سوائے قسمِ دوم کے تمام اقسام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، اور قسمِ دوم خلفائے راشدینؓ کے عمل سے ثابت ہے، اور تیسری وہی بیعت ہے جو صوفیاءِ کرام میں جاری رہی ہے۔

اور اوپر حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ کی روایت سے اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہونا ظاہر و باہر ہے۔

قال الشاہ ولی اللہ الدہلوی قدس سرہٗ:

"الحق ان البیعة علیٰ اقسام منها بیعة الخلافة ومنها بیعة الاسلام، ومنها بیعة التمسک بحبل التقویٰ، ومنها بیعة الهجرة والجهاد، ومنها بیعة التوثق فی الجهاد، وکانت بیعة الاسلام متروکة فی زمن

الخلفاء اما فی زمن الراشدین منهم فلان دخول الناس فی الاسلام فی ایامهم کان غالباً بالقهر والسیف لا بالتالیف واظهار البرهان لا طوعًا ولا رغبةً واما فی زمن غیرهم فلانهم کانوا فی الاکثر ظلمة فسقة لا یهتمون باقامة السنن وکذالک بیعة التمسک بحبل التقوی کانت متروکة اما فی زمن الخلفاء الراشدین فلکثرة الصحابة الذین استناروا بصحبة النبی صلی الله علیه وسلم فتأدبوا فی حضرته وکانوا لا یحتاجون الی بیعة الخلفاء واما فی زمن غیرهم فخوفا عن افتراق الکلمة وان یظن بهم منابعة الخلافة فتهیج الفتن وکانت الصوفیة یومئذ یقیمون الخرقة مقام البیعة ثم لما اندرس هذا الرسم فی الخلفاء انتهز الصوفیة الفرصة وتمسکوا البیعة۔" (القول الجمیل ص:۱۲)

طالب حق کے لئے مذکورہ بالا مضمون ہی کافی ہے، ورنہ:

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ احقر مولوی صادق الاسلام غفرلہ ملائی
الجواب صحیح
بندہ محمد شفیع
۳۰/۷/۱۳۹۱ھ
از دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی کا فتویٰ:

الجواب وھو المصوب:... بیعت مسئول عنہا کی اجمالی حقیقت یہ ہے کہ یہ شیخ اور مرید کے درمیان ایک معاہدہ ہے، یہ معاہدہ تین اجزا پر مشتمل ہوتا ہے:

۱... توبہ عن الذنوب۔

۲... وعدۂ اتباع شیخ از جانب مرید۔

۳... وعدۂ تربیت مرید از جانب شیخ۔

یہ بھی معلوم ہے کہ توبہ کے دو جز ہوتے ہیں، گزشتہ معاصی پر ندامت اور آئندہ کے لئے معاصی سے احتراز کا عزم۔ ان میں سے جزو اوّل تو شرعاً واجب ہے، اور اس کا اظہار و اخفا دونوں جائز ہیں، جزو ثانی و حالت نہ شرعاً فی نفسہ واجب ہے، نہ ممنوع، بلکہ مباح ہے، بیعت کرنے والے اور بیعت لینے والے شرعی حیثیت سے اسے مکمل درجہ دیتے ہیں، اور اسے حکم شرعی نہیں سمجھتے۔ بلکہ شریعت پر عمل کرنے کو آسان بنانے کی ایک تدبیر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اظہار توبہ اور ہاتھ میں ہاتھ دینے کو بھی واجب شرعی نہیں سمجھتے، بلکہ توبہ اور معاہدے کی ایک جائز اور مباح صورت ہی سمجھتے ہیں، اور انہیں بھی شریعت پر عمل کرنے میں سہولت کی ایک نفسیاتی تدبیر جانتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس مجموعہ کا بھی یہی درجہ جانتے ہیں، اس کے بعد فرمایا جائے کہ کیا اعتراض باقی رہتا ہے؟

کیا اس قسم کی تدابیر کا ثبوت بھی کتاب و سنت سے ضروری ہے؟ اگر ہے تو کیا آج کل مساجد میں نمازیوں کی سہولت و راحت کے لئے جو سامان مہیا کئے جاتے ہیں مثلاً: برقی روشنی، پنکھے، دریوں اور نرم قسم کی چٹائیوں کا فرش، وضو خانہ، غسل خانہ وغیرہ، یہ سب بدعت اور ناجائز ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان کا ثبوت کتاب و سنت سے نہیں

متعلق ہو۔ الغرض مدارس دینیہ کی چندہ وصولی کی شکلیں، خطبہ کے لئے آلہ مکبر الصوت کا ہونا، نظام تعلیم میں صف بندی، کتب دینیہ کی طباعت، تحریری امتحان وغیرہ۔ بہت سے امور کے متعلق یہی سوال پیدا ہوگا کہ ان کا خیر القرون میں کوئی پتا نہیں چلتا، تو کیا یہ سب امور بدعت اور ناجائز ہیں؟

حقیقت یہ ہے کہ بدعت احداث فی الدین کا نام ہے نہ کہ احداث للدین کا، بیعت متعارفہ کو اگر احداث بھی تسلیم کیا جائے تو وہ احداث للدین ہے، نہ کہ احداث فی الدین، اس لئے اسے بدعت کسی طرح نہیں کہا جاسکتا۔ یہ جواب تو اس صورت میں ہے جب یہ تسلیم کیا جائے کہ بیعت مذکورہ کا ثبوت کتاب و سنت سے نہیں ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کا ثبوت موجود ہے، جو حسب ذیل میں سپرد قلم کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

۱۔۔۔ "یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ ... الخ" (الممتحنہ ۱۲)

اس میں بیعت زیر بحث کے تینوں اجزا موجود ہیں، توبہ بھی ہے جو بالکل واضح ہے، "وَلَا یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ" میں وعدۂ اطاعت بھی ہے، اور "وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ" میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعدۂ اعانت بھی ہے، کیونکہ کسی کے لئے حق تعالیٰ جل شانہ سے مغفرت کی دعا کرنا، اس کی بڑی اعانت و امداد ہے، یہ اعانت دوگونہ ہوتی ہے، یعنی دنیا میں بھی ہوتی ہے، اور آخرت میں بھی، آخرت میں تو ظاہر ہے، دنیا میں اس کی یہ صورت ہوتی ہے کہ معصیت، معصیت کو کھینچتی ہے، اس کی وجہ سے قلب میں سیاہی اور ذہن میں کدورت پیدا ہوجاتی ہے، جو مزید معصیت کی طرف داعی (کھینچنے والی) ہوتی ہے، اس طرح تعلق مع اللہ کمزور ہوجاتا ہے، اس حالت کو ہٹانے کی تدبیر استغفار ہے، خصوصاً آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے

مغفرت تو اس کے لئے اکسیر اور سالک کی بہت بڑی اعانت ہے۔

یہ تو استغفار کے عام معنی کے لحاظ سے عرض کیا گیا، ورنہ اس خاص موقع پر جو آیت میں مذکور ہے، استغفارِ رسول تلافیٔ مافات کے بجائے ترقیٔ درجات کی تدبیر تھی، کیونکہ مہاجرات محترمات سے کوئی گناہ نہیں سرزد ہوا تھا، جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو استغفار کا حکم دیا گیا ہو، بلکہ استغفار کا مفہوم یہاں پر یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ ان کے ساتھ مغفرت کا معاملہ فرمائیں، یہ چیز ان کے لئے رفعِ درجات کا سبب بنے گی، کیونکہ سالک جب کسی درجۂ رفیعہ پر پہنچتا ہے تو خوش ہوتا ہے، لیکن جب اس کی نظر اس سے بلند درجہ پر جاتی ہے تو اپنے درجہ کو پست سمجھتا ہے، اور اس کا سبب اپنی کوتاہی کو سمجھتا ہے، جو اس کے نزدیک گناہ ہوتا ہے، اگرچہ شرعاً وہ معصیت نہ ہو، اس پر وہ استغفار کرتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اسے اس درجے سے نکال کر اس سے رفیع (بلند) تر درجہ پر ترقی دے دیتے ہیں، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے طلبِ مغفرت فرمائیں، اس کی ترقی کا کیا کہنا!

یہ بھی ظاہر ہے کہ جب تک کوئی شخص خود طالبِ مغفرت نہ ہو، اس وقت تک کسی دوسرے کی استغفار اس کے لئے کیسے نافع ہو سکتی ہے؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے استغفار فرمانا اس معنی کے لحاظ سے بھی ان کی اعانت ہے کہ یہ ان کی شفاعت اور سفارش ہے، اس کے ساتھ طریقہ تعلیم ہونے کے اعتبار سے بھی اعانت ہے، گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے استغفار فرما کر انہیں طریقے کی تعلیم بھی دیتے تھے کہ رفعِ درجات اور ترقیٔ باطنی کے لئے استغفار سے کام لو، اب یہ فرمایا جائے کہ صوفیائے کرام کے ہاں جو بیعت متعارف ہے، اس میں اس سے زائد کیا ہوتا ہے؟ مرید توبہ اور عہدِ طاعت کرتا ہے، اور پیر وعدۂ اعانت۔

۲:... "وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا." (النساء:۶۴)

اس آیت میں اگرچہ لفظِ بیعت مذکور نہیں ہے، مگر اس کی حقیقت کا تذکرہ موجود ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اظہارِ توبہ کی ہدایت فرمائی گئی ہے، اب توبہ کے مذکورہ بالا اجزا کو سامنے رکھئے تو یہ (بارگاہِ نبوی میں حاضری اور اظہارِ توبہ) وعدہ اور عہدِ تقویٰ ہے، اور ان کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی استغفار حسبِ تقریرِ سابق اعانت اور وعدۂ اعانت ہے۔

۳:... "عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَهُ وَعْكٌ ... الخ."

(بخاری شریف ج:۲ ص:۱۰۷۰ باب بیعۃ الاعراب، اصح المطابع)

دیکھئے اس میں اسلام پر بیعت لی گئی ہے، جو فعلِ خیرات و توبہ عن المنکرات کا جامع ہے، اور چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل معلم اسلام ہیں، اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وعدۂ تعلیم و تربیت بھی کہا جائے گا، خواہ لفظاً مذکور نہ ہو۔

۴:... "قَالَ: حَدَّثَنِيْ مُجَاشِعُ بْنُ مَسْعُوْدٍ السُّلَمِيُّ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُبَايِعُهُ عَلَى الْهِجْرَةِ، فَقَالَ: إِنَّ الْهِجْرَةَ قَدْ مَضَتْ لِأَهْلِهَا، وَلٰكِنْ عَلَى الْإِسْلَامِ وَالْجِهَادِ وَالْخَيْرِ."

(مسلم شریف ج:۲ ص:۱۳۰ باب المبایعۃ بعد فتح مکۃ)

اسلام جامع صفات ہے، جہاد خیر جزئی ہے، اور خیر جامع خیرات ہے، ان سب پر بیعت لی گئی ہے، منصف مزاج کے لئے اتنے دلائل کافی ہیں۔

یہ بات بھی صاف کردوں کہ بیعت متعارفہ کی شرعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن تجربہ بتاتے ہیں کہ عادۃً اب اس کے بغیر کام ہوتا نہیں ہے۔ جس طرح بغیر استاذ کے صرف کتب بینی سے علم حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح عمل صحیح بھی بغیر کسی معلم و مربی کے نہیں حاصل ہوتا، صحبت کا اثر بڑی چیز ہے، شیخ کی صحبت سے یہ چیز آسان ہوجاتی ہے، فطری بات ہے کہ عملی چیز عمل کرتے ہوئے دیکھنے اور تجربہ کار کی راہ نمائی ہی سے حاصل ہوتی ہے، اسلام علم وعمل کا مجموعہ ہے، اس پر عمل کرنے کے لئے کسی تجربہ کار معلم و مربی کی حاجت ہے، کوئی شخص طب کا مطالعہ کتنا ہی کیوں نہ کرلے، لیکن جب تک کسی طبیب کے مطب میں نہ بیٹھے گا، اس وقت تک فن اسے نہیں آسکتا، اس مثال سے عمل بالشریعۃ کے لئے معلم و مربی کی ضرورت کو بھی سمجھ لینا چاہئے، واللہ اعلم وعلمہ اتم!

عبدہ العبد محمد اسحٰق صدیقی عفا اللہ عنہ

المدرسۃ الاسلامیۃ نیو ٹاؤن کراچی

۲۶/ رجب ۱۴۱ھ

جامعہ خیر المدارس کا فتویٰ:

الجواب:... جہاد کے علاوہ بھی بیعت لینا احادیث سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو:

۱:... "عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نُبَايِعُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَيُلَقِّنُنَا: فِيْمَا اسْتَطَعْتُمْ."

"... عن عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ قال: کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: "الا تبایعون رسول اللہ" فرددھا ثلث مرات. فقدمنا ایدینا فبایعناہ، فقلنا یا رسول اللہ! قد بایعناک فعلی ما؟ قال: ان تعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ والصلوات الخمس، واسر کلمۃ خفیۃ، قال: ولا تسئلوا الناس شیئا." (ابن ماجہ ص ۲۱۴)

مشائخ طریقت بھی کفر و شرک اور بدعات و معاصی سے توبہ کراتے ہوئے اجازت کے طور پر بیعت لیتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم!

الجواب صحیح	بندہ عبدالستار عفی عنہ
بندہ محمد اسحاق غفرلہ	نائب مفتی خیر المدارس ملتان
نائب مفتی خیر المدارس ملتان	۸/۳/۱۴۰۸ھ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا فتویٰ:

جواب:... واضح رہے کہ قرآن اور حدیث سے پانچ قسم کی بیعت ثابت ہے:

اوّل بیعت علی الایمان، دوم بیعت علی الہجرۃ، سوم بیعت علی الجہاد، چہارم بیعت علی التقویٰ، پنجم بیعت علی اتباع الشرعیات۔

اور صوفیہ میں یہ قسم پنجم بطریقہ معروف اور متوارث ہے اور اس کا ذکر قرآن مجید میں اور احادیث میں موجود ہے، قال اللہ تعالیٰ:

"یٰاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَکَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَکَ

علٰی اَنْ لَا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا۔" (الممتحنۃ:۱۲)

"وَعَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَوْلَہٗ عِصَابَۃٌ مِّنْ

اَصْحَابِہٖ: بَایِعُوْنِیْ عَلٰی اَنْ لَّا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا۔"

(متفق علیہ)

اور شارع کے افعال میں اصل تشریع ہوتی ہے، نہ تخصیص، لہذا یہ تمام کے تمام (افعال) اُمت کے لئے بھی جائز ہوں گے، فقط!

محمد فرید

مدرسہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ:

الجواب:... حامداً ومصلیاً ومسلماً!

آپ کو اتنی دور خط بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟ خود آپ کے مدرسے میں حضرت مولانا محمد یوسف مجاز صحبت حضرت تھانویؒ، مفتی ولی حسن صاحب اور قریب ہی حضرت مولانا محمد شفیع صاحب مجاز بیعت تشریف فرما ہیں، ان بزرگوں کے ہوتے ہوئے مجھے کچھ عرض کرنے کی جرأت مشکل ہے، تاہم آپ اتنا کیجئے جس سے آپ کا یہ عمل بے کار نہ جائے اور بات بھی صحیح معلوم ہو جائے کہ جو کچھ میں عرض کر رہا ہوں، اس کو بزرگوں کی خدمت میں پیش کر لیجئے، اور جو اصلاح وہ فرمادیں سر آنکھوں پہ رکھیں، اور اس اصلاح سے مجھے بھی مطلع کر دیں تو بہت ممنون ہوں گا۔

بیعت ایک معاہدہ ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ قسم کی بیعتیں

بعض صاحب نے ہیں

۱... بیعت اسلام۔

۲... بیعت ہجرت۔

۳... بیعت جہاد۔

۴... بیعت امور خاصہ مثلاً ترک نوحہ وغیرہ۔

۵... اور بیعت تقویٰ، تمام مامورات کے اتباع اور ممنوعات سے بچنے کا عہد۔

احادیث میں یہ پانچوں قسم کی بیعتیں آتی ہیں، سورۂ ممتحنہ میں عورتوں کی بیعت کا ذکر ہے، فتح مکہ شریفہ کے روز نازل ہوئی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا کے اوپر مردوں سے، اور پہاڑ سے نیچے حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں سے بیعت لی، اور بھی مقامات پر عورتوں سے بیعت لی گئی ہے، حدیثوں میں مذکور ہے، اور مردوں سے تو بیعت بار، سورۂ فتح میں ارشاد ہے

"ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما۔" (الفتح:۱۰)

اس کا معاہدہ ہونا بھی فرمایا ہے، اور چونکہ مقصد اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری ہے، حضور سے اور شیخین سے معاہدہ کو اللہ تعالیٰ سے ہی معاہدہ قرار دیا ہے، اور اس کے توڑنے پر کہ جن جن چیزوں کا عہد کیا تھا، ان کے خلاف کرنے پر کسی کا نقصان فرمایا، اور ایفائے عہد پر اجر عظیم کا وعدہ چونکہ معاہدہ اللہ تعالیٰ کی ہی فرماں برداری کا معاہدہ ہے اس لئے دنیوی کاموں میں بیعت نہیں ہوتی، صرف دین کے کاموں کے لئے ہے۔ اور مقصد فرماں برداری ہے۔ اگر بیعت کے بعد فرماں برداری نہ کی، تو معاہدہ پورا نہ ہوا، گناہوں سے بچنے اور عبادت میں لگے رہنے کا معاملہ فوت ہو گیا، تو

اپنا ہی نقصان کیا، اور معلوم ہو گیا کہ خالی بیعت ہونا بے کار ہے، کیونکہ وہ صرف ایک معاہدہ ہے، اس کا پورا نہ کرنا تو خود کو تباہ کرنا ہے، پورا کرنا نجات کا سبب ہے، اگر یہ کام نہ کیے تو بیعت بے نور ہے، اگر بلا معاہدہ کے یہ کام اسکی پابندی سے کیے جیسے معاہدہ پر ہوتی ہے، تو وہ مفید ہی مفید ہے۔

معاہدہ میں برکت ہوتی، مگر کام تو احکام دریافت کرنے، اصلاح نفس کرانے سے بغیر بیعت کے بھی ہو جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیعت عمومی کا سلسلہ نہیں رہا کہ جب اسلام عام ہو گیا، حق و ناحق کھل گیا تھا، جو مسلمان ہوتا ہے پختہ ہی ہوتا تھا، حق کبھی ور ہوتا تھا، وہ ابتداء کا تذبذب نہیں رہا، مگر بیعت خلافت جس میں باقی بھی مندرج تھیں، بیعت ہجرت، جہاد، امور خاصہ کی، تقویٰ کی، سب درج تھیں، اسی وجہ سے تو حضرت خالدؓ کو ان کے عہدہ سے الگ فرما دیا تھا، حضرت عمرؓ خلیفہ ہی تو تھے، مگر فرمایا کہ ان کے ہاتھ پر فتوحات بہت ہو گئی ہیں، ان کو یہ خیال نہ ہو جائے کہ میری وجہ سے ہیں (حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا، اور اس خیال کے عجب تک پہنچنے کا اندیشہ تھا، تو یہ کام بیعت تقویٰ والے کا تھا، اور حضرت خالدؓ کو قطعاً ناگوار نہیں ہوا کہ وہ اس کو اصلاح نفس سمجھ رہے تھے)۔

بعد میں جب خلفائے راشدینؓ کا زمانہ ختم ہو گیا، اور خلیفہ بیعت تقویٰ و توبہ کے اہل نہ رہ کر ملنے لگے، تو بزرگوں نے بیعت توبہ کے نام سے بیعت تقویٰ جاری کر دی کہ وہ سب معاہدوں کے لئے جامع تھی، مگر ایک عرصہ کے بعد اس کو بند کرنا پڑا کہ بادشاہانِ وقت کو خدشہ ہونے لگا، وہ اس کو اپنی بیعت کے مقابل اور سبب بغاوت سمجھنے لگے، تو یہ سلسلہ عام طور سے ملتوی کر دیا گیا، جب اس سے اطمینان ہو گیا اور شاہی دارو گیر ختم ہوئی تو پھر اس کا زور و شور ہو گیا۔

ایک عقلی بات بھی سمجھ لیجئے کہ ہر کام آدمی عقل پر زور ڈال کر خود بھی کر سکتا

بیعت علی الاسلام کا معاہدہ ہے، اور بلاریب قرآن و حدیث سے یہ معاہدہ ثابت ہے۔ حضور علیہ السلام جیسے بیعت علی الاسلام قبول کرتے تھے، ایسا ہی بیعت علی الجہاد و بیعت علی اتباع امور الدین بھی لیتے تھے۔ آیت کریمہ: "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا" (ممتحنہ ۱۲) نص قطعی ہے اور حکم شرعی ہے کہ مومنین سے بیعت علی احکام الاسلام لی جاتی ہے۔ اس ثبوت قطعی کے بعد بیعت کو بدعت کہنا قول مخترع ہے۔ واللہ اعلم

احقر احمد سعید عفی عنہ
مفتی جامعہ عربیہ سراج العلوم سرگودھا

"جس طرح بغیر استاذ کے صرف کتب بینی سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح عمل ب شیخ بھی بغیر کسی معلم و مربی کے حاصل نہیں ہوتا۔ صحبت کا اثر بڑی چیز ہے۔ شیخ کی صحبت سے یہ چیز آسان ہو جاتی ہے۔"

تربیت المرید بذکر الحمید
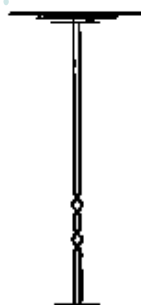
یعنی

ذکرِ الٰہی سے مُرید کی تربیت

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ،

اَمَّا بَعْدُ!

عارض ہوں کہ مختصر سا مضمون فضیلت ذکر، مذکور اور ذاکر وغیرہ سے متعلق پیش خدمت کیا جاتا ہے۔ "اگر قبول افتد زہے عز و شرف!"

واضح ہو کہ ذکر بمعنی یاد کردن ہے، (کذا فی الصراح) اور اس معنی کے لئے چند اصطلاحات کا جاننا ضروری ہے، مثلاً:

ا:... جو یاد کرنے والا ہو، اس کو ذاکر کہتے ہیں۔

۲:... جس کو یاد کیا جائے، اس کو مذکور کہتے ہیں۔

۳:... جس سے یاد کیا جائے، اس کو آلۂ ذکر کہتے ہیں، مثلاً: زبان، دل اور اعضاء و جوارح، یا ان تینوں چیزوں سے، پھر اگر زبان سے یاد کیا جائے تو یہ مدح و ثنا ہے، یا پھر ذکر ذات مذکور، یعنی "اللہ، اللہ" کرنا، اگر دل ہی دل سے ہو، تو تفکر و تدبر کہلائے گا، پھر تفکر و تدبر یا تو محض ذات میں ہوگا یا صفات کمال اور انعامات وارده وغیره وارده میں، پھر تفکر و تدبر محض ذات یا تو من حیث الاطلاق (مطلق) ہوگا یا من حیث طلب کنہ ذات (یعنی ذات کی تہہ تک پہنچے گا)، گر تدبر و تفکر محض ذات من

حیث الاطلاق کا ہو، تو محمود ہے، دوسرا یعنی ذات کی تحقیق کو ہو، تو حق تعالیٰ
کے بارے میں ممنوع ہے۔ ۳۔ اعضاء و جوارح سے یاد کرنا، مثلاً: ذات مذکور کی
خدمت، یعنی اس کے فرمان کی تعمیل کرنا۔ یہ سب آلۂ ذکر ہیں۔

۴۔۔۔ جس صورت پر یاد کیا، اگر تنہائی میں یاد کیا تو اس کو ذکر خلوت کہتے
ہیں، اگر جماعت یا مجلس میں یاد کیا تو اس کو ذکر جلوت کہتے ہیں۔

۵۔ جس کیفیت سے ذکر کیا، مثلاً: مذکور کی محبت و عظمت سے یا حقارت و
نفرت سے، اول کو ذکر خیر کہتے ہیں اور دوسرے کو ذکر شر۔

اس مختصر رسالے میں تمام بحث اسی مقصد کے ذکر خیر کا بیان ہے جو کہ سب
مقاصد سے اعلیٰ مقصد ہے، بلکہ حق تو یہ ہے کہ مقصد تو یہی ہے، باقی مقاصد بھی اسی
مقصد کی بدولت مقصد اور اسی کی شاخیں ہیں، اس مقصد اعلیٰ کا بیان بطور تمہید پیش
خدمت ہے، ذکر، ذاکر، مذکور، آلۂ ذکر، جس صورت پر یاد کیا اور جس کیفیت سے یاد
کیا، ہر ایک کی مختصر سی تعریف مذکور ہے۔

فصل اول:

فضیلتِ ذکر:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہل ایمان کے لئے ذکر ہی سفر
آخرت کا زادِ راہ ہے۔

ذکر دلوں کی زندگی ہے، دشمنوں اور رہزنوں کے لئے ہتھیار ہے، امراض
باطنی کے لئے دوا ہے اور ترقی درجات کی سیڑھی ہے، کسی شاعر نے کہا ہے:

إذا مرضنا تداوينا بذكركم
فنترك الذكر أحيانا فننتكس

ترجمہ: "جب ہم بیمار ہوجاتے ہیں تو تیرے ذکر کو
دوا بناتے ہیں، سو کبھی بھی ذکر چھوٹ جاتا ہے تو ہم سر کے بل
گر پڑتے ہیں۔"

کثرتِ ذکر کا حکم اور غفلت کی ممانعت:

خداوند تعالیٰ نے جیسے کثرتِ ذکر کا حکم فرمایا ہے، ویسے ہی غفلت سے بھی
منع فرمایا ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا"

(الاحزاب ۴۱)

ترجمہ: "اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت کیا کرو۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

"وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ
اَنْفُسَهُمْ" (الحشر ۱۹)

ترجمہ: "اور مت ہو اُن جیسے جنہوں نے بھلا دیا اللہ
کو، پھر اللہ نے بھی ان کو بھلا دیا۔"

یعنی عمل چھوڑا، احکام کو ترک کردیا، اس طرح کہ اوامر کے خلاف کیا اور نواہی کا
ارتکاب کیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے ان کو بے پرواہ کیا۔
یعنی ان کی ایسی عقل ماری گئی کہ خود اپنے نفعِ حقیقی کو نہ سمجھا اور نہ حاصل کیا۔ اور دائمی
خسارت اور ابدی ہلاکت میں پڑ گئے۔

ترکِ ذکر کے خسارے کا اعلان:

سورۂ منافقون پارہ ۲۸ میں ہے

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ، وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔" (المنافقون ۹)

ترجمہ... "اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعۂ دنیا ہے) اللہ کی یاد (اور اطاعت، مراد اس سے مجموعۂ دین ہے) سے غافل نہ کرنے پائیں (یعنی دنیا میں ایسے منہمک مت ہو جانا کہ دین میں خلل پڑنے لگے) اور جو ایسا کرے گا تو وہی لوگ ہیں خسارے میں۔"

کیونکہ ان دھندوں میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گیا، تو آخرت بھی کھوئی اور دُنیا میں قلبی سکون و اطمینان بھی نصیب نہ ہوا۔

کثرتِ ذکر پر فلاح و نجات

کثرتِ ذکر پر فلاح و نجات، یعنی ہر دو جہان کے مصائب سے نجات اور ہر قسم کی کامیابی کو معلق فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

"وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔"

(الانفال ۴۵)

ترجمہ... "اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو (کہ ذکر سے قلب میں قوت ہوتی ہے) تاکہ تم کامیاب ہو۔"

کامیابی وہ ہوتی ہے کہ دُنیا میں بہرہ مند و سرفراز اور آخرت میں شاد کام اور فائز المرام ہو۔ اس میں نماز، دُعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ ذکر اللہ کا اثر ہے کہ ذاکر کا دِل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے، جیسا کہ دُوسری آیت میں فرمایا ہے:

"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ." (الرعد ۲۸)

ترجمہ... "آگاہ رہو اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان و سکون حاصل ہوتا ہے۔"

ذکرِ الٰہی جملہ اعمال سے افضل و اعلیٰ ہے:

قرآن مجید میں ہے:

"وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ" (العنکبوت ۴۵)

ترجمہ... "اللہ کی یاد سب سے بڑی ہے۔"

اس لئے ذکرِ الٰہی پابندی کے قابل ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں، ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہے، پس بندے کو چاہئے کہ کسی وقت خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہو، خصوصاً جس وقت برائی کی طرف میلان ہو، فوراً خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کر کے اس سے باز آجائے، قرآن مجید میں تدبر و تأمل اور غور و فکر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ اعمالِ صالحہ کا اختتام ذکر پر فرمایا ہے۔

حکمِ نماز پر غور کرو!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ." (النساء ۱۰۳)

ترجمہ... "پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو (یہ ظاہر اس سے دوام ماضی مستقبل کی طرف اشارہ کیا) اللہ تعالیٰ کی یاد میں

تک یہ ذکر کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔"

یعنی ہر حالت میں ذکر کرو حتیٰ کہ عین قتال میں بھی دل سے اور احکام کے اتباع سے کہ وہ بھی ذکر ہے، خلاف شرع کوئی کارروائی کرنا ناجائز ہے (کہ وہ اللہ کو بھلانا ہے)، غرض نماز تو ختم ہوئی، ذکر ختم نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ صرف وہ شخص کہ جس کی عقل وحواس کسی وجہ سے مغلوب ہوجائیں، اس سے معذور ہے، ورنہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی یاد نہ کرنے میں معذور نہیں۔ اسی طرح نماز جمعہ کے اختتام کو پڑھئے، ارشاد الٰہی ہے:

"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (الجمعہ:۱۰)

ترجمہ... "پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہوچکے تو (اس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کا فضل (روزی) تلاش کرو (یعنی اس وقت دنیا کے کاموں کے لئے چلنے پھرنے کی اجازت ہے) اور (اس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ، (یعنی دنیاوی اشغال میں ایسے منہمک مت ہوجاؤ کہ ضروری احکام وعبادت سے غافل ہوجاؤ، بہرحال روزی کی تلاش میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد نہ بھولو)۔"

اسی طرح روزوں کے حکم پر تدبر فرماؤ، چنانچہ ارشاد باری ہے

"وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا

هدٰکم ولعلکم تشکرون" (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ... "تاکہ تم لوگ (ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کرو (تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے) اور تاکہ تم لوگ اللہ کی بزرگی (اور ثنا) بیان کیا کرو (جس سے تم رمضان کے روزوں کی برکات وثمرات سے محروم نہ رہو) اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو۔"

اسی طرح حج کے ختم کے اختتام پر ذکر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے:

"فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اٰبآءکم او اشد ذکرا۔" (البقرۃ:۲۰۰)

ترجمہ... "پھر جب تم اپنے اعمال حج پورے کر چکا کرو تو (شکر ونعمت کے ساتھ) حق تعالیٰ کا ذکر کیا کرو، جس طرح تم آباء واجداد کا ذکر کیا کرتے ہو، بلکہ یہ ذکر اس سے (بدرجہا) بڑھ کر ہونا چاہئے۔"

اسی طرح حیات کا اختتام بھی اگر ذکر پر ہو تو حدیث پاک میں اس پر جنت کے داخلے کا وعدہ ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان اٰخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔" (مشکوٰۃ ص ۱۴۰)

ترجمہ... "جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا وہ بہشت میں داخل ہو جائے گا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ تمام عبادات کا مغز ذکر ہے۔

الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔"

(مشکوٰۃ ص:۱۹۷ بحوالہ بخاری ومسلم)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی مثال جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے (یعنی ہمیشہ یا کبھی کبھی) اور اس شخص کی جو اپنے پروردگار کو یاد نہیں کرتا، زندہ اور مردہ کی مانند ہے۔"

یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہے، کیونکہ اس کو حیات روحانی یعنی قرب بارگاہ خداوندی عز اسمہٗ حاصل ہے۔ جو اصل حیات ہے، اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔ اگر یاد سے بالکل خالی ہے تو مکمل طور پر دور از درگاہ، محروم اور مطرود ہے، اور اگر کبھی کبھی یاد کرتا ہے تو بقدر غفلت حیات سے خالی ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ، وَمَنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَإٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَإٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ" (مشکوٰۃ ص:۱۹۶)

ترجمہ: "جو شخص اپنے جی میں میرا ذکر کرے تو میں اپنے جی میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ مجمع میں میرا ذکر کرے تو میں ایسے مجمع میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو اس مجمع سے بہتر ہے (یعنی فرشتوں اور پیغمبروں کے مجمع میں)۔"

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے جی کا مطلب یہ نہیں کہ جیسا ہمارا جی ہے، ان کا بھی ویسا ہی جی ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی یاد کی کسی کو خبر نہیں ہوتی، جیسے دوسری حالت میں مجمع کو خبر ہوتی۔ اور وہاں کے مجمع کا یہاں کے مجمع سے اچھا ہونے کا

(قدر دان) ہے۔

جس سے ذاتِ مذکور کو یاد کیا جاتا ہے، اس کو آلۂ ذکر کہتے ہیں، وہ چند طور ہوگا:

اوّل ... یہ کہ صرف زبان ذکر کرتی ہو، یہ ادنیٰ درجہ ہے، مگر اثر سے خالی نہیں، مثلاً کلمہ توحید یعنی ''لا الٰہ الا اللہ'' یا مع ''محمد رسول اللہ'' یا کلمہ تمجید: ''سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر'' ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت، سو سو بار، یا سبحان اللہ اور الحمد للہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ بار، یا ''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' ۱۰۰ بار، یا درود شریف جو کسی طرح کا ہو، ان میں سے ایک تھوڑے الفاظ کا بھی ہے، مثلاً: ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ'' اس قدر ہو یا جس قدر نباہ کر سکے۔

دوم ... یہ کہ صرف دل ذکر کرتا ہو، مثلاً اسم ذات یعنی ''اللہ اللہ'' یا تصور نفی و اثبات یعنی ''لا الٰہ الا اللہ'' کا شغل کرتے ہیں، یا انتظار مطلوب، اس کو مراقبہ کہتے ہیں، وہ اس طور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا ہے یا میں اس کو دیکھ رہا ہوں، یا اس سے فیض و رحمت میرے قلب پر بواسطہ یا بلاواسطہ آ رہا ہے، مراقبہ رقب سے مشتق ہے، رقب انتظار کو کہتے ہیں، سو انتظار مطلوب میں خواہ ظاہر و باطن کے جمع کرنے کو مراقبہ کہتے ہیں۔

ہمہ چشمیم تا بروں آئی

ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی

اس کو حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ خلوت در انجمن کہتے ہیں، یعنی انجمن میں بھی جو کیفیت مذکورہ ہے، محبوب سے مشغول رہے:

از برون در میان بازارم
وز درون خلوتیست با یارم

ابتدا میں تکلف سے اور انتہا میں بے تکلف یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے:

از درون شو آشنا و ز برون بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

یا تدبر معانی و فہم مراد ربانی قرآن مجید سے یا اسماء و صفات الٰہی کے مطالعہ مشاہدہ اور ان کے معانی کے غور و فکر، یا مصنوعات سے صانع اور توحید و قدرت پر استدلال، یا حشر نشر پر دلالت، یا سابقین کی نظم و نثر (نغموں اور مقولوں) سے عبرت، یا اللہ تعالیٰ عز وجل کی نعمت ہائے ظاہری و باطنی اور احسانات و ذکی و روحانی کا تذکار، یا ذوق حضور میں قلب کا انکسار کلی، یا اپنی خواہشات پر کلام ربانی کا ایثار، یا امر و نہی، حلال و حرام کی سوچ وغیرہ ذالک۔

پھر یہ ذکر قلبی یا تو قلب پر غالب نہ ہوگا بلکہ تکلف سے دل کو راغب کرنا (متوجہ کرنا) پڑے گا، اور تکلف نہ کرنے پر دل پھر اپنی غفلت کی سابقہ حالت کی طرف عود کر جائے گا اور حدیث نفس میں مشغول ہو جائے گا، یہ ذکر کا ادنیٰ درجہ ہے، یا دل پر وہ ذکر اس قدر غالب ہوگا کہ تکلف سے اس کو دوسرے کاموں کی طرف لے جانا ہوگا، یہ ذکر کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ (کیمیائے سعادت)

یا دل و زبان دونوں ذاکر ہوں، مثلاً: قرآن مجید کو زبان سے پڑھنا اور قراءت کے ساتھ ساتھ تدبر معانی و فہم مراد ربانی بھی ہو، یا کلمہ تہلیل کو مثلاً: زبان سے پڑھے اور دل میں بھی نفی ماسوا اور اثبات حق سبحانہ و تعالیٰ کا کرے، اس کے چند مراتب ہیں، جو اپنی جگہ مذکور ہیں۔

یا دل، زبان اور تمام بدن خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو، جیسے نماز اور حج

میں (دل، زبان اور جسم) تینوں شامل ہوتے ہیں۔

کیمیائے سعادت میں ہے کہ ذکر حقیقی وہ ہے کہ امر و نہی شرعی کے وقت خدا تعالیٰ کو یاد کرے، فرمان بجا لائے اور نافرمانی سے رک جائے۔ اگر اس حال پر ذکر کو نہیں پایا تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کا ذکر حقیقی نہ تھا، بلکہ وسوسہ اور خیال تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات جلد دوم نمبر ۴۰ کے مکتوب ۵۵ میں ہے:

"ہموارہ اوقات را بذکر الٰہی جل شانہ معروف باید ساخت، ہر عملے کہ بر وفق شریعت غرا کردہ آید داخل ذکر است اگرچہ بیع و شرا باشد، پس در جمیع حرکات و سکنات مراعات احکام شرعیہ باید نمود تا ہمہ ذکر بود، چہ ذکر عبارت از طرد غفلت است، و چوں مراعات اوامر و نواہی در جمیع افعال نمودہ آید از غفلت آمر و ناہی آنہا نجات میسر شود، و دوام ذکر او تعالیٰ حاصل گردد، ایں دوام ذکر ورائے یادداشت حضرات خواجہا است قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کہ آں مقصور بر باطن است وایں در ظاہر نیز متحقق است۔"

ترجمہ... اپنے اوقات کو ہمیشہ ذکر الٰہی جل شانہ میں معروف رکھنا چاہئے، ہر وہ عمل جو روشن شریعت کے مطابق کیا جائے ذکر میں داخل ہے، اگرچہ وہ خرید و فروخت ہی کیوں نہ ہو، لہٰذا تمام حرکات و سکنات میں احکام شرعیہ کی رعایت کرنی چاہئے تاکہ سب کام ذکر (کے حکم میں) ہو جائیں۔ کیونکہ ذکر

سے مراد غفلت کا دور ہونا ہے، اور جب تمام افعال میں اوامر و
نواہی کو مدِ نظر رکھا جائے تو ان اوامر و نواہی کا حکم دینے والے
(حق تعالیٰ) کی (یاد کی) غفلت سے نجات حاصل ہوجاتی ہے
اور اس تعالیٰ کے ذکر پر دوام حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ دوام ذکر
حضرات خواجگان (نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم) کی یادداشت
سے ایک الگ چیز ہے، کیونکہ وہ یادداشت صرف باطن تک
محصور ہے، اور اس دوام ذکر کا اثر ظاہر میں بھی جاری ہے۔"

وفقنا الله تعالى سبحانه وإياكم بمتابعة صاحب الشريعة عليه وعلى آله
وعلى أتباعه الصلوة والسلام والتحية أفضلها وأكملها وأدومها

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين
والصلوة والسلام على خير خلقه سيدنا محمد
وآله وأزواجه وأصحابه وأتباعه أجمعين
اللهم تقبل منا إنك أنت السميع العليم

"ذکر دلوں کی زندگی ہے، دشمنوں اور رہزنوں کے لئے ہتھیار ہے، امراضِ باطنی کے لئے دوا ہے، اور ترقی درجات کی سند ہے۔"

ترک المنکرات
یعنی
منکرات ترک کیجیے
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَغَّبَ وَرَھَّبَ وَخَوَّفَ وَحَذَّرَ،

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الَّذِیْ بَشَّرَ وَاَنْذَرَ

اَلْفَاضِلِ مَنْ مَضٰی وَغَبَرَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الْجَامِعِیْنَ

لِمَحَاسِنِ الْاَخْلَاقِ وَمَکَارِمِ السِّیَرِ مَا صَلَّی الْمُصَلُّوْنَ

وَکَبَّرُوْا، اَمَّا بَعْدُ!

بندہ عبد اللہ عفی عنہ عرض پرداز ہے اپنے قلیل فہم سے جو کچھ اپنے وجود میں اور اپنے رفقاء وغیرہ میں اغلاط صغیرہ وکبیرہ دیکھیں اور دیکھتا ہیں، جو یہ تحریر کر کے دیکھنے اور پڑھنے والوں کے پیش نظر ہیں، شاید ان اغلاط سے بندہ کو اور کسی دوست کو یا تمام اہل اسلام میں سے غلط کاروں کو اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا آجائے اور اغلاط سے رک جائیں اور توبہ خالص بخضوع قلبی نصیب ہو جائے، وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ!

ان کو چند ابواب میں ذکر کیا جائے گا۔

باب اول:

بیان صغائر:

جیسا کہ کبائر سے اجتناب ضروری ہے۔ اسی طرح صغائر سے بچنا بھی

ضروری ہے، اس لئے کہ کتب اصول میں مذکور ہے کہ صغیرہ گناہ بار بار کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے، پس اس فصل میں صغائر کا بیان کیا جاتا ہے۔

اجنبی عورت کے منہ یا ہاتھ کو یا کسی جزو بدن کو دیکھنا، بغیر ضرورت شرعی کے مکروہ ہے، خواہ شہوت سے دیکھے یا بغیر شہوت کے، اگرچہ فتنہ سے بے خوف ہو، جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ" (النور-٣٠)

ترجمہ:... "مومنین کو فرمادیں کہ اپنی آنکھوں کو (پرائی عورت سے) بند کریں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

اور ضرورت شرعی یہ ہے کہ طبیب کا مرض کی جگہ کو دیکھنا یا گواہ اور حاکم کا اس کو دیکھنا۔

اسی طرح مرد و عورت کا اپنی شرمگاہ کو بلا ضرورت دیکھنا، مکان کی چھت پر چڑھ کر کسی کے گھر جھانکنا، کسی کی شکایت سن کر باوجود روک سکنے کے نہ روکنا، سنن مؤکدہ، دعائے استفتاح یا تسبیحات رکوع و سجود کو چھوڑنا، کیونکہ بعض کے نزدیک تسبیحات کا پڑھنا ضروری ہے، اس لئے وہ تسبیحات کا چھوڑنا گناہ سمجھتے ہیں، اور جو سنت کہتے ہیں، ان کے نزدیک تسبیحات کا چھوڑنا مکروہ ہے، جمعہ کی اذان کے بعد بیع کرتے رہنا، قبلہ رو ہو کر پیشاب پاخانہ کرنا، سایہ دار درخت یا لوگوں کی آمد و رفت کی جگہ پر پاخانہ کرنا، عورت کا بغیر محرم یا شوہر کے سفر کرنا، اسی طرح معتمد عورتوں کے ساتھ سفر کرنا بھی ممنوع ہے، عیب دار چیز کو بلا عیب بیان کئے بیچنا اور بیع کرنا، اسی طرح دوسرے کی بیع پختہ ہونے کے بعد بیع کرنا، مسلمان غلام، مصحف یا کتب شرعی کو کافر کے ہاتھ بیچنا، بغیر ضرورت سوال کرنا، کسی کی چیز کو اس کی خوشی کے بغیر لینا، جیسے

چاند وغیرہ جیسا بنا کر مٹا دیا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود نہ پڑھنا، حیض کے وقت طلاق دینا، دو تین میں سے دو شخصوں کا تیسرے کے سامنے سرگوشی کرنا اور تیسرے کو نہ ملانا، جانوروں پر لعنت کرنا، سب اموات، قبروں کو روندنا اور ان پر بیٹھنا، کسی کی ہوا خارج ہونے پر ہنسنا، اولاد میں سے ایک کو عطیہ سے خاص کرنا، گناہِ صغیرہ کو بار بار کرنا اور اس پر فخر کرنا، اکثر علماء صغیرہ گناہ کے بار بار کرنے کو کبیرہ فرماتے ہیں، بخار، تپ وغیرہ کو لعنت کرنا، رو بقبلہ ہو کر بیوی سے جماع کرنا، بچوں کو کان بجانا سکھانا، کسی کی موت پر رونا، اپنے آپ کو یا اولاد کو یا مال کو بددعا دینا، جانوروں کو آپس میں لڑانا، حرام چیز سے دوا کرنا، یہ بھی اکثر کے نزدیک گناہِ کبیرہ ہے، اور مشرکوں کی آگ سے روشنی لینا، یہ سب چیزیں ناجائز و ممنوع ہیں۔

باب دوم:

منکراتِ مساجد:

جاننا چاہیے کہ تمام بدعات کا بیان اس مختصر رسالہ میں نہیں ہو سکتا، اکثر الوقوع بدعات و منکرات میں سے بطور نمونہ کچھ پیشِ خدمت ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جو چیز مکروہ ہو اس پر انکار مستحب ہے، واجب نہیں، اور اس پر سکوت کرنا مکروہ ہے، اور جو چیز حرام ہو، اس پر تغیر و انکار واجب ہے، اور سکوت کرنا حرام ہے، کذا فی تنبیہ الغافلین، شیخ محی الدین بن ابراہیم نحاس رحمہ اللہ تعالیٰ، اور وہ یہ ہیں:

۱… مسجد کے ہمسائے اکثر مسجد کے ساتھ مسجد کا سا معاملہ نہیں کرتے، اس مسجد میں پیاز، لہسن کھاتے ہیں، مسافروں کو اس میں بٹھاتے ہیں، بحالتِ جنابت اس میں سے گزرتے ہیں، حائضہ عورتیں اس میں آجاتی ہیں، اپنے گھر کی چیزیں اس میں

باب سوم:

منکراتِ نماز:

منکراتِ صلوٰۃ بے حد ہو چکی ہیں، من جملہ ان کے نماز بے وقت پڑھنا، یا ترک کرنا یا کبھی کبھی پڑھنا اور نیت زبان سے کرنے کو ضروری سمجھنا کیونکہ نیت پڑھتے پڑھتے رکوع میں لاحق نہیں ہو سکتے۔ اور رکوع و سجود کو پورے طور پر نہ کرنا، قومہ، جلسہ کو ترک کرنا، قراءتِ قرآن کو راگ میں پڑھنا، یا مد پڑھنے میں افراط و تفریط کرنا، یعنی مد کو پڑھنا، ترک کر دینا یا حد سے بڑھانا، ممنوع اوقات میں نماز پڑھنا، نوافل کے پڑھنے کا اہتمام کرنا اور فرائض کی پوری ادائیگی نہ کرنا، سنن مؤکدہ کو چھوڑنا اور دعا استفتاح و تسبیحات رکوع و سجود کو ترک کرنا، دعائے قنوت اور جنازہ کی دعاؤں کو یاد نہ کرنا، نہ پڑھنا، نماز میں کپڑوں یا بدن سے کھیلتے رہنا، قراءت اور ادعیہ نماز کی صحت کا خیال نہ کرنا، وغیر ذالک۔

باب چہارم:

منکراتِ زکوٰۃ و عشر:

منکراتِ عظیمہ میں سے ہے اہلِ اسلام کا ادائے زکوٰۃ میں سستی کرنا، باوجود نصابِ زکاۃ کے زکوٰۃ نہ دینا، علماء، جہلاء اور اُمراء اس میں برابر ہیں، حیلہ سے زکوٰۃ کا ساقط کرنا، برس گزرنے سے پہلے مال کو بیوی کی ملک کر دینا، پھر بیوی کا برس گزرنے سے پہلے شوہر کی ملک کر دینا کہ نہ برس پورا ہوگا نہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اللہ

باب ہفتم:

منکراتِ نکاح:

منکراتِ نکاح، منگنی، شادی اور ولیمہ کی پُرتکلف تقریبیں، عورتوں کا مجمع ہونا، آرائش و زیبائش سے ایک دوسرے پر فخر کرنا اور طعنہ دینا اور حسرت کرنا، اس آرائش و زیبائش کے لئے اپنے شوہر کو ناحق ستانا، فرمائش رکھنا، نہ ملنے پر کام گلوچ کرنا، ہر شادی پر نت نئے لباس اور زیور کا تقاضا کرنا، بے پردہ ہونا، مردوں کو جھانکنا، دولہا کو گھر میں بلانا، بے پردہ ہو کر اس کے سامنے آنا، اس سے ہنسی کی باتیں کرنا، گھر میں گانا بجانا سننا، عشقیہ غزلیں کہنا، سننا، ناچ دیکھنا اور کرنا، ڈومنی کو نچانا، اس پر بے جا روپے دینا، ریاء و سمعہ (شہرت) اور مفاخرت پر خرچ کرنا، دونوں کو ریشمی کپڑے استعمال کرنا، چاندی سونے کے برتنوں کو استعمال کرنا، برادری کو بلا کر نیوتہ وصول کرنا اور برادری کا متعین شدہ طعام ضرور دینا، کہ کہیں مطعون نہ ہوں، مایوں بٹھانا، مخصوص برادری کی چیز دلہن کے لئے دینا، ساتویں روز دلہن کو میکے ضرور لانا، ورنہ عیب دار ہونا، دولہا کے ہاتھ میں لوہے کی چیز دینا، ولیمہ فخریہ کرنا، اور نکاح کے بعد سہرا کو چھوڑ دینا، وغیر ذالک من المنکرات لا یمکن ان تعدوہ!

باب ہشتم:

منکراتِ ولادت وغیرہ:

بچہ پیدا ہونے کے بعد بچے کو زندہ رہنے کے لئے گندھک کی لید جلانا، بوقت ولادت زچہ (بچہ جننے والی) کو آسانی ولادت کے لئے چوہے کی بیٹ کھلانا، حالانکہ نجاست کھانا اور کھلانا حرام ہے، ساتویں روز تک ولادت نومولود کے پاس رکھنا، اعتقاد غالبہ

کاٹس وخاشاک (کوڑا کرکٹ) گیارہ دن تک باہر نہ نکالنا اور نکالنے کو نحوست سمجھنا، نفاس کے دنوں تک مخصوص عورتوں کا اندر نہ آنا، عقیقہ نہ کرنا، کرکے تو فخریہ کرنا، برادری سے چھو مبارک بادی (کی رقم) لینا، وغیرہ ذالک من الخرافات۔ ایسی چیزوں پر امر بمعروف و نہی عن المنکر لازم ہے، ختنہ کو بڑے دھوم دھام سے کرنا اور برادری سے کچھ لینا اور اتنا اہتمام کرنا کہ فرض کے کرنے پڑھنے سے ہزاروں حصہ بڑھ جانا، ختنہ سنت ہے، جیسے اور سنتیں، مثلاً، ناخن تراشنا وغیرہ بلا اہتمام کی جاتی ہیں، یہ بھی دوسری سنتوں کی طرح ادا کرے، بس۔

باب نہم:

عیادت و جنازہ کی منکرات:

بیمار پرسی کا بڑا ثواب ہے، مگر برادری کی رسم ادا کرنے، عار رفع کرنے یا بطور احسان بھرنے کے جانا موجب ثواب نہیں، بیمار کی خدمت کرنے والے کے سوا دوسرا، بیمار کے پاس اس قدر نہ بیٹھے کہ بیمار یا خدمت کرنے والے تنگ ہو جائیں، بیمار کو تسلی دے، شفا کا کہے، دعا کے لئے عرض کرے اور بیمار کو مایوس نہ کرے اور موت سے نہ ڈرائے، مثلاً یوں نہ کہے کہ شفا کی امید نہیں، اگر کہیں میت ہو جائے تو پسماندگان کو صبر کی تلقین کرے، اور یوں نہ کہے کہ خدا تعالیٰ بے پروا ہے، جس سے یہ معلوم ہو کہ تم پر رحمت نہیں کی۔ یا خدا تعالیٰ کو ایسا کرنا زیبا نہ تھا، مگر بے پروا ہے، اس لئے ایسا کر دیا، جنازہ کے ساتھ مولود خوانی یا دردانگیز اشعار پڑھنا، کیونکہ یہ صبر دینا نہیں، درد دینا ہے، اور ایسا کرنا شرع سے بھی منقول نہیں، لہٰذا بدعت محرمہ ہے، اور ریشم کا کفن نہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ نیاز سے دربار شاہی کی حاضری ہو، نہ کہ ناز

باب دہم:

عاشورہ، میلاد، رجب اور پندرہ شعبان کے منکرات

عاشورہ کی رات یا دن کو حنا (مہندی) لگانے، سرمہ لگانے یا خیرات کو ضروری جاننا اور آتش بازی یا اقارب وغیرہ کے راضی کرنے کو مستحسن جاننا غلط بات ہے۔ ہاں! عاشورہ کے روز روزہ رکھنا ایک برس کے روزوں کے ثواب کا موجب ہے، اسی طرح اس دن اس اعتقاد سے کفن سینا کہ منکر نکیر کے سوال سے بچ جائیں گے، افترا علی اللہ تعالی ہے۔

رجب کی خیرات کو واجب جاننا شرع سے منقول نہیں ہے، ستائیس رجب، پندرہ شعبان اور مولد شریف ربیع الاول کی خیرات کو ضروری سمجھنا اسلاف سے منقول نہیں، خصوصاً مولد شریف کی خیرات میں غناء، مزامیر، چراغوں کا جلانا، بے ریش لڑکوں اور عورتوں کا مجمع ہونا، راگ باجہ سننا، عورتوں کا بے حجاب ہونا اور ریا و مفاخرت کی داد دینا اس زمانے کے بدعات سے ہے، طرفہ یہ کہ ایسی حالت کو ثواب سمجھنا اور آخرت کا توشہ جاننا، اعتقاد کرنا، برکت کا موجب سمجھنا، تارک پر ملامت کرنا، غضب اور غصب کی چیز ہے قدرت والے کو اس کا روکنا واجب ہے، اور اگر ان مفاسد سے خالی ہو تو خیرات عمل صالح ہے، کون اس کو روک سکتا ہے؟ والخیر! جب چاہے، جس دن چاہے خیرات کرے، جائز ہے، مگر خیرات کے لئے دن کا معین کرنا اور اس سے آگے پیچھے نہ کرنا، یہ بھی غلط عقیدہ یا خلاف سنت شرع کی علامت ہے۔

اسی طرح عاشورہ کی خیرات کو ضروری سمجھنا بھی غلط ہے، حدیث ضعیف میں

خیرات کی ترغیب آئی ہے، وہ عاشورہ یعنی دسویں کو، اور رواج میں یہ ہے کہ دسویں کی رات بھی نہیں کرتے، گیارھویں کی رات کو کرتے ہیں، پھوپھی کو دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں، ایسا ضروری سمجھنا بدعت ہے، اسی طرح صفر کے مہینے کے آخری بدھ کو چوری کرنا واجب سمجھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تاریخ کو تکلیف سے افاقہ ہو گیا تھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رضی اللہ عنہا نے روٹی گھی وغیرہ میں چور کر خیرات کی تھی، یہ اعتقاد بھی غلط ہے، اور ضروری جان کر ایسی خیرات کرنا بھی بدعت ہے۔

باب یازدہم:

منکراتِ متفرقہ:

بعض عورتیں مغرب کے بعد دیگچی وغیرہ کے نیچے سے آگ نکالنے اور گھر سے باہر نکالنے کو شوہر کے گھر سے نکلنے کا اعتقاد کرتی ہیں، یہ اعتقاد فاسد ہے۔

نیز صابن وغیرہ کو سنیچر کے روز لانے سے یہ اعتقاد کرنا کہ گھر میں تفریق ہو جائے گی، مذموم، اور غلط اعتقاد ہے۔

نیز اپنے لئے ایسا لقب تجویز کرنا جس سے تزکیہ مشعر ہو، محمود نہیں، جیسے رفیع الشان، ابوالمفاخر، محی الدین وغیرہ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کو جب کوئی محی الدین کہتا تھا، تو وہ ناراض ہوتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت جس کا نام برّہ (نیک و صالح) تھا، وہ نام بدل دیا اور زینب نام رکھا۔

نیز مذموم ہے کہ کتاب تالیف کرکے کسی مشہور عالم کے نام لگادے۔ تاکہ اس کی غرض فاسدہ رواج پکڑ سکے۔

اسی طرح علماء کے دلائل چوری کرکے اپنی طرف نسبت کرے۔

اسی طرح قرآن مجید کی طباعت پر کافر و فاسق اجیر (مزدور) رکھنا کیونکہ وہ لوگ بغیر وضو کے ہاتھ لگائیں گے۔

اسی طرح بے محل افسانہ، خرافات شعراء اور مضامین فحش و رومانی و شہوت، طبع کروانا عملی طور پر ممنوع ہے۔

اسی طرح پر ایسے اخبارات کا طبع کرانا جس میں صحیح، باطل ہر طور کی ہر چیز ہو باطل ہے، حدیث میں ہے:

"كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع"

(مشکوۃ ص ۲۸)

ترجمہ: ''انسان کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو سنے (غلط ہو یا صحیح) بیان کرتا رہے۔''

اسی طرح دینی کتب کی رجسٹری کرنا کہ کوئی طبع نہ کرے، یہ بھی اشاعت دین کو روکنا ہے۔ (اگر دفع مفاسد کے طور پر ہو تو بعض علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے)۔

اسی طرح تاجروں کا کفار و فجار سے دینی کتب کا تبادلہ کرنا ممنوع ہے، اس لئے کہ وہ کتب دینی کی بے ادبی کریں گے۔

من جملہ اس کے رسم جہان کو قرآن، حدیث اور فقہ پر ترجیح دینا سخت منع ہے۔

من جملہ اس کے یہ بھی ہے کہ کنویں کے پانی یا حوض وغیرہ میں ننگے ہوکر

لوبان، غسل کرنا، اس طور پر کہ دوسرے بھی دیکھتے رہیں۔

اسی طرح روٹی کا ادب، اس کی تعظیم کرنا۔ اسے چاہئے کہ گری ہوئی کو اٹھا کر صاف کر کے کھا لے یا کھلا دے۔

اسی طرح وضو، غسل میں حد سے زیادہ وسواس کرنا اور پانی میں اسراف کرنا۔

نیت نماز کے تلفظ کو ضروری سمجھنا، دوسرے ملک یا قوم کے کپڑوں کو ادھورا پہننا، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبہ (رومی) پہنا تھا (زاد المعاد) (ان کپڑوں کے نجس ہونے کا گمان ہو تو احتیاط اور بچنے میں ہے)۔

قبروں، درختوں، پہاڑوں اور دریاؤں پر چراغ روشن کرنا منکرات شنیعہ میں سے ہے۔ اس کو نافع، ضار اور دافع امراض وغیرہ خیال کرتے ہیں، اگر یہی اعتقاد ہے تو شرک ہے۔

اسی طرح کسی بزرگ یا ولی کو کسی جگہ خواب میں دیکھا، اس جگہ کی حفاظت کرنا، ادب کرنا اور نیاز دینا شرک ہے۔ بعض اوقات شیطانی حرکات سے کچھ آوازیں کچھ کرنے یا روکنے کی آتی ہیں، اس کو بزرگ کی طرف سے سمجھنا، یا بے ادبی یا خلاف کرنے پر کچھ نقصان ہو جاتے ہیں، اس کو بزرگ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یہ بھی شرک ہے، ولی بزرگ کسی کا نقصان کرنے سے بری ہیں، نفع، نقصان دینا اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔

اسی طرح بعض توحید وجودی والے ہر چیز کو خدا تعالیٰ شانہ یا اس کا مظہر سمجھ کر پوجتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”ہمہ اوست“ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شے، زنار تک کے قالب میں اشکال مختلف اور ہیئت کثیرہ سے نمودار ہوا ہے، اس سے عوام تو سب چیز کو خدا سمجھنے لگے

اور خواص وحدت وجود کا جو مطلب لیتے ہیں وہ اور ہے، مثنوی معنوی میں اوّل حالت کو شرک، زندقہ فرمایا ہے۔

از اں جملہ علماء کی صورت بنانا، تا کہ عالم سمجھا جائے حالانکہ عالم نہ ہو، برا ہے۔ اور علماء کو بھی فخر و مباہات کی نیت سے ایسا لباس پہننا منع ہے، اور بعض وقت صوفیہ، ذاکرین کو انوار، استغراق اور سکر وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں، اور یہ صوفیہ انوار میں فرق نہیں کر سکتے کہ یہ انوار ناری ہیں یا نوری؟ اور نہ ہی ان کے شیخ و مرشد کو پتا چلتا ہے، ایسے لوگ اپنے کو بزرگ، فانی فی اللہ، باقی باللہ سمجھ کر خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، اور کبھی لطافت حواسِ خمسہ ظاہری یا حواسِ خمسہ باطنی مثلِ حس مشترک، خیال متصرفہ وغیرہ کی روشنی ہوتی ہے، اور کبھی لطافتِ عناصر آب و ہوا، خاک و آتش کی، اخلاط بلغم، سودا، صفرا، خون اور کبھی دماغی تصرفات وغیرہ، آنکھوں کے سامنے یا اپنے اندر صوفی پاتا ہے، اس کو قلب، روح، سر، خفی اور اخفیٰ کے انوار لطافت یا سیرِ انفسی و آفاقی خیال کرکے گمراہ ہوتا ہے۔ اور کبھی دماغی تصرفات سے یا شیطانی حرکات سے کانوں میں آوازیں آتی ہیں، اس کو الہام و القاء رحمانی سمجھ کر گمراہ ہوتا ہے، شیخ ماہر، صاحبِ سنت و توحید، کم ملتے ہیں، صاحبِ فراستِ صحیحہ، ہر مقام و انوار کی تمیز کرنے والے اور مقاماتِ عشرہ کو طے کرنے اور کرانے والے مثلِ اکسیرِ صحیح کے کم ہیں یا کم ہیں۔ ہوش سے رہیں اور ہر خواب، الہام، القاء اور انوار وغیرہ کو شریعت کی کسوٹی پر پرکھو کرو۔ بزرگ بنیں، محض خیال سے بزرگ ہونا نہیں ہے۔ فافہم فانہ دقیق وما علینا الا البلاغ!

من جملہ ممنوعات کے واعظین، قصہ گو، کتب غیر معتبرہ اور جھوٹے رسالوں

کہا ہے کہ واعظ احادیث موضوعہ بے سروپا اور من گھڑت قصے بیان کرتے ہیں، گمراہ لوگ جھوٹے رسالے تصنیف کرکے، شائع کرکے گمراہ ہوتے اور کرتے ہیں، ہر واعظ کا وعظ نہ سننا چاہئے۔ بلکہ تحقیق کرلینا چاہئے کہ عالم سنی ہے، موحد اور صاحب سنت ہے، پھر وعظ سنا جائے۔ عام واعظین نے تو گمراہ کرنے کا ٹھیکا لے لیا ہے۔

اسی طرح پسوائی کے لئے گندم لے جاتے ہیں، ایک کی گندم کا آٹا دوسرا لے جاتا ہے، دوسرے کی گندم کا آٹا تیسرا بے اجازت و رضا لے جاتا ہے، اور اگر رضا بھی ہو تو بھی ناجائز ہے۔ اس جگہ نہ تو بیع ہے، نہ تبادلہ، آٹا پیسنے والے رضا بغیر رضا دیئے لیتے ہیں، کسی کی کسی کو ملتے، ان کو روکنا واجب ہے، اور ایسا آٹا لینا سخت حرام ہے۔

اسی طرح کپاس خریدنے والے اپنی کپاس کارخانہ میں جمع کرتے جاتے ہیں، اور اس کا بھاؤ جب چاہیں گے طے کرلیں گے، جس وقت بھاؤ تیز ہوگا، طے ہوگی، اور کارخانہ والے کچھ رقم نصف یا دو تہائی کے حساب سے دے دیتے ہیں، بھاؤ طے کرنے کے وقت نہ وہ کپاس موجود ہے، نہ لینے کے وقت کا بھاؤ دیا جاتا ہے، نہ طے کرنے کے وقت کا بھاؤ دیتے ہیں، ایسی بیع و شراء قطعاً حرام ہے، تاجروں کو ہوش سے کام کرنا چاہئے۔

اسی طرح اشیاء کے وزن اور تول کے وقت کٹوتا (کٹوتی) لگایا جاتا ہے، کٹوتا لگانے کا معنی یہ ہے کہ کتنی کپاس صحیح ہے اور کتنی خراب؟ مثلاً ایک من میں پانچ سیر خراب ہے تو پینتیس سیر شمار ہوں گے، یعنی من کے ۳۵ سیر ملیں گے، اس کی رقم ہوئی، پانچ سیر کی کوئی رقم نہیں، وہ ہضم ہو گئے، ایک یہ خرابی ہے۔

دوم یہ کہ کٹوتے والے کو کچھ رشوت دے دی جائے تو چالیس سیر کے

چالیس سیر درست ہیں، کچھ بھی اس میں نقص نہیں (سبحان اللہ!) کیا اس کے معاملے تو سر سے پاؤں تک نور علی نور ہیں۔

اسی طرح چونگی والوں کا حال ہے، کچھ دے دو تو سرکاری محصول سب معاف ہے، سو من کی چالیس من ہے، اور کچھ نہ دو تو ڈیڑھ سو من ہے، علی ہذا القیاس۔

اسی طرح سنار سے زیور بنوانے میں تہائی، چوتھائی یا پنجم حصہ چاندی یا سونے کی جگہ کھوٹ وغیرہ ملاتے ہیں، ادھر سے سونا چاندی لے لیا، پھر بنوانے والے سے مزدوری بھی لیتے ہیں، کیا ہی مبارک بنائی ہے اور بنایا جاتا ہے! اسی طرح ناپ تول وغیرہ میں اتنی بے ایمانی ہے کہ بیان سے باہر ہے، سیر بھر تول کر آنکھوں کے سامنے دیتے ہیں اور تین پاؤ ہوتا ہے، اللہ اکبر!

اسی طرح جادو وسحر کے لئے تعویذ لکھتے ہیں، طلاق وغیرہ دلائی جاتی ہے یا مردنا مرد ہو جاتا ہے، اور قرآن مجید کے الفاظ معکوس کر کے لکھتے ہیں، مثلاً: "الحمد" کا "دمحلا" ہو جاتا ہے، اور قرآن مجید کے اوّل آخر موکلات پڑھے جاتے ہیں، مثلاً "یس دردائیل یسین والقرآن الحکیم" اور درمیان میں موکلات ملا کر پڑھا جاتا ہے، مثلاً: "قل ھو اللہ احد یا جبرئیل اللہ الصمد، یا میکائیل لم یلد، یا اسرافیل ولم یولد، یا عزرائیل ولم یکن لہ کفوا احد یا ھلکائیل" وغیرہ ذالک من العجائبات!

اس میں اوّل یہ ہے کہ قرآن مجید میں اوّل یا آخر یا بعض ملانا اور پڑھنا حرام اور کفر ہے اور قرآن کے لفظ معکوس کر کے پڑھنا بھی کفر ہے اور دوم خدا کے غیر اللہ کا نام بھی شرک ہے، اور سوم قرآن مجید خدائی قانون ہے، عمل کرنے کے لئے نازل ہوا ہے، نہ کہ سحر و جادو اور طلاق و زنا کے لئے، قرآن مجید اور حدیث شریف میں چند فرشتوں کے

نام ہیں، باقی کا علم نہیں، سینکڑوں مؤکلات کے نام تعویذوں کی کتاب میں درج ہیں، حقیقت میں یہ فرشتوں کے نام نہیں، جنوں کے نام ہیں، کذا قالہ المحققون۔

اسی طرح نعت وغیرہ میں حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح وثنا۔ مولود شریف پڑھتے رہنا، اور ناچتے رہنا، اللہ تعالیٰ کے پاک نام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی تحقیر، اور اسلام کے دائرہ سے باہر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو صحیح راستے پر چلائیں اور صحیح اعتقاد، بات اور کام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرات! یہ بعض چیزیں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش خدمت ہیں۔ جس میں آپ غلطی دیکھیں تو بندہ کو بھی اطلاع بخشیں، اور اس کو صحیح دیکھیں تو دعائے خیر سے یاد فرمائیں، اور اس پر عمل ہونے کی ہمت کریں، شاید کسی کے عمل کرنے سے مجھے معافی مل جائے۔

وما توفيقي الا بالله، ولا حول ولا قوة الا بالله

وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وصحبه وبارك وسلم

من التحية والسلام افضلها واشرفها وادومها

آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

اللهم تقبل منا انك انت السميع العليم

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك

عبد اللہ عفی عنہ

حبیب آباد، شجاع آباد، ملتان

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

"جب چاہے، جس دن چاہے خیرات کرے،
جائز ہے، مگر خیرات کے لئے دن کا معین کرنا اور اس سے
آگے پیچھے نہ کرنا یہ بھی غلط عقیدہ یا خلاف سنت مشروعہ کی
علامت ہے۔"

ترک السیئات

مع درک الحسنات

یعنی

گناہ چھوڑنا اور نیکیوں کا اپنانا

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربّ یسّر وتمّم بالخیر

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، امّا بعد:

چند عرض پرداز ہے کہ آج کل عوام میں یہ بات عام ہے کہ جب ان میں سے کسی کو کوئی حق کا مسئلہ بتایا جاتا ہے، اگر وہ اس کے رسم، رواج اور طبیعت کے خلاف ہو، تو فوراً بغیر سوچے سمجھے حق کہنے والے پر بدزبانی اور اعتراض کرتا ہے، اور اپنی حمیت، انسانیت اور مروّت کو خاک میں ملاتے ہوئے آخرت کو برباد کرتا ہے، رب تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے، حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ میں ڈالتا ہے، اپنے نامۂ اعمال اور قبر کو سیاہ کرتا ہے، معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچا جائے، آمین!

اس بدزبانی کی اصلاح کے لئے ذیل میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں، ان معروضات کو چند فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل:

توحید کے بارے میں:

مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی بریلویت کی مستند کتاب الکلمۃ العلیا میں لکھتے ہیں:

”(اللہ تعالیٰ) وہ سب کا مالک ہے، جو چاہے کرے۔
اس کے حکم میں کوئی دم نہیں مار سکتا۔“ (کتاب العقائد ص ۳)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

”اس کی پکڑ نہایت سخت ہے، جس سے بے اس کے
چھوڑے، چھوٹ نہیں سکتا۔“ (کتاب العقائد ص ۳)

تیسری جگہ فرماتے ہیں:

”طاعت سجدہ اس کا حق ہے، اس کو پوجو، وہی رب
ہے۔“ (کتاب العقائد ص ۵)

شرک کیا چیز ہے؟

علامہ مذکور کتاب العقائد صفحہ ۲۴ اور بہار شریعت صفحہ ۵۲ میں فرماتے ہیں۔

”شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خدا یا
مستحق عبادت سمجھے، اور کفر یہ ہے کہ ضروریات دین یعنی وہ
امور جن کا دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا یقینی معلوم
ہے، ان میں سے کسی کا انکار کرے۔“

علم غیب کے بارے میں عقیدہ:

علامہ احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب تمہید ایمان صفحہ ۲۲ میں
لکھتے ہیں۔

”اور جمیع معلومات الٰہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی
باطل و راکثر علماء کے خلاف ہے۔“

آنحضرتؐ بھی تمام معلوماتِ الٰہیہ کو نہیں جانتے:

علامہ احمد رضا خان صاحب اپنی مشہور کتاب الدولۃ المکیہ صفحہ ۲۵ میں لکھتے ہیں:

"فانا لا ندعی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد احاط جمیع معلومات اللہ تعالیٰ فانہ محال للمخلوق۔"

ترجمہ: "ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (علم شریف) تمام معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہے، کیونکہ یہ تو مخلوق کے لئے محال ہے۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ میں دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"ولا نثبت بعطاء اللہ ایضا الا البعض۔"

ترجمہ: "ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔"

ملفوظات طیبہ حضرت سید خواجہ مہر علی شاہ صاحب صفحہ ۸۱ میں فرماتے ہیں:

"لکن الرسول لا یطلعون علی جمیع الغیوب لیبقی الاختصاص الالٰہی بحالہ، فافہم۔"

ترجمہ: "لیکن رسول تمام غیوب پر مطلع نہیں ہیں، تاکہ وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اپنے حال پر باقی رہے۔"

مسئلہ بشریت:

کتاب بہار شریعت جو بریلویت کی مستند کتاب ہے اور علامہ احمد رضا خان صاحب کی مصدقہ ہے، اس کی کتاب العقائد میں ہے:

"عقیدہ: نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو، اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ بھی رسول ہیں۔

عقیدہ: انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن نبی ہوا نہ عورت۔" (بہار شریعت ج ۱ ص ۱۰)

علامہ نعیم الدین صاحب مراد آبادی اپنی کتاب عقائد میں فرماتے ہیں:

"انبیاء وہ بشر ہیں جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔" (ص ۹)

مفتی احمد یار خان گجراتی اپنی مشہور کتاب جاء الحق ص ۱۶۲ میں لکھتے ہیں:

"محمد بشر لا کالبشر، یاقوت حجر لا کالحجر۔"

ترجمہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں مگر عام بشر جیسے بشر نہیں، یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر جیسا نہیں۔ (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل البشر ہیں)۔"

فصلِ دوم:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف اگرچہ ریا و سمعہ سے پڑھا جائے مقبول ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچایا جائے گا، اگرچہ پڑھنے والے کو اس کا ثواب نہ ملے، کیونکہ وہ موقوف ہے صحیح نیت پر، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو بہانہ بھی کافی ہے۔ وَكَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

دُرود شریف وہ طاعت ہے جو کبھی رَد نہیں ہوتی:

دُرود شریف وہ طاعت ہے جو کبھی رَد نہیں ہوتی، دُرود شریف بھیجنے سے ہم حضور پر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی محبت کے جذبے کا اظہار اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر مجلس میں ایک بار دُرود شریف پڑھنا واجب ہے۔ اس کے بعد ہر بار نام مبارک سن کر دُرود شریف پڑھنا واجب نہیں، مستحسن ہے کہ ہر بار میں "صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمْ" پڑھا کرے۔

فصلِ سوم:

سنّت و بدعت میں:

بدعت: حدث فی الدین کا نام ہے، اور جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ عبادت کے کیا ہو، اس کا نام سنّت ہے، اور جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا

ہے، نہ کرنے دیکھ کر سکوت فرمایا ہے، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے کیا، نہ جائز رکھا، نہ تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے جائز رکھا ہے، اور نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کی اجازت دی ہے، اس کا کرنا ثواب سمجھنا، بشرطیکہ دین کا موقوف علیہ نہ ہو، وہ بدعت ہے، جیسی تعلیم و تعلم نحو و صرف وغیرہ، کتب کی تصنیف، مدارس کا جاری کرنا، بنانا، اسی طرح وہ علاجات جو اخلاق رذیلہ کے دفع اور اخلاق حمیدہ کی تحصیل کے لئے کئے جائیں، وہ بدعت نہیں ہیں، کیونکہ یہ احداث للدین ہے احداث فی الدین نہیں، اور حدیث میں آیا ہے:

"مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"

(مشکوٰۃ ص ۲۷)

ترجمہ... "جس شخص نے دین میں نئی چیز ایجاد کی اور دین میں وہ نہ تھی، وہ رَد شدہ ہے۔"

پس نئے اسلحے کا استعمال بھی بدعت نہ ہوگا، اور وہ کام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت کے کئے ہیں، اس کا خلاف بھی بدعت و منکر نہ ہوگا، ہر شہر کا عرف و عادت اکثر دوسرے شہر کے عرف و عادت کے خلاف ہوتا ہے۔

بدعت حسنہ: وہ کام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد ظاہر ہوا ہو، اور رافع سنت بھی نہ ہو، اور عوام نے بھی اس کا کرنا ضروری نہ سمجھا ہو۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ جب تک بدعت حسنہ کو بدعت سیئہ کی طرح نہ چھوڑے، حقیقت معرفت سے اس کے دماغ میں خوشبو نہیں آسکتی۔ کذا قالہ المجدد الف ثانی شیخ احمد سرهندی رحمة الله تعالیٰ علیه.

فصل چہارم:

چند بدعتیں:

سجدۂ تعظیمی:

علامہ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اس کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "زبدۃ الزکیۃ فی تحریم سجود التحیۃ" ہے، اس میں علامہ موصوف نے سجدۂ تعظیمی کی خوب تردید فرمائی ہے، اس کتاب کے صفحہ:۲ میں لکھتے ہیں:

"سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین اور کفر مبین،
اور سجدۂ تحیہ حرام (و) گناہ کبیرہ بالیقین، اس کے کفر ہونے میں
اختلاف علمائے دین، ایک جماعت فقہاء سے تکفیر منقول، اور عند
التحقیق وہ کفر صوری پر محمول۔"

پیر کو سجدہ کرنے، کرانے اور جائز سمجھنے والا کافر:

زبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیہ میں علامہ موصوف صفحہ:۵٦ پر لکھتے ہیں:

"یہاں سے معلوم ہوا کہ سجدہ کہ جہاں اپنے مرشد
پیروں کو کرتے ہیں اور اسے پائگاہ کہتے ہیں، بعض مشائخ کے
نزدیک کفر ہے، اور گناہ کبیرہ تو بالاجماع ہے، پس اگر اسے
اپنے پیر کے لئے جائز جانے تو وہ کافر ہے، اور اگر اس کے پیر
نے اسے سجدہ کا حکم کیا اور اسے پسند کرکے راضی ہوا تو وہ شیخ
نجدی خود بھی کافر ہوا، اگر کبھی مسلمان تھا بھی۔"

پیر یا کسی کو جھک کر سلام کرنا اور ملنا حرام ہے:

اسی زبدۃ الزکیہ صفحہ ۵۵ میں علامہ موصوف لکھتے ہیں:

"اسی حرام فروتنی سے بزرگوں کو ملتے اور انہیں سلام
کرتے وقت یا جواب دیتے وقت انہیں سجدہ یا ان کے لئے
رکوع کرنا، یا قریب رکوع تک جھکنا۔"

یہی مسئلہ بہار شریعت میں جلد: ۱۶ صفحہ: ۹۸ پر بھی درج ہے۔

مزارات کو بوسہ دینا، چمٹنا اور طواف کرنا خلافِ ادب ہے:

اسی کتاب زبدۃ الزکیہ صفحہ: ۱۳ میں علامہ مذکور نے علامہ ملا علی قاریؒ کی
عبارت نقل کر کے یہ فیصلہ فرمایا ہے

"علامہ (ملا علی) قاری کی عبارت کا یہ حاصل ہے
کہ روضۂ اقدس و انور و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
وقت نہ دیوار کو ہاتھ لگائے، نہ چومے، نہ اس سے چمٹے، نہ
طواف کرے، نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعتِ قبیحہ ہیں۔"

(مسلکِ متقسط شرح ملا علی قاری ص: ۳۴۳)

علامہ احمد رضا خان صاحب اپنی کتاب زبدہ میں یہ فیصلہ لکھتے ہیں:

"اقول: بوسہ میں اختلاف ہے، اور چھونا، چمٹنا اس
کے مثل، اور احوط منع، اور علت خلافِ ادب ہونا، فافہم۔"

پختہ قبر بنانا ناجائز:

علامہ احمد رضا خان صاحب زبدۃ الزکیہ ص: ۲۵ میں امام زیلعی کی تبیین
الحقائق جلد اول صفحہ: ۲۴۶ سے نقل فرماتے ہیں:

ذہن سے کچھ آ گیا، علامہ موصوف نے اس قدر اس کو روکا ہے اور منع فرمایا ہے۔

پیر کے نام کی چوٹی رکھنا:

علامہ موصوف بریلوی اپنے فتاویٰ افریقہ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں

"اگر وہ مقصود ہو جو بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض انبیائے کرام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ میعاد مقرر کرتی ہیں۔ اس میعاد تک کتنے ہی بار بچے کا سر منڈے، وہ چوٹی برقرار رکھتی ہیں، پھر میعاد گزار کر مزار پر لے جا کر اتارتی ہیں، تو یہ ضرور محض بے اصل و بدعت ہے۔"

مردہ کے گھر کی دعوت کھانا:

رسالہ جلی الصوت صفحہ ۲ میں علامہ موصوف نے فرمایا ہے:

"علامہ صاحب سے یہ فتویٰ پوچھا گیا ہے کہ اکثر بلاد میں رسم ہے کہ میت کی وفات کے روز سے اس کے اعزہ اقارب و احباب کی عورتیں اس کے یہاں جمع ہوتی ہیں اور اس اہتمام کے ساتھ جیسے شادیوں میں کیا جاتا ہے، پھر کچھ دوسرے تیسرے دن واپس آتی ہیں، بعض چالیسویں تک بیٹھی رہتی ہیں۔ اس مدت اقامت میں عورات (عورتوں) کے کھانے پینے، چھالیہ پان کا اہتمام اہل میت کرتے ہیں جس کے باعث ایک صرف زائد کے زیر بار ہوتے ہیں، اگر اس وقت ان کا ہاتھ خالی ہو تو اس ضرورت سے قرض لیتے ہیں، یوں نہ ملے تو سودی

نکلواتے ہیں، اگر نہ کریں تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے یا کیا؟"

علامہ صاحب اسی رسالے کے صفحہ: ۲ میں جواب لکھتے ہیں۔

"سبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پوچھتا ہے جائز ہے یا کیا؟ یوں پوچھ کہ یہ ناپاک رسم کتنے کتنے قبیح، شدید گناہوں اور سخت شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔"

اس کے بعد آپ نے مستقل رسالہ لکھ کر ہر ایک کی تردید کی ہے، اسی رسالے کو دیکھیں۔

میت کے گھر پہلے اور تیسرے ہفتہ کو جو طعام پکائے جاتے ہیں، سب ناجائز ہیں:

اسی کتاب جلی الصوت صفحہ: ۳ میں علامہ صاحب لکھتے ہیں:

"یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کئے جاتے ہیں، سب مکروہ و ممنوع ہیں، علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں: یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں، اس سے احتراز کیا جائے۔"

اسی کتاب میں لکھتے ہیں: اس دعوت کا کھانا بھی منع ہے۔

جلی الصوت صفحہ: ۴ میں لکھتے ہیں:

"غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا کوئی بچہ نابالغ یا بعض ورثا موجود نہیں ہوتے، نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے، جب تو امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے، اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو

آفت سخت تر ہے۔"

شادیوں میں رسم نیوتا وغیرہ:

اعلیٰ حضرت سید مہر علی شاہ گولڑوی اپنے ملفوظات صفحہ ۱۴۴،۱۴۵ میں فرماتے ہیں:

"فقیر ما ہمیں است کہ کار بر جادۂ مستقیم شریعت محمدی سرانجام پذیرد، ولہٰذا رسومات مروجہ مردمان ہم چو دہل وغیرہ و تنبول و غیرہ دستاویز ہرگز ہرگز کارے نیست و ہرگز رضا ے مارا بستاندن غیرہ تکلیف نہ دہد، مادر اول روز منع کردہ ایم، غرض ما ایں است کہ چند مخلصان و محبان دریں کار پیش آیند، تا اینکہ دریں کار بے جا مر اہل مساکین را تکلیف مالا یطاق دادہ شود، بہتر است ایں رسم را موقوف کردہ شود، با وصیت حکیم جملہ حضرات را کہ عقد ارادہ نمایند ہرگز در اتیانِ رسومِ جہالت تضیع اوقات و اموال نکنند۔"

فصل ششم:

تحصیلِ حسنات سے متعلق ارشاداتِ بزرگان!

حضرت شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ
بزرگوں کی حکایت سننے میں کیا فائدہ ہے؟ جب ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے؟
فرمایا اس کے دو فائدے ہیں، اگر مرد طالب و سالک ہو گا تو اس کی ہمت قوی ہو جانے کی طلب میں زیادہ کوشش کرے گا، اور اگر طالب نہ ہو تو شاید تکبر سے

تواضع کی طرف آجائے۔

اسی طرح حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: اگر بزرگان دین چھپ جائیں تو کیا کریں؟ فرمایا: ان کے ملفوظات میں سے آٹھ ورق (کا مطالعہ کیا جائے تو) سلامتی رہے گی۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس گناہ میں ڈر خوف ہو، پھر اس کے بعد توبہ و عذر ہو وہ اس طاعت سے بہتر ہے جس میں عجب و خود پسندی ہو، کیونکہ وہ بندگی خدا تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے:

مبارک آں معصیتے کہ مرا بہ عذر آورد
زنہار از طاعتے کہ مرا بہ عجب آرد

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میں نہیں جانتا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا، پھر غیر سے انس و محبت کرے۔ فرمایا: گناہ کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو، جس کی نافرمانی کر رہا ہے، اس کو دیکھو!

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: تین کاموں سے بچو:

۱:... بادشاہوں کے بچھونوں پر مت بیٹھو۔

۲:... کسی کو راز کی بات مت کہو۔

۳:... اور مزامیر (گانے بجانے) کی طرف کان نہ لگاؤ، اگرچہ جوانمردی رکھتے ہو، کیونکہ آفت سے خالی نہ ہوگا۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص کو لوگوں سے باتیں کرنا زیادہ پسند ہو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد سے، اس کا علم تھوڑا ہے، اس کا دل

تا جاتا ہے، اور اس کی عمر ضائع ہے۔ اور فرمایا سب سے بہتر عمل اخلاص ہے۔

فصل ہفتم:

ذکر کرنے میں:

ذکر میں طریقِ خاص سے ضرب کا حکم نہ مقصود ہے، نہ مقصود اس پر موقوف ہے، لہٰذا جس کو کسی خاص طریق سے ذکر کرنے سے دشواری ہو، وہ جس طرح بے تکلف ہو سکے کرے، کافی ہے۔

بوقتِ ذکر تصور:

ذکر کے وقت اول تو یہ ہے کہ مذکور یعنی حق تعالیٰ کا تصور ہو، لیکن اگر یہ خیال نہ جمے تو پھر ذکر میں یہ خیال کرے کہ یہ ذکر قلب سے واقع ہو رہا ہے۔

تصور الی السماء کا حکم:

ذکر، شغل اور تلاوت میں اگر حق تعالیٰ کی طرف تصور کرنے میں بلا تکلف آسمان کی طرف تصور بندھ جائے تو اس کے دفع کرنے کا قصد نہ کریں، یہ تصور فطری ہے، دفع نہیں ہو سکتا، اور کوئی بھی اس سے خالی نہیں، لیکن بالقصد ایسا نہ کرے۔

ذکر میں عدمِ لذت انفع ہے:

ذکر میں لطف و لذت کا حاصل ہونا ایک نعمت ہے، اور نہ ہونا دوسری نعمت ہے، جس کا نام مجاہدہ ہے، یہ اول سے انفع (نفع بخش) ہے، گو لذت وارد نہ ہو۔

ذکر میں وضو کا حکم:

ذکر باوضو کرنے سے زیادہ برکت ضرور ہوتی ہے، لیکن وضو رکھنا ضروری

نہیں، اگر کسی کا وضو نہ ٹھہرتا ہو اور بار بار وضو کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو تیمم کرلے، لیکن اس تیمم سے نماز و مس مصحف جائز نہیں۔ اور اذان کے وقت ذکر سے رُک جانا اَولیٰ ہے۔

نماز میں ذکر کا حکم:

نماز میں تلاوت قرآن اور اذکار و ادعیہ نماز کے علاوہ نہ ذکر لسانی کرنا چاہئے، نہ ذکر قلبی، بلکہ توجہ الی الصلوۃ ہونی چاہئے۔ اگر خود بخود ذکر قلبی جاری ہوجائے تو پھر حتی الوسع نماز کی طرف توجہ کرے۔

ذکر قلبی:

ذکر قلبی تحرک کا نام نہیں، بلکہ ملکہ یادداشت کا نام ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اوّل ضروری ہے کہ کسی صحیح مرشد، مجاز از شیخ صاحب سنت و تارک بدعت کی خدمت میں جاکر تعلیم و تربیت حاصل کرے، اگر مرشد دُنیا سے رحلت فرما گیا ہے تو دُوسرے مرشد سے رُجوع کرے، اگر اس کے خاندان یا خلفاء میں سے ہو تو بہتر ہے، مقصد خدا تعالیٰ ہے، اس کی محبت کے حصول اور اصلاحِ نفس کے لئے تمام عمر صرف کرے، اگر ایک مرشد دُنیا سے رُخصت ہوگیا ہے تو دُوسرے سے مقصد حاصل کرے۔

اخلاقِ رذیلہ کے ازالہ اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل کے لئے تن، من، دھن اور وطن قربان کرے، اگر یہ قسمت میں نہیں ہے تو ہر نماز کے بعد کلمہ شریف ''لا اِلٰہ اِلا اللہ'' کا ایک سو بار ذکر کرے، اوّل آخر دُرود شریف تین، تین بار پڑھے۔

اگر کسی نماز میں فرصت نہ ملے تو عشاء کے وقت پانچوں وقت کے پانچ سو بار پڑھ لے اور چلتے پھرتے بھی اس کی عادت بنائے، اور پانچ، سات بار کے بعد

کلمہ "محمد رسول اللہ" ملا کر دعا کرے کہ: اے اللہ! مجھے اپنی محبت و معرفت عطا فرما۔ اور ہر نماز کے بعد "سُبْحَانَ اللّٰہ"، "اَلْحَمْدُ لِلّٰہ" تینتیس، تینتیس بار اور "اَللّٰہُ اَکْبَر" چونتیس بار، اور اگر سوتے وقت بھی اس کو پڑھتا رہے تو سب نماز، نمازی بن جائے گا۔

اگر ہو سکے تو ایک سو بار صبح اور ایک سو بار شام کو درود شریف پڑھتا رہے، اور اگر معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ایک ہزار بار عشاء کے بعد پڑھتا رہے، تو ان شاء اللہ تعالیٰ زیارت فیض بشارت حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوگا، مجرب ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد
وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین

مُحاسبۃ الأعمال فی الغُدُوِّ والآصال

یعنی

صبح شام کے اعمال کا محاسبہ

قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ!

بندہ عرض پرداز ہے کہ انسان کی سعادت اصلاح سے ہے، اور اصلاح تعمیر ظاہر والباطن کا نام ہے، اور ظاہر و باطن کی آرائش بغیر کارکردنی (بغیر کام کئے) مشکل ہے:

کارکن کار بگذر از گفتار
کہ دریں راہ کار دارد کار

ترجمہ:... "کام کر کام، باتیں چھوڑ، کیونکہ اس راہ میں کام ہی فائدہ دیتا ہے۔"

قدم باید اندر طریقت نہ دم
ثبات ندارد دم بے قدم

ترجمہ:... "طریقت میں عمل چاہئے نہ کہ باتیں، بغیر عمل کے گفتار مضبوطی نہیں رکھتی۔"

رُوحانی امراض کا علم اور پھر ان کی دوا بجز مرشدِ کامل عارف کے بعد مشکل ہے، اور صحیح مرشد کا ملنا کبریتِ احمر ہے (مرغ گندھک جو کمیاب و معدوم ہوتا ہے)، پھر ہر کس کو تلاش کی ہمت نہیں، لہٰذا تو سنے چھوٹے الفاظ پر مشتمل چند سطور "کیمیائے

یعنی حضور، وہ اللہ تعالیٰ تیرے عمل کو دیکھ رہا ہے، اور تیرے ہر قصد و ارادہ کو جان رہا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی۔" (العلق: ۱۴)

ترجمہ:... "کیا نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے؟"

۲:... مراقبت:

مراقبت یہ ہے کہ شرط طے کر لینے کے بعد اپنے نفس کی ویسی ہی نگہداشت کرے، جیسے اپنے شریک تجارت وغیرہ کے معاملات کی نگہداشت کرتا ہے، اگر نفس کی نگہداشت سے غافل رہے گا تو نفس پھر اپنی طبیعت و خباثت پر آجائے گا۔

پھر مراقبہ تین قسم پر ہے:

الف:... مراقبہ صدیقاں: کہ وہ خدا تعالیٰ کی عظمت و ہیبت اور محبت میں ایسے غرق ہیں کہ کسی کی طرف التفات نہیں رکھتے، بات کرنے پر بھی بمشکل بات سنتے ہیں، آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود بھی کسی پر نظر نہیں۔

ب:... مراقبہ پرہیزگاراں: کہ وہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔

ج:... مراقبہ عموماں: کہ وہ اپنے نفس کی تاک میں رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو جائے اور تعمیل فرمان پوری طرح ہو جائے۔

۳:... محاسبت:

اچھا یہ ہے کہ نماز عشاء کے بعد یا جس وقت ملے اپنے نفس سے نیکی اور بدی کا حساب لے، مثلاً: آج کتنی نیکیاں ہوئیں اور کتنی برائیاں؟ اگر ایک دن میں مثلاً پانچ غلطیاں ہوگئیں تو ایک مہینے کی ڈیڑھ سو اور ایک برس کی اٹھارہ سو

غلطیاں ہوں گی، اگر اسی طرح مسلسل غلطیاں ہوتی رہیں اور ان کے ازالے کی کوشش نہ کی تو آخرت میں عمر بھر کا حساب کیسے دے گا؟ "حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا" (ترمذی ج:۲ ص:۷۲) کا علماء و صلحاء نے یہی مطلب لیا ہے۔

۴:... معاقبت:

حساب سے فارغ ہونے کے بعد نفس کی تقصیر پر اس کو ملامت کرنا اور سمجھانا، اور اس کوتاہی پر نفس کو کچھ عذاب (سزا) دے، تاکہ پھر دلیر نہ ہو جائے، سلف صالحین نے اس طور کیا ہے، کہ انہوں نے اپنے نفس کو خوب سمجھایا اور پیٹا ہے۔

۵:... مجاہدت:

بزرگانِ دین عقوبت (سزا) دینے کے بعد نفس کو عبادت: نوافل، روزہ یا صدقہ دینے سے سمجھاتے ہیں، غلطی ہو جانے پر اپنے اوپر نوافل کا جرمانہ رکھتے ہیں، اگر نفس اس سے بھی نہ سمجھے تو پھر روزہ کا جرمانہ رکھتے ہیں، اور اگر پھر بھی سرکشی کرے تو مالی جرمانہ رکھ کر اسے سدھارتے ہیں، اور بڑا مجاہدہ یہ ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں رہے اور حکایاتِ صالحین جن میں عبادت کے مجاہدات کا تذکرہ ہو پڑھتا رہے، اس کو مجاہدت کہتے ہیں۔

۶:... معاتبت:

ہر وقت اپنے نفس کو ملامت کرتا رہے اور ہر گناہ پر دوزخ کی دھمکی اور ہر عبادت پر بہشت کی ترغیب دیتا رہے، اور توبہ بھی کرتا رہے، ان شاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ اصلاح ہو جائے گی۔

زیارت فیض بشارت کے لئے نسخۂ اکسیر:

یاد رکھنا چاہئے کہ درود شریف کو اگر اس ترکیب سے پڑھے تو حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی بڑھ جائے گی، اور اکثر زیارت فیض بشارت سے بھی مشرف ہوجاتے ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوجائے گی۔

درود ابراہیمی کا معنی یاد کرے اس لئے کہ اس میں حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تین دعائیں اور تین درخواستیں ہیں، "صَلِّ" میں رحمت کرنے کی درخواست، "بَارِکْ" میں برکت کرنے کی عرض اور "سَلِّمْ" میں سلام بھیجنے کی التماس ہے۔

چاہئے کہ درود شریف پڑھتے وقت اپنے آپ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے پاس بیٹھا تصور کرے، اور اللہ تعالیٰ کو یہ تین درخواستیں دے اور ہر دعا پوری نیاز مندی سے ہو، اور "عَلٰی مُحَمَّدٍ" پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (روحی وجسمی فداہ) کا تصور کرے، اسی طرح "وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ" پر حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع یا تابع داروں کا تصور کرے، درود شریف پڑھنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صبح شام ایک ایک سو مرتبہ پڑھا کرے، چند دن میں محبت کا جوش زیادہ ہونے لگے گا، اور ایک ہزار بار تک اس ترکیب سے پڑھتا رہے تو امید ہے کہ زیارت بھی نصیب ہوجائے گی۔

اسی طرح سورۂ "اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ" ایک ہزار بار ۴۱ روز پڑھے تو زیارت نصیب ہوجائے گی، ان شاء اللہ۔

اسی طرح درود تاج ۳۱۳ بار اکتالیس روز تک روزانہ پڑھے، اور اس میں یہ لفظ "دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْاَلَمِ" جو بعد میں کسی اور نے درج کئے ہیں،

اور اصل درود میں نہیں ہیں۔ ان الفاظ کے پڑھنے سے تو ان شاء اللہ تعالیٰ زیارت فیض بشارت سے مشرف ہوگا۔

ان سب کا عمل تجربہ ہے، بزرگوں کو فائدے ہوئے ہیں، اور زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

مراقبۂ موت:

مراقبۂ موت، قبر، حشر اور اللہ کے سامنے پیشی کے استحضار سے گناہوں سے نفرت اور بندگی کی رغبت نصیب ہوتی، ذکر کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کی محبت، اور درود شریف کی کثرت اور اس ترکیب سے پڑھنے سے حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت، سنت پر عمل اور زیارت فیض بشارت نصیب ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مختصر مراقبات و محاسبہ:

اس کی صورت یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد بیٹھ کر پہلے اپنے مرنے کو سوچے کہ خاتمہ ایمان پر ہوگا یا نہیں؟ پھر قبر کے حالات سوچے، وہ چار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم:

۱... منکر نکیر کے سوال میں پاس (کامیاب) ہوں گا یا فیل (ناکام)؟

۲... میرے لئے جنت کی کھڑکی کھلے گی یا دوزخ کی؟

۳... قبر روشن ہوگی یا اندھیری؟

۴... فراخ ہوگی یا تنگ؟

ان خیالات کو دو تین منٹ تک حسرت کی نگاہ سے اس طور پر سوچے کہ گویا وہ معاملہ پیش ہونے پر آرہا ہے۔

پھر دو تین منٹ حشر کے چار حالات سوچے:

۴: انسانوں کی شکل میں اٹھوں گا یا کسی اور شکل میں؟

۴: اعمال نامے میرے داہنے ہاتھ میں دیئے گئے یا بائیں ہاتھ میں؟

۴: عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی یا دھوپ میں تڑپتا رہوں گا؟

۴: حضور شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مجھے نصیب ہوگی یا نہیں؟

پھر یہ بھی سوچے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ مجھے دربار شاہی کی کچہری میں زندگی بھر کے حساب و کتاب کے لئے پیش کیا جائے گا، یہ سوچے کہ اب میں حاضر ہوں اور حیرت و انتظار میں بے قرار ہوں کہ مجھے معافی ملتی ہے؟ یا گرفتاری کا حکم ہوتا ہے؟ یہ فکر دو تین منٹ سوچے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اپنے وعدے سے وعدہ کرے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کل پھر حاضر ہوں گا، اس کے بعد "سبحان اللہ" ۳۳ بار، "الحمد للہ" ۳۳ بار، "اللہ اکبر" ۳۴ بار پڑھ کر سو جائے۔

اس سے قبل دن بھر کی ہر غلطی کا شمار کرتے رہیں، جب عشاء کا وقت آئے اور مراقبۂ موت و محاسبہ کے لئے بیٹھے تو اول پورے دن کی غلطیوں کو شمار کرے دو تین منٹ اپنے آپ کو ملامت کرے، پھر مرنے اور قبر کی سوچ بالتحقیق مذکورہ دو تین منٹ اور حشر کی سوچ دو، تین منٹ دربار رب تعالیٰ کے حضور پیشی کی حیرت و وحشت کا تصور دو، تین منٹ اسی طرح کرے جیسے مذکور ہوا اگر یہ مراقبہ اسی طرح پابندی سے روزانہ کرتا رہے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ گناہوں سے نفرت اور بندگی کی رغبت وغیرہ چند ہی دن میں شروع ہو جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ، دوام ضروری ہے۔

دوام ذکر کی آسان صورت

دوام ذکر کی آسان صورت یہ ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ" کو زبان پر جاری رکھے، ہاتھ اگرچہ کام کی طرف ہوں، لیکن زبان کو رب تعالیٰ کے ذکر میں اتنا مشغول

کرے کہ زبان بے قابو ہو جائے یعنی بے خیالی میں بھی زبان پر ذکر جاری رہے۔ اگر ذکر کے وقت باوضو ہو تو بہتر ہے، اگر وضو نہ ہو جب بھی ذکر کرتا رہے، ظاہر ہے کہ نیند کے بعد جو کوئی اُٹھتے ہی کلمہ پڑھتا ہے، اس وقت وضو کہاں ہوتا ہے؟ اگر ذکر پر اس طور مداومت کرے گا تو چند ہی دن میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش میں آجائے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ، تجربہ کر کے دیکھیں۔ وما علینا الا البلاغ!

اگر کسی کو فائدہ ہو جائے تو غریب نوازی اور بندہ پروری کے طور پر میرے لئے بھی تکمیل اللہ حسن خاتمہ اور عذاب قبر سے نجات کی دعا کرے، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اور ہمیں دونوں جہان میں خورسند (خوشی) اور بہرہ مند (کامیاب) فرمائے، آمین!

۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ

"قرآن مجید کی آیات اور احادیث میں جابجا مذکور ہے کہ تم کو قیامت میں حساب دینا ہوگا، اسی بنا پر بزرگان برگزیدگان ہمیشہ اپنے حساب میں رہتے ہیں، جیسے شریک و سہیم سے یومیہ حساب لیا جاتا ہے، اور ہفتہ وار، ماہانہ، سالانہ اور عمر بھر کا حساب لیتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ اپنے نفس سے حساب لیتے ہیں۔"

تصفیۃ الاعمال
یعنی
اعمال کی صفائی
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ
www.ahlehaq.org

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہِ الْمُجْتَبٰی:

امابعد! بندہ ناکارہ آثم الی اللہ احقر عبداللہ غنی عفا اللہ تعالیٰ عنہ عرض ہے کہ کتب معتبرہ مثل اکمال الشیم شرح اتمام النعم وغیرہ سے چند انتخاب طیبات تصوف کے اسرار و رموز سے ملتقط کرکے متحققین کمالات، طالبین فیوضات اور صاعدین درجات بے غایات کے پیش خدمت ہیں۔ شاید پڑھ کر اغلاط سے تسامح فرما کر اس گنہگار کے حسن خاتمہ و تقویٰ کے لئے دعا فرمادیں:

شاہاں! چہ عجب گر بنوازند گدارا!

اس مختصر رسالے میں چند فصول ہیں، جو پیش خدمت ہیں۔

فصلِ اوّل:

علم کا بیان:

فائدہ بخش علم وہ ہے جس کے ساتھ خوفِ خدا بھی ہو، جس کی علامت یہ ہے کہ عالم میں اتباعِ شریعت ہو، اگر اتباعِ شریعت نہیں تو سمجھ لو کہ خوفِ خدا بھی نہیں۔ اور جس علم کے ساتھ دُنیاداروں کی خوشامد اور دُنیا کمانے کی توجہ ہو، تکبر اور بڑی بڑی خواہشات ہوں اور آخرت سے غفلت ہو ایسا علم، علم نہیں، اور ایسا عالم، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارثوں میں شمار نہیں، ایسا علم دِین و آخرت میں ضرر رساں ہے۔ علمائے حقانی و غیر حقانی میں یہی فرق ہے۔ فائدہ بخش یعنی خوفِ خدا و اتباعِ شریعت والے علم کی شعاعوں و انوار سے دِل پُر ہو جاتا ہے اور دِین و دُنیا کے تمام شک و وہم زائل ہو جاتے ہیں، شہوت و کدورت کی تاریکی دُور ہوتی رہتی ہے، اور ہر امر میں یقین و حقیقت کے دروازے کھلتے رہتے ہیں، جس علم کی یہ شان نہیں، وہ علمِ حقیقی نہیں، بلکہ محض زبانی علم ہے۔

فصلِ دوم:

عمل میں اِخلاص:

بندوں کے اعمال صرف بے جان صورتیں ہیں، اور اِخلاص کا وجود اُن اعمال کے لئے ارواح ہیں، اگر عمل میں اِخلاص نہیں، تو وہ عمل صورت بے رُوح ہے، آخرت میں کس کام آئے؟! اخلاص وہ ہے کہ ہر عمل دِکھاوے، شہرت اور نفسانی لذت سے خالی ہو، اسی طرح رُوحانی لذتوں کے ارادے سے بھی خالی ہو، مثلاً کشف، کرامت، انوار، سُکر، صحو اور لذت وغیرہ کی نیت سے خالی ہو، کیونکہ یہ بھی مخلوق ہیں،

جیسے اعادے وغیرہ کی نیت، مخلوق کی نیت ہے۔ خالص میں تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت ہو، اگر یوں نیت کرے کہ عمل کی جزا میں بہشت ملے اور دوزخ سے بچ جاؤں، یا یہ نیت کرے کہ مجاہدہ و ریاضت سے اصلاح قلب و نفس ہو، یہ کہ قرب الٰہی ہو، سب کا مصداق وہی اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت ہے۔

فائدہ:... بندہ کو چاہئے کہ عبادت و نیک عمل پر جزا و عوض کا خواہاں نہ ہو مثلاً: لذت، سکر، صحو، کشف، کرامت، انوار وغیرہ یا فراخی رزق، عزت وغیرہ، بلکہ رضا مولیٰ تعالیٰ کا خواہاں ہو، کیونکہ جزا و ثواب کے قابل وہ عمل ہے جو اخلاص سے ہو، جب انوار و کشف وغیرہ کی طلب ہوئی تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا نہ رہی، تو اخلاص اور صدق نہ رہا، اور جب اخلاص و صدق نہ رہے، تو جزا و ثواب کیسے ہو؟

خلاف طریقت بود کے اولیاء
تمنا کنند از خدا جز خدا

بس یہی اس کے لئے کافی ہے کہ اس عمل پر مواخذہ خداوندی نہ ہو، ثواب کی امید تو علیحدہ رہی۔ نیز سوچنا چاہئے کہ بندہ جس کام کا فاعل حقیقی ہو، اسی کی جزا طلب کرسکتا ہے، جب یہ بندہ نماز، روزہ، حج وغیرہ کا فاعل حقیقی نہیں ہے، تو جزا کی طلب اس کے لئے کیسے زیبا ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ فاعل حقیقی ہے، اس نے ہی اس سے یہ نیک کام کرائے، نہ کہ اس بندہ نے از خود کام کیا، بلکہ بندہ کو اس بات پر حیا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ سے اس کے عدم اخلاص پر مواخذہ نہیں فرمایا، نیز بدلہ و عوض وہاں ہوتا ہے جہاں عمل دوسرے کے لئے کیا جائے، جب بندہ نیک کام اپنے لئے کر رہا ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کے لئے، کیونکہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی فائدہ نہیں، تو پھر بدلہ کیسا؟

گناہ کی نسبت طاعت کے وقت حلم و عفوِ خداوندی کی زیادہ احتیاج ہے:

بندہ گناہ اور نافرمانی کے وقت جس قدر حلم اور عفو خداوندی کا محتاج ہے، بندگی اور طاعت کے وقت ان کے حلم اور عفو کا اس سے زیادہ حاجت مند ہے، اس لئے کہ مومن کی شان گناہ صادر ہو جانے کے بعد ندامت، حسرت، اپنے نفس پر نفرین اور بارگاہ الٰہی میں تضرع، زاری اور توبہ ہے، ایسی حالت میں اس کی نظر اپنے نفس اور عمل پر نہیں رہتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور عفو پر ہوتی ہے، یہی صفت عین مقصود اور بندہ کا کمال ہے، اور طاعت کے وقت بسا اوقات اس کی نظر اپنے عمل اور شکل پر ہوتی ہے، اور اپنے آپ کو مطیع، عابد اور مستحق ثواب جانتا ہے، گو بندے کا اللہ کے فضل اور رحمت پر اعتماد نہ ہو، بلکہ وہ اپنے نفس اور عمل پر معتمد ہو، یہی عجب نہیں کہ اس پر غضب الٰہی اور مواخذہ ہو، اس سے بندہ طاعت کے وقت حلم الٰہی اور عفو کا زیادہ محتاج ہے، اس لئے فرمایا گیا۔ "استغفارنا يحتاج الى استغفار كثير":

میری طاعت پہ اب تو معصیت بھی عار کرتی ہے
میری توبہ پہ توبہ، توبہ استغفار کرتی ہے

لہٰذا بندہ اپنے نیک عمل میں اخلاص حاصل کرنے کی جدوجہد کرے، اور اس پر خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

"قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا"

ترجمہ: "کہہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مہربانی سے، سو اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں۔"

مجھے اپنی طاعت و عبادت کی توفیق بخشی۔

برو شکر کن کہ در کار خیرت بداشت
نہ چون دیگرانت معطل گذاشت

فصل سوم:

توبہ کا بیان:

توبہ کی ہر انسان کو ہر وقت ضرورت ہے، کیونکہ توبہ رجوع الی اللہ کا نام ہے، یہ رجوع خواہ گناہوں سے طاعت کی طرف ہو یا ادنیٰ طاعت سے اعلیٰ طاعت کی جانب ہو، خواہ ماسوا اللہ سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہو، خواہ رفع درجات کے لئے ہو:

"حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ"

پس جو دل کہ جس میں اغیار موجودات کی صورتیں، حب جاہ و مال و اولاد وغیرہ کی تاریکی موجود ہو اور جو دل غفلت کی ناپاکی سے پاک نہیں، بلکہ شہوات کی قید میں مقید ہے، اس میں نور کا گزر کیسے ہوگا؟ اور درگاہ الٰہی تعالیٰ میں مقبولیت کس طرح نصیب ہوگی؟ وہ خدا تعالیٰ کے اسرار اور باریکیوں کی کیسے طمع کر سکتا ہے؟ ہاں! اگر ان لغویات سے تائب ہو جائے اور طاعات کے انوار سے منور ہو جائے، تو اُس وقت اس میں اسرار کے سمجھنے کی قابلیت ہو سکتی ہے، لہٰذا اوّل میل کچیل دور کرے، پھر زیب و زینت اور آخر میں مقبولیت کی طمع اور اُمید باندھے۔

فائدہ:... گناہوں کے انبار کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے مایوسی کفر ہے، اور رحمت کے سیلاب دیکھ کر طاعت سے استغناء اور نافرمانی پر دلیری، محرومی کی علامت ہے، اور طاعات و عبادات کے فوت ہو جانے پر غم نہ ہونا، اور معاصی و

لاحق ہو جاتی ہے۔ تو اس میل کچیل کے دفع کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم فرمایا کہ اس مشغولی سے بندہ کو خاص حضوری نصیب ہو اور میل کچیل دور ہو۔

رنگ برنگ عبادتیں مقرر کرنے کا نکتہ:

انسان ضعیف البنیان ہے، ایک ہی کام کو دیر تک کرنے سے اکتا جاتا ہے، اور حق تعالیٰ کی بندگی میں ہر وقت لگا رہنا بھی بندہ کا فرض ہے، لہٰذا حق تعالیٰ نے رنگ برنگ کی عبادتیں مقرر کیں، جیسے، نماز، روزہ، تلاوت، حج، زکوٰۃ، ذکر، قربانی وغیرہ، اور مختلف کاموں سے دل بہلا رہتا ہے، پس رنگ برنگ عبادات کی ادائیگی سے دل بھی نہ اکتائے گا اور عبادت کی شان، ذوق اور خصوصیات بھی علیحدہ علیحدہ رہیں گے۔

نیز اکتانے کے مقابلہ میں حرص و شوق ہے: مثلاً اگر حرص و شوق عبادت، نماز، روزہ کا بڑھ جاتا تو ان کے حقوق، ارکان، سنت وغیرہ کی ادائیگی میں نقص آئے گا، اور عجلت سے کام کرے گا، لہٰذا خاص خاص اوقات میں عبادتیں مقرر کیں، تاکہ نماز کامل درجے کی ادا کرے اور افراط و تفریط سے بچ جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

عبادات کے واجب کرنے کا نکتہ:

جاننا چاہئے کہ بندوں کے ذمہ حق تعالیٰ کی بندگی عقلاً ضروری ہے، خواہ اللہ تعالیٰ عبادت کو ہم پر واجب فرماتے یا نہ فرماتے، غلام کو کام لازمی ہے، خواہ آقا حکم دے یا نہ دے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بندوں میں خلافِ عبودیت کے ادا کرنے میں غفلات رکھیں اور بندہ بجز پاک ہونے کے شاہی دربار میں حاضری دے سکتا تھا نہ بہشت میں جا سکتا تھا، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے

"مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ

مطابق عمل بننے کی سعی کرے، اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے عمل کرے، ریاء نمود، شہرت سے بچے اور کام کرتے وقت بھی ممکن ہو تو ذکر کرے، خواہ دل سے ہو یا زبان سے یہ کرے یا مراقبہ وغیرہ سے۔

فارغ وقت ملنے یا ماسوا اللہ سے دل صاف ہونے کا انتظار نہ کرے۔ اکثر دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کام ہو جائے تو پھر فراغت سے یادِ الٰہی تعالیٰ میں مشغول ہوں گے، مگر نہ دوسرے تیسرے کام میں مشغولیت اور نہ تمناؤں کا اختتام ہوتا ہے نہ یادِ الٰہی ہوتی ہے، انھیں یہ چاہیے کہ فراغت کے وقت کا انتظار نہ کریں، اسی حالتِ پریشانی میں یادِ الٰہی کی ہمت کریں، وہ یادِ الٰہی خود بخود سب کچھ دل سے دور کر دے گی۔

نیز سالک مشغول الی اللہ کو کسی دنیوی شغل کے باعث کدورت لاحق ہو جائے تو اس کا منتظر نہ رہے کہ کدورت سے خالی ہو تو ذکر میں مشغول ہوں، اس لئے کہ یہ امر تجھ کو اس وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مراقبہ اور نگہداشت سے جدا کر دے گا، اور یہ وقت غفلت میں صرف ہوگا، اور دوسرے وقت کا پتا ہی نہیں کہ آنے کا یا نہیں؟ واللہ اعلم!

یاد رکھنا چاہیے کہ بندہ کے ذمہ دو قسم کے حقوق یعنی عبادات ہیں:

ایک وہ حقوق جو اوقاتِ معینہ میں واجب ہیں، مثلاً: نماز، روزہ وغیرہ۔

اگر یہ عبادات وحقوق قضا ہو جائیں تو دوسرے وقت میں ان کی قضا ممکن ہے۔ آپ ادا کر سکتے ہیں۔

دوسرے حقوق اوقات کی عبادات ہیں کہ ہر منٹ و لمحہ میں بندہ پر چار حالات میں سے کوئی نہ کوئی حالت وارد ہوتی ہے، مثلاً:

۱... نعمت، ۲... مصیبت، ۳... طاعت، ۴... معصیت۔

نعمت کا حق، شکر ہے۔ معصیت کا حق، صبر کرنا ہے، طاعت و عبادت کا حق اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کا مشاہدہ کرنا ہے کہ اس نے ہی توفیق عطا فرمائی ہے، اور معصیت میں توبہ و استغفار میں مشغول ہونا ہے، اور ہر وقت اور ہر حالت میں اسی کا حق ادا کرنا بندہ پر لازم ہے، اگر اس وقت میں اس کا حق واجب ادا نہیں کر سکا تو دوسرے وقت میں، اور دوسری حالت میں، اس دوسرے وقت کا حق ادا کر سکے گا۔ نہ کہ اس وقت کا جس کا حق ادا نہیں کر سکا، پس اگر یہ حقوق قضا ہو جائیں تو ان کی قضا ممکن نہیں، پس واجب ہے کہ کسی وقت قلیل و کثیر کو یاد الٰہی سے خالی نہ رکھے۔

فصل ہفتم:

ذکر کا بیان:

اکثر ذاکر و شاغل کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ ذکر میں ہمارا دل نہیں لگتا، غلط خیالات کا ہجوم ہوتا ہے:

برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

کے مصداق ہیں۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ ذکر میں غفلت ہونے سے اور وساوس آنے سے ذکر کو نہ چھوڑنا چاہئے، اس لئے کہ اس وقت ذکر تو ہے، گو وساوس بھی ہیں، اور اگر ذکر چھوڑ دیا تو وساوس باقی رہیں گے، لیکن ذکر نہ رہا، یہ ذکر چھوڑ دینا سخت ہے ذکر مع الغفلت سے، اگر زبان ذاکر کو دوزخ سے نجات ملی تو کیا بقیہ اعضا کو نہ ملے گی؟ کیا یہ کم درجہ ہے کہ تمام بدن میں سے ایک عضو کو یاد الٰہی میں مشغولیت ہو؟ اور نیز کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غفلت آمیز ذکر سے ایسا ذکر بیداری نصیب فرمادے

کہ جس میں قلب وساوسِ نفسانیہ کی طرف نہ جائے، نیز اس کی برکت سے یہ ترقی
عطا فرمائے کہ ذکر حضور رحمت سے دے دیوے، زبانی ذکر میں شخص زبان مشغول ذکر
تھی، اور دل میں وساوس کا غلبہ تھا، اور ذکر بیداری میں دل ذکر کی طرف متوجہ تھا۔
بیدار تھا اور وسوسہ سے خالی تھا، اور ذکر حضوری میں ذکر قلب کی صفت بن گئی تھی،
جیسے دیکھنا سننا، آنکھ کان کی صفت ہے، گویا ذکر قلب کی صفت لازمہ ہوگئی، لیکن پھر بھی
قلب کو ادراک و احساس ہے کہ میں ذاکر و حاضر ہوں اور کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ
اور ترقی عطا فرمائے کہ ذکر حضور کا یہ ادراک بھی نہ رہے کہ میں ذاکر ہوں، بلکہ حق
تعالیٰ شانہ کے ماسوا قلب سے ہر چیز غائب ہو جائے، بس اللہ ہی رہ جائے، اور "لا
الٰہ الا اللہ" میں "الا اللہ" کی تجلی میں محو مستغرق ہو جائے، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ فرماتے تھے کہ: یہ شعر بزبان تسبیح والا
نہ محقق متصوف کا ہے اور عمدہ ہے، تو بندہ ذاکر کو اس سے زیادہ اور کیا عزت اور
فضیلت چاہئے کہ اللہ نے تجھ کو زبان سے، دل سے اور اعضاء سے اپنا ذاکر بنایا ہے، تو
اس کا ذکر و عبادت بجا لا رہا ہے، ورنہ تجھ جیسے اور آدمی بھی تو ہیں، جو اس سے محروم
ہیں، لہٰذا منت اور شکر کی نعمت برداشت، اور تجھ کو اپنی طرف منسوب کیا، اور تو
لوگوں میں ولی اللہ، اللہ کا دوست کہلایا جاتا ہے، دنیا کا حاکم اگر کسی کو کوئی لقب دے
دیتا ہے تو وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا، یہ لقب تو آپ کو شہنشاہ مالک الملک سے ملا
ہے۔ نیز مالک الملک اپنے ملاءِ اعلیٰ عرشی فرشتوں میں تیرا ذکر کرتا ہے، حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص مجھ کو اپنے جی میں یاد
کرتا ہے، اس کو میں بھی اپنے جی میں یاد کرتا ہوں، اور جو شخص
مجھ کو محفل میں یاد کرتا ہے، میں اس کو اپنی محفل میں یاد کرتا ہوں

اور دنیا فانی ہے۔

چہارم ... اس کی طاعت میں فکر کرنا کہ اس کی جزا و ثواب کس قدر ہے؟ اور معصیت میں کہ اس کی سزا کیسی یا عتاب و عذاب ہے؟

پنجم ... اس کی نعمتوں میں فکر کرنا کہ مجھ پر اور مخلوق پر کیا کیا اور کس قدر نعمتیں ہیں؟

ششم ... دنیا کی فنا اور آخرت کی بقا میں فکر کرنا۔

ہفتم ... قرآن مجید کے دقائق و اسرار و نکات میں فکر کرنا، وغیرہ ذالک۔

فائدۂ فکر:

فکر قلب کو بینا کرتی ہے۔ اور قلب بغیر فکر کے مثل اندھے کی آنکھوں کے ہے۔ اسی طرح بغیر فکر کے کسی چیز کی حقیقت منکشف نہیں ہوتی، ورنہ حق کا حق ہونا، باطل کا باطل ہونا، دنیا کا فانی ہونا، آخرت کا باقی ہونا، حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور قہر و رحم ہونے کا مشاہدہ اور نیز اپنے نفس کے مخفی عیوب اور نفس کے حیلوں کا علم ہونا فکر ہی کے ثمرات و نتائج ہیں۔

فکر میں عباد اللہ کی اقسام:

حق تعالیٰ کے بندے دو قسم کے ہیں ۱... سالک ۲... مجذوب۔ سالک وہ ہے جو آثار و افعال سے استدلال کرکے مؤثر تک پہنچے یعنی مخلوقات و مصنوعات میں فکر کرنے سے اس کو اسماء اور صفات الٰہی تک رسائی ہوتی ہے، پھر اسماء و صفات میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ قلب کو ذات پاک تک رسائی ہو جاتی ہے۔ اسی کو سالک کہتے ہیں۔

اور مجذوب وہ ہے جو مؤثر سے استدلال کرکے آثار پر پہنچے، پہلے اس کے

قلب کو ذات پاک کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے، پھر اس کے بعد وہ صفات واسماء کے اندر سیر کرتا ہے، اور پھر اس سے مخلوقات ومصنوعات کی سیر میں آتا ہے۔

پس سالک کو نیچے سے اوپر کو لے جاتے ہیں، اور مجذوب کو اوپر سے نیچے کو اتارا جاتا ہے، مگر یہ صورت ان کاملین کے حال کی تکمیل کر لی جاتی ہے، ورنہ بعض جذب کی حالت میں اور بعض سالک درمیان میں رہ جاتے ہیں۔

سب اقسامِ فکر دو قسم ہیں:

اول: ایک فکر تصدیق وایمان سے پیدا ہوتی ہے، جیسے محض اللہ تعالیٰ، رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا جاننے سے پیدا ہوتی ہے، مشاہدہ ومعائنہ سے پیدا نہیں ہوتی، یہ فکر سالکین کی ہے۔

دوم: فکر کہ منشا مشاہدہ ومعائنہ ذات پاک ہے، صرف زبانی تصدیق اس کا سبب نہیں، سالک کی نظر اولاً مخلوق پر ہوتی ہے اس کے بعد خالق وصانع کا مشاہدہ ہوا، اور مجذوب کی اول نظر خالق وصانع، رحمٰن ورحیم پر ہوتی ہے کہ موجود ہیں، لہٰذا مخلوق، مصنوع اور مرحوم بھی ہے، اسی لئے سالک جوش وخروش والا ہوتا ہے، اور مجذوب سے اکثر حرکات خلافِ عقل ہوتی ہیں، لیکن سمجھ لینا چاہئے کہ سب علوم قلبی، ذوقی، وجدانی ووہبی ہیں، ان میں علوم ظاہری اور کسب کا دخل کم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل نہم:

سالکین کے مراتب:

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے دو قسم کے ہیں: ۱- ابرار ۲- مقربین۔

ابرار کو ظاہری عبادت کرنے کے لئے مقرر فرمایا ہے، عبادت ان کا شب و

روزہ کا کام ہے، ان کا انتہائی مقصد دوزخ سے نجات اور بہشت میں داخل ہونا ہے۔

مقربین: کو ملحوظ نظر ہر وقت یہ ہے کہ قلب میں سوائے ذات واحد تعالٰی کے کچھ نہ رہے، جنت و دوزخ کی طرف اُن کا التفات نہیں، اُن کی غرض کے موافق اُن کی امداد کی جاتی ہے، سوا اللہ کو اُن کے قلوب سے مٹایا جاتا ہے، دونوں فریق مخصوص بندے ہیں، کسی پر اعتراض اور کسی کی تحقیر جائز نہیں۔ فافہم!

یاد رکھنا چاہئے کہ عوام کرامت اور عجیب باتوں کے بہت معتقد ہوتے ہیں، جس سے کوئی نئی بات دیکھی، اس کو ولی جانتے ہیں، حالانکہ اصل کرامت شریعت پر استقامت ہے، یہ کچھ ضروری نہیں کہ جس شخص کے اندر کرامت دیکھی جائے، اس کو اعراض باطنہ و خصائل رذیلہ سے بھی پوری خلاصی ہوتی ہو، بلکہ کبھی غیر مسلم سے بھی خوارق اور کرامت بطور استدراج کے ظاہر ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کرامت، ولایت کی علامت نہیں، اصل چیز دین پر استقامت اور نفس کا تزکیہ وتصفیہ ہے۔

فائدہ:... پردہ پوشی دو قسم پر ہے۔ عوام تو یہ چاہتے ہیں کہ گناہ مخلوق پر ظاہر نہ ہوں، تاکہ بدنام نہ ہوں اور عزت باقی رہے، اور مخلوق سے منافع آتے رہیں۔ مگر خواص کی پردہ پوشی اس لئے ہوتی ہے کہ اپنے بادشاہ جل وعلا کی نظر لطف سے نہ گر جائیں، اس لئے اللہ تعالٰی سے گناہ کے واقع ہونے سے پردہ پوشی مانگتے ہیں، مخلوق سے ان کی نظر اٹھ گئی ہے، نہ مخلوق سے نفع کی اُمید، نہ ضرر کی فکر، تو اُن کو کسی کے بُرا بھلا کہنے کی پروا۔

فائدہ:... اہل اللہ کے تین گروہ ہیں:

۱:... مجذوب، ۲:... سالک، ۳:... مجذوب و سالک۔

مجذوب: ایسا گروہ ہے کہ ان کے دلوں کے انوار ان کے اذکار سے پہلے

ہوتے ہیں، یعنی وہ اول ذکر میں مشغول نہیں کرتے، بلکہ پہلے ہی ان کا قلب منور کر دیا جاتا ہے، ان کو وصول الی اللہ اور مقام مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ان کی سیر اسماء، صفات اور مصنوعات کی طرف ہوتی ہے، اور ذاکر ہوتے ہیں، وہ ان کو ذکر میں کچھ تکلف نہیں ہوتا، سانس کی طرح بلا مشقت جاری ہوتا ہے۔

اور سالکین کو اذکار، محنت، ریاضت اور مجاہدہ، مشائخ بے تکلف کرتے ہیں، اس کے بعد قلب میں نور یقین آتا ہے، اور وصول الی اللہ ہوتا ہے، لہٰذا ان کے اذکار ان کے انوار سے مقدم ہوتے ہیں۔

اور بعض وہ گروہ ہیں کہ ان کے اذکار و انوار ساتھ ساتھ چلتے ہیں، جب بھی ذکر کرتے ہیں، انوار آنا شروع ہو جاتے ہیں، جو کہ ان کو حق تعالیٰ کی طرف جذب کرتے ہیں، ان حضرات کا سلوک و جذب ساتھ ساتھ رہتا ہے، ان لوگوں کے اندر ذکر بھی ہے اور نور بھی ہے، سالک کے قلب کی نظر پہلے مخلوقات و مصنوعات پر، پھر فضل الٰہی سے اسماء الٰہی کی سیر میں، پھر اوصاف الٰہی تعالیٰ، پھر ذات تک پہنچتی ہے۔ اور اہل جذب کی نظر پہلے ذات کاملہ پر ہوتی ہے، ذوقی طور سے ذات پاک کا معائنہ کرتے ہیں، پھر صفات کا تعلق ذات کے ساتھ ہونے کی بنا پر وہ دل کی آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں، پھر اسماء پاک سے تعلق کی طرف آتے ہیں، یعنی مخلوقات و مصنوعات سے اسماء کا تعلق دکھایا جاتا ہے، کہ ان کا صدور اسماء سے ہے، اور سالکین کی بالعکس ہے، پس ذات مقدس مجذوبین کی سیر کی ابتدا اور سالکین کی سیر کی انتہا ہے۔

اسی طرح سالکین ہر فریب و مکر سے واقف ہوتے ہیں اور مجذوبین کو فریب

اکثر سے ان کو اذیت ہوتی ہے۔

سالک، مجذوب سے افضل ہوتا ہے، اس سے مخلوق کو نفع پہنچتا ہے، بخلاف مجذوب کے کہ اگر جذب میں رہے تو وہ شیخ ہونے کے قابل نہیں ہوتا، مگر یہ کہ اس کا جذب زائل ہو جائے تو شیخیت کے قابل ہوتا ہے۔ کما فی اکمال الشیم

واللہ تعالیٰ اعلم۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

والصلوة والسلام على رسوله خير خلقه سيدنا محمد

وآله وأصحابه وأزواجه وأهل بيته أجمعين

لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم

اللهم تقبل منا إنك أنت السميع العليم
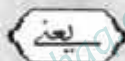
طاعة الله فی ما یتعلق بالاعضاء
یعنی
اعضاء سے متعلق طاعات
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی نَعْمَائِہِ الشَّامِلَۃِ وَاٰلَآئِہِ الْکَامِلَۃِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُوَ خَیْرُ الْکَائِنَاتِ السَّابِقَۃِ وَاللَّاحِقَۃِ وَعَلٰی اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ اَفْضَلُ مِنَ الْاُمَمِ الْمَاضِیَۃِ وَالْاٰتِیَۃِ وَعَلٰی اَتْبَاعِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ خَیْرُ الْقُرُوْنِ السَّالِفَۃِ، اَمَّا بَعْدُ!

جاننا چاہیے کہ ربوبیت و عبودیت دونوں متضاد چیزیں ہیں، جو ربوبیت کا مستحق ہے، اس میں عبدیت نہیں ہو سکتی، جو عبد اور غلام ہے، اس میں ربوبیت کہاں؟ انسانی کمال، عبدیت ہے، جس قدر عبدیت زیادہ ہوگی، اسی قدر کمال بڑھ کر ہوگا، چونکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت میں تمام اولین و آخرین سے بڑھ کر تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ''عبدہٗ و عبداللہ'' کے لقب و تاج سے کیا، اور امت مرحومہ کو التحیات میں اسی کے پڑھنے کا حکم فرمایا، پس جس بندے میں عبدیت زائد ہوگی، اس کو حضور امام الورٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رابطۂ محبت زیادہ ہوگا، وہ انوار و برکات محمدی سے مستفیض زیادہ ہوگا، اور جو عبدیت میں جتنا ناقص ہوگا، وہ کمال میں اتنا ہی ناقص ہوگا، قرآن مجید نے ہمیں عبدیت کے طریق و آداب سکھلائے، تاکہ ہم صحیح عبد بن جائیں اور ہمیں خدمت کاملہ نصیب ہو۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: "مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ" (المائدہ:۶) (اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے تنگ کرنے کا نہیں، بلکہ (اس کا) ارادہ تمہارے پاک کرنے کا ہے)۔ اسی لئے اعضاء سے متعلق مختصر اقسامِ عبدیت جو کہ کتبِ متقدمین سے ماخوذ ہیں، پیشِ خدمت ہیں: گر قبول افتد زہے عز و شرف!

اللہ تعالیٰ بضاعۃ مزجاۃ قبول فرما کر مشکور فرمائے، اللّٰھم آمین!

عبدیت کے متعلق مختصر نوٹ:

عبدیت:... دو چیزوں سے مرکب ہے، "غایۃ الحب بغایۃ الذل والخضوع" یعنی نہایت محبت، جو انتہائی ذلت اور نیاز کے ساتھ ہو، اسی کا نام "عبد" ہوتا ہے۔ اگر محبت ہے مگر نیاز و انکساری نہیں تو بھی عابد نہ ہوگا، اگر نیاز ہے، مگر محبت نہیں تو بھی عابد نہیں ہوسکتا۔ منکرین محبتِ عباد، حقیقتِ عبودیت کے منکر ہیں، اور منکرین محبوبیتِ ربِّ تعالیٰ، اس کی الوہیت کے منکر ہیں، اگرچہ اقرار کرتے ہوں کہ وہ ربّ العالمین اور خالق ہے، اسی کو توحیدِ ربوبیت کہتے ہیں، جس کے مشرکین بھی معترف تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

"وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ"

(الزخرف:۸۷)

ترجمہ:... "اور اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے بنایا ہے؟ تو کہیں گے، اللہ نے۔"

اور ارشادِ الٰہی ہے:

"قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ"

(المؤمنون:۸۴، ۸۵)

ترجمہ:... "تو کہہ: کس کی ہے زمین؟ اور جو کوئی اس

محال ہے۔ یہی صفات جلال و جمال اسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں، اور صفات فعل، مثلاً نفع و ضرر پر قادر ہونا، منفرد ہونا، اور تمام تدابیر حکمت سے کرنا، اسم رب کے ساتھ مخصوص ہیں، اور صفات احسان، مثلاً منت، رأفت اور لطف وغیرہ، اسم رحمٰن کے ساتھ مخصوص ہیں، پس وہی صاحب جمال بھی ہے اور صاحب کمال بھی، لہٰذا انتہائی محبت، انتہائی ذلت اور خضوع کا مستحق وہی ہے، اسی کا نام "عبودیت" ہے۔

عبودیت دو قسم پر ہوتی ہے:

۱...عامہ ۲...خاصہ

عامہ:... جیسا کہ آسمان و زمین والے اور مومن و کافر اس کے حکم تکوینی کے مطیع ہیں، تمام کائنات میں اسی کا حکم، مثلاً: موت، حیات، عزت، ذلت وغیرہ، جاری ہے، اس کو عبودیت قہر و ملک کہتے ہیں۔ کقولہ تعالیٰ

"إِن كُلُّ مَن فِى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّآ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا" (مریم:۹۳)

ترجمہ... "کوئی نہیں آسمان اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر۔"

خاصہ:... جیسا کہ مومن و مسلم محبت و نیاز سے اس کے اوامر و نواہی کے متبع ہیں، کقولہ تعالیٰ:

"فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ أَحْسَنَهٗ" (الزمر:۱۷، ۱۸)

ترجمہ:... "سو تو خوشی سنادے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس پر جو اس میں سے نیک ہے۔"

اس کو عبودیت طاعت و محبت کہتے ہیں۔

مراتب عبودیت دو قسم پر ہیں:

عبودیت علماً ہوگی یا عملاً۔ عبودیت علماً دو قسم کی ہوتی ہے:

ا:...یہ کہ عابد، اللہ کی ذات، صفات، افعال اور اسمائے باری تعالیٰ کا علم رکھتا ہو، اور یقین کرتا ہو کہ جو چیز اس کی شان کے لائق نہیں ہے، وہ اس سے پاک ہے۔

۲:...یہ کہ اس کے دین و احکامِ شرعی کو جانتا ہو، اور جزا و سزا سے واقف ہو۔

عبودیتِ عملی کے بھی دو مرتبے ہیں، ایک اصحابِ یمین کے لئے ہے، اصحابِ یمین وہ لوگ ہیں جو واجبات کو ادا کرنے اور محرّمات سے بچنے والے ہوتے ہیں، اُن سے بعض مستحبات کا ترک اور بعض مکروہات کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔

دوم: مقربین ہیں، وہ لوگ مکروہات سے مجتنب اور مستحبات پر بھی حتی الوسع عامل بھی ہوتے ہیں، اور صحیح نیت اور حسنِ وغیرہ کی پابندی سے ان کے مباحات بھی طاعات بن جاتی ہیں۔

مدارِ عبودیت پندرہ چیزیں:

جاننا چاہئے کہ احکامِ عبودیت پانچ قسم ہیں: ا:...واجب، ۲:...مستحب، ۳:...حرام، ۴:...مکروہ، ۵:...مباح۔

احکام و قوانینِ عبودیت پر عمل کرنے والی تین چیزیں ہیں: ا:...دل، ۲:...زبان، ۳:...اعضاء۔

بعض احکام دل، زبان اور اعضاء پر واجب، بعض مستحب، بعض حرام، بعض مکروہ اور بعض مباح ہیں، مجموعہ احکام پندرہ ہوگئے، جس کی مختصر تفصیل و تشریح پیشِ خدمت ہے:

قلب کے احکامِ واجبہ دو قسم ہیں:

بعض ایسے احکام جو متفقہ واجب ہیں، اور بعض مختلف فیہ ہیں۔

متفقہ واجب ... جس پر سب کا اتفاق ہو کہ یہ بے شک ضروری ہے،

یہ ہیں: مثلاً اخلاص، صدق، توکل، محبت، صبر، انابت، خوف، رجا، تصدیق جازم، نیت فی العبادۃ۔ پھر اخلاص اور صدق میں بھی فرق ہے:

اخلاص: یہ ہے کہ مطلوب منقسم نہ ہو، یعنی ایک ہی چیز مقصد ہو، اگر دو یا دو سے زائد چیزیں ایک ہی کام میں مقصد ہو گئیں تو مقصد ایک نہ رہا، جیسے جمعہ بھی پڑھوں گا اور فلاں فلاں کام بھی کرتا ہے، تو جمعہ پڑھنا ہی خالص مقصد نہ رہا اور جمعہ پڑھنے میں اخلاص نہ رہا۔

صدق: یہ ہے کہ طلب منقسم نہ ہو، یعنی اس کی کوشش کرنا، محنت کرنا، تکلیف جھیلنا وغیرہ ایک ہی کام کے لئے ہو، مثلاً: اگر مکہ مکرمہ جارہا ہے حج کے لئے بھی اور تجارت کے لئے بھی۔ مطلوب تو اگرچہ واحد ہے یعنی مکہ مکرمہ جانا، لیکن طلب ایک نہیں دو ہیں، تو صدق نہ رہا۔

اور اگر طلب میں توحید ہے اور مطلوب واحد نہیں تو طلب میں توحید یعنی صدق ہے اور مطلوب میں توحید یعنی اخلاص نہیں، فافہم۔

اخلاص اور نیت فی العبادۃ میں فرق یہ ہے کہ اخلاص میں ما لک، معبود و مطلوب کو غیر سے منفرد کرتا ہے، اور نیت فی العبادۃ یہ ہے کہ عبادت کو عادت سے جدا کرے، اور مراتب عبادت میں تمیز کرے، مثلاً فرض کو نفل سے نیت میں جدا کرے، تو نیت فی العبادۃ، اخلاص پر زائد چیز ہے، (اس میں کمال کرنا درجہ استحبابی ہے، اور ادنیٰ درجہ وجوبی ہے)، اس کا اعلیٰ مرتبہ حصہ سابقین (مقربین) ہے، اور ادنیٰ درجہ اصحاب یمین کو نصیب ہے۔

مختلف فیہ... جس کے واجب ہونے میں اختلاف ہے، قلب جو کہ بادشاہ اور تمام اعضاء اس کی رعیت ہیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ایسے گم ہو جائیں کہ تمام کے تمام اشغال ختم ہوں پوری طرح سرگرم ہو جائیں، بعض کے نزدیک یہ واجب ہے، اور بعض کے نزدیک واجب نہیں۔

محرمات قلبیہ:

محرمات قلبیہ، مثلاً کبر، ریا، عجب، حسد، غفلت، نفاق وغیرہ ہیں۔ محرمات دو قسم ہیں، ۱... یہ کفر ہیں، مثلاً شک، نفاق کی اعتقادی شرک اور اس کے توابع وغیرہ۔ ۲... یا معصیت ہیں۔

پھر معصیت بھی دو قسم ہے: ۱... کبیرہ ۲... صغیرہ۔

کبائر... مثلاً ریا، فخر، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا، اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا، دل کی خباثت ہونا، مسلمانوں کے رنج سے خوش ہونا اور مسلمانوں میں اشاعت فواحش کو پسند کرنا وغیرہ، یہ وہ گناہ ہیں جو زنا، شراب پینے، غیبت اور جھوٹ وغیرہ سے بڑھ کر ہیں، ان سے اجتناب سے قلب و جسم کی صلاحیت محفوظ رہتی ہے، کبائر کے ارتکاب سے کدورت قلب سے بخل اور غفلت الٰہی صفتیں پیدا ہوتی ہیں۔

صغیرہ... مثلاً شہوت محرمات، شہوت بدعت اور شہوت کبائر ہیں، پس شہوت کفر و شرک، کفر ہے، شہوت بدعت، فسق ہے، اور شہوت معاصی، معصیت ہے۔ پس درجات خواہش سے کبیرہ، صغیرہ ہو جاتا ہے، پھر اگر اس شہوت و آرزو کو باوجود قدرت کے، اللہ تعالیٰ کے خوف سے چھوڑ دے تو ثواب اور درجات لے گا، اور اگر بسبب عجز اور ضعف کے چھوڑا تو عقوبت کا مستحق ہوا، اس تمام عرض سے احتساب قلب درمیان کا درجہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

عبودیاتِ زبان کی پانچ اقسام:

۱...واجب، ۲...مستحب، ۳...حرام، ۴...مکروہ، ۵...مباح۔

۱...واجب زبان: مثلاً زبان سے ایمان کی شہادت دینا، قرآن مجید کی اتنی تلاوت جس سے نماز صحیح ہوجائے، سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، جاہل کو تعلیم دینا، گواہی کا ادا کرنا اور سچ بات کہنا وغیرہ۔

۲...زبان کے مستحب یہ ہیں: مثلاً: قرآن مجید کی بقدر واجب سے کچھ زائد تلاوت کرنا، دوام ذکر الٰہی اور علم نافع کا مذاکرہ وغیرہ۔

۳...زبان کے محرمات یہ ہیں: مثلاً: زنا کی تہمت لگانا، مسلمان پر دشنام طرازی، جھوٹ، جھوٹی شہادت دینا، اللہ تعالیٰ پر بلا علم بات کہنا، بدعت کی ترغیب اور گناہوں کی اشاعت وغیرہ۔

۴...مکروہاتِ زبان یہ ہیں: مثلاً: فضول اور لایعنی کلام کرنا، بلا ضرورت لمبا کلام اور گونا وغیرہ۔

۵...مباح کلام بعض کے نزدیک نہیں ہے، اور بعض کے نزدیک مباح کلام وہ ہے جو مساوی الطرفین ہو، واللہ تعالیٰ اعلم!

عبودیاتِ جوارح کی پانچ اقسام:

ظاہری حواس پانچ ہیں، اس حساب سے عبودیاتِ جوارح پچیس ہوئیں، من جملہ اس کے سمع ہے، وہ بھی پانچ قسم کی ہے:

۱...سمع واجب: نماز میں قرآن مجید سننا بشرطیکہ جہراً قراءت ہو، اسی طرح خطبہ سننا، نیز مہ ایمان کے فرائض اور واجبات کا سننا وغیرہ ذالک۔

۲...محرمات سمع یہ ہیں، مثلاً: کفر و بدعت کا سننا، بشرطیکہ جواب کا ارادہ نہ ہو، کسی کا کلام چھپ کر سننا جبکہ وہ اسے ناپسند کرتا ہو، بشرطیکہ اس کے سننے میں کوئی

اصلاحی مصلحت نہ ہو۔ اسی طرح بیگانی یعنی غیر محرم خاتون کی آواز بغیر مصلحت مثلاً ادائے شہادت وغیرہ سننا، اور آلاتِ لہو ولعب کا سننا، ہاں! جب آواز بلا اختیار آرہی ہو تو اس پر کان بند کرنا واجب نہیں۔

۳:... مستحب سننا: علم کے مسائل، ذکر اللہ اور ایسی چیز کا سننا جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، اور وہ فرض بھی نہیں۔

۴:... اس چیز کا سننا مکروہ ہے جو ناپسند ہے اور اس پر عذاب نہیں۔

۵:... اور مباح کا بیان ظاہر ہے۔

عبودیاتِ چشم کی اقسام:

۱:... واجباتِ نظر یہ ہیں، مثلاً: واجب قراءت اور علم کے سیکھنے کے وقت قرآن مجید اور کتب کو دیکھنا، حلال و حرام کی تمیز کے لئے دیکھنا، ادائے شہادت کے وقت شہادت کی چیز کو دیکھنا، اور طبیب کا ضرورت کے وقت مریض کو دیکھنا وغیرہ۔

۲:... محرماتِ نظر: مثلاً: شہوت سے اجنبی عورت کو دیکھنا، اور چوری وغیرہ کے لئے مال کا دیکھنا وغیر ذالک۔

۳:... نظرِ مستحب: یہ کہ علم سیکھنے اور تفقہ حاصل کرنے کے لئے دینی کتب کو دیکھنا، ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھنا، آیاتِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرنا تاکہ توحید، معرفت اور حکمت زیادہ ہو۔

۴:... مکروہاتِ نظر: فضول نظر جس میں کوئی مصلحت نہ ہو، پس جیسے زبان کے فضولیات کثیر ہیں، سننے کے فضولیات بھی بے انتہا ہیں، سب فضولیات سے بچنا چاہئے۔

۵:... مباح نظر: وہ نظر ہے جس میں دنیا اور عاقبت میں مضرت نہ ہو۔

قوتِ ذائقہ کی پانچ عبودیات:

۱:... واجب: جیسے اضطرار اور موت کے خوف کے وقت کھانا پینا وغیرہ، اسی

بھینچنا وغیرہ ہیں۔

۲... لمس حرام: جیسے بیگانی عورت کو شہوت سے ہاتھ لگانا، ناحق قتل کرنا، غصب کرنا، ناحق زدوکوب کرنا، حرام بازی، جوا کھیلنا، جھوٹا دعوی لکھنا، جھوٹی گواہی لکھنا اور غلط فتوی لکھنا۔

۳... لمس مستحب: یہ ہے کہ اپنے آپ کو یا اپنی خاند کو عفیف و پاک دامن رکھنے کے لئے ہاتھ لگائے۔

۴... لمس مکروہ: یہ ہے کہ احرام حج یا اعتکاف میں لذت و شہوت سے اپنی بیوی کو ہاتھ لگانے، اسی طرح کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا جب جماع ہوجانے سے بے فکر ہو، اسی طرح نہلانے والے کے علاوہ کوئی اور ستر میت کو ہاتھ لگائے، یا بلا عذر کسی کی ران کو یا ستر کو ہاتھ لگائے، [illegible] کے نزدیک ران عورت و ستر ہے۔

۵... لمس مباح: وہ ہے کہ جس میں کوئی دینی و دنیوی مقصد نہ ہو۔

چلنے سے متعلق عبودیات خمسہ

اسی طرح چلنا اور جانا اس کی بھی پانچ قسمیں ہیں:

۱... واجب: جیسے جمعہ، جماعت کی طرف چلنا اور طواف کعبہ جو کہ واجب ہے، صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا، اللہ و رسول کے حکم کی طرف جب بلایا جائے جانا، علم جس قدر پڑھنا واجب ہے اس کی تحصیل کے لئے چلنا، اسی طرح جہاد اور حج واجب میں سوار ہو کر جانا۔

۲... حرام: یہ کہ کوئی چوری کی طرف جائے اور گناہ کی طرف جانا، چلنا اور سوار ہو کر جانا سب ابلیسی لشکر میں سے شمار ہوگا، اللہ تعالی نے فرمایا:

"واجلب علیہم بخیلک ورجلک"

(بنی اسرائیل: ۶۴)

ترجمہ:.. "اور نے" ان پر اپنے سوار اور پیادے۔

۳:۔ مستحب: جیسے جہاد اور حج مستحب میں پیدل یا سوار ہوکر جانا، اسی طرح طلب علم اور خدمت ماں باپ وغیرہ کے لئے سوار ہوکر جانا۔

۴:... مکروہ: گناہ میں پیدل یا سوار ہوکر جانا حرام ہے، اور لہو ولعب میں پیدل یا سوار ہوکر جانا مکروہ ہے۔

۵:... مباح: جس چلنے میں نہ گناہ ہو، نہ ثواب، ایسا چلنا مباح ہے۔

پس ان تمام اشیاء قلب، زبان، کان، آنکھ، ناک، منہ، ہاتھ، پاؤں، شرمگاہ اور سوار ہونے میں پانچ پانچ چیزیں ہیں، تو مجموعہ پچاس ہوا۔

ہر عاقل، بالغ اور اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے والے پر واجب ہے کہ اپنی زندگی ان قوانین کی تعمیل میں بسر کرے، اور ان کے خلاف سے بچے۔

مہتری در قبول فرمان است
ترک فرمان دلیل حرمان است

ترجمہ:.. "سرداری، فرمان قبول کرنے میں ہے، ترک فرمان محرومی کی دلیل ہے۔"

ہر کہ پیمانے راستاں دارد
سر خدمت بر آستاں دارد

ترجمہ:.. "جو سچوں کی پیشانی رکھتا ہے، خدمت کا سر چوکھٹ پر رکھتا ہے۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، آمین

ترجمہ

مناجات

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

(برائے افادۂ طالبین حق)

اے خدا کر جرم و عصیاں سے ہمارے درگزر
ہم ہیں عاصی، اور تو دریائے رحمت سر بسر

تو بلاشک نیک ہے، لیکن ہیں بدکردار ہم
جرم بے انداز سے خود ہیں خجل و خوار ہم

بن گئے بندۂ عصیاں ہم رہے ہیں سالہا
ہیں پشیماں اپنے کرداروں پہ ہم اب اے خدا

واسطہ ہم کو رہا ہے فسق اور عصیان سے
تھا تعلق ہم کو اکثر نفس اور شیطان سے

روز و شب ہر معصیت میں رہے غرقاب ہم
اور ترے امر و نواہی سے رہے مرتاب ہم

بے گنہ ہم پر نہ گزری ایک ساعت بھی کبھی
باحضورِ دل نہ کی ہم نے تری طاعت کبھی

اے خدا ہم در پہ تیرے لوٹ کر آئے ہیں ہم
آبرو عصیاں سے اپنی کھو کے شرمائے ہیں ہم

ہیں مگر امیدوارِ مغفرت کچھ بھی کریں تو
آپ ہی فرما چکا ہے وعدہ لا تقنطوا

ہاں تری رحمت کا دریا بحرِ بے پایاں ہے
جو تری رحمت سے ہو مایوس، وہ شیطان ہے

نفس اور شیطان نے تیری راہ سے روکا ہمیں
اب چھپا لے دامنِ رحمت میں اے مولا ہمیں

ہم کو عصیاں سے بچا کر لا گروہِ پاک میں
اس سے پہلے جبکہ تو ہم کو سلا دے خاک میں

تیری رحمت کی نظر ہو وقتِ مرگ امید ہو
نورِ ایماں اس میں، لب پہ کلمۂ توحید ہو

تزکیۃ الاعمال
یعنی
اعمال کا تزکیہ
قطب الارشاد حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی قدس سرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبِّ يَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ
اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِنَا خَيْرِ الْوَرٰى مُحَمَّدِ
الْمُصْطَفٰى وَعَلٰى اٰلِهِ الْمُجْتَبٰى وَاَصْحَابِهِ الْمُرْتَضٰى
وَعَلٰى اَئِمَّتِهِ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا بِالْهُدٰى، اَمَّا بَعْدُ!

چند نصائح احادیث و کتب معتبرہ سے عاشقوں کے پیش خدمت ہیں، اگر پڑھ لیں، سن لیں، زہے شرف، اور اگر قبول افتد، تو چند پیارے سعادت کے بندہ کے لیے حسن خاتمہ کی دعا کر دیں، شاہاں را چہ عجب گر بنوازند!

اس رسالے میں چند فصلیں ہیں:

پہلی فصل:

آدابِ اساتذہ:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں، چاہے اب مجھے فروخت کر دے یا غلام بنائے۔
(کذا فی الاعتدال فی مراتب الرجال)

علامہ زرنوجی رحمۃ اللہ علیہ نے "تعلیم المتعلم" میں لکھا ہے کہ طالب علم علم سے منتفع ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ علم، علماء اور اساتذہ کا احترام نہ کرے۔

اور فرمایا: جس شخص نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ احترام سے کیا ہے، اور جو گرا ہے، بے حرمتی سے گرا ہے۔

اور فرمایا کہ: یہی وجہ ہے کہ آدمی گناہ سے کافر نہیں ہوتا، دین کے کسی جزو کی بے حرمتی سے کافر ہو جاتا ہے، ولنعم ما قیل

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
بے ادب محروم گشت از فضلِ ربّ

کتاب "ادب الدین والدنیا" میں ہے کہ:

طالب علم کے لئے استاذ کی خوشامد اور اس کے سامنے تذلل (ذلیل بننا) ضروری ہے، اگر ان دونوں چیزوں کو اختیار کرے گا، کامیاب ہوگا، اور دونوں کو چھوڑ دے گا تو محروم رہے گا۔

دوسری فصل:

آدابِ مرشد:

ان مذکورہ آداب کے ہوتے ہوئے:

۱:... یہ اعتقاد رکھے کہ میرا مطلب اسی مرشد سے حاصل ہوگا، اگر دوسری طرف توجہ کرے گا تو مرشد کے فیض سے محروم رہے گا۔

۲:... ہر طرح مرشد کا مطیع ہو، بشرطیکہ شرع کے خلاف نہ ہو۔

۳:... جان و مال سے اس کی خدمت کرے، کیونکہ بغیر محبت پیر کے کچھ نہیں، اور محبت کی پہچان یہی ہے۔

۴:... مرشد کی موجودگی میں ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے، یہاں تک کہ سوائے فرض و سنت کے، نفل نماز اور کوئی دوسرا وظیفہ بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ پڑھے۔

۵:... اپنے مرشد سے کرامت کی خواہش نہ کرے، کیونکہ یہ اس کی کوئی کم کرامت ہے کہ بے نماز، نمازی ہو جائے، غافل، ذاکر ہو جائے، گناہوں کی نفرت اور بندگی کی رغبت ہونے لگے، اللہ تعالیٰ کا خوف اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بڑھنے لگے، اور سنت پر عمل اور بدعت ترک ہونے لگے، وغیر ذالک۔

۶:... خواب و مراقبہ میں جو کچھ دیکھے وہ مرشد سے عرض کرے، اگر اس کی تعبیر ذہن میں آئے تو وہ بھی عرض کر دے۔

۷:... بے ضرورت مرشد سے علیحدہ نہ ہو، مرشد کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے، باآواز بلند بات نہ کرے، ضرورت عرض کرنی پڑے تو مختصر کلام کرے، اور جواب کا منتظر رہے، اگر جواب نہ ملے تو تنگ نہ کرے۔

۸:... جو باطنی فیض خواب میں یا کسی شیخ سے ملے، اسے مرشد کا طفیل سمجھے۔

(کنز: فی ارشاد رعدی بمکتوب خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ)

تیسری فصل:

دین کی امداد سے متعلق:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ، عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ."

(مشکوٰۃ ص: ۳۳۳، بحوالہ ترمذی)

چوتھی فصل:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع:

الف... اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ" (النساء: ۸۰)

ترجمہ: "جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی، اس نے اللہ (تعالیٰ) کی اطاعت کی۔"

مذکورہ جملہ شرطیہ ہے، جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی۔

ب:... ارشادِ الٰہی ہے:

"وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا" (الاحزاب: ۳۶)

ترجمہ... "جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، وہ کھلم کھلا گمراہ ہے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ:

"تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی دلی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔" (مشکوٰۃ ص ۳۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"میں تم میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہ پاؤں کہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرا وہ حکم پہنچے جس

میں، میں نے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہو، اور وہ
یہ کہہ دے کہ ہم اس کو نہیں مانتے، ہم تو اس پر عمل کریں گے جو
قرآن مجید میں ہوگا۔" (مشکوٰۃ ص:۲۹ بحوالہ مسند احمد)

حضرت عبداللہ دیلمی رضی اللہ عنہ جو بڑے تابعی ہیں، اور بعض نے ان کو صحابی بھی کہا ہے، فرماتے ہیں کہ:

"مجھے اکابر سے یہ بات پہنچی ہے کہ دین کے جانے
کی ابتدا ترکِ سنت سے ہوگی، ایک ایک سنت اس طرح چھوڑ
دی جائے گی جیسا کہ رسی کا ایک ایک بل اتارا جاتا ہے۔"

(داری ج:۱ ص:۴۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتدا میں جبکہ ہر طرف سے ارتداد کا زور تھا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور دین پر مرمٹنے والے نے بھی استدعا کی کہ تھوڑی سی نرمی فرمادیں، تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کو ڈانٹا اور فرمایا:

"اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ؟"

(مشکوٰۃ ص:۵۵۶)

کیا زمانۂ جاہلیت میں تشدد اور زمانۂ اسلام میں نامرد و بزدل ہوگئے ہو؟ خدا کی قسم! جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک بکری کا بچہ زکوٰۃ میں دیتا تھا، اور اب نہ دے گا تو اس سے بھی قتال کروں گا۔ اور بعض حدیثوں میں زکوٰۃ کے جانور کی ایک رسی بھی وارد ہوئی ہے، یہ تھی دین میں پختگی اور دین کا تحفظ! ورنہ ایسے سخت وقت میں جبکہ ارتداد کا اتنا زور تھا، ایک فرض سے تسامح معمولی بات تھی، مگر ان حضرات کرام کے ہاں اتباع سے ذرا سا ہٹنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے

مرادف تھا، وغیر ذالک من الاحادیث والآیات۔

پانچویں فصل:

نماز کی تاکید:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''مسافر کی نماز دو رکعتیں ہیں، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرے گا، وہ کافر ہے۔'' (انتقا)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ:

''جو شخص نماز نہ پڑھے، وہ کافر ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ:

''جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے کہ:

''جو نماز نہ پڑھے گا وہ کافر ہے۔''

ان حضرات کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ و تابعینؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی روایت ہے کہ:

''جس نے قصداً ایک نماز چھوڑ دی وہ کافر اور واجب القتل ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

''کافر نہیں، واجب القتل ہے۔''

امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نہ کافر ہے اور نہ واجب القتل ہے، بلکہ اس کو ہمیشہ قید میں رکھا جائے، تاوقتیکہ اصلاح کا ظن غالب ہو جائے۔

جبکہ علمائے کرام نے تکفیر میں بہت احتیاط برتی ہے کہ انہوں نے دوسرے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی وجہ سے ان سب حضرات کے اقوال کو انکار کے ساتھ مقید فرمایا ہے، اور یہ فرمایا کہ: ''جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر ہے'' اور یہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ صحابہؓ میں اس بارے میں اختلاف ہوگیا تھا، ورنہ خدانخواستہ اگر بے نمازی کا کفران کا اجماعی مسئلہ بن جاتا، یعنی جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، وہ کافر ہے، تو آج غور کرو کہ دُنیا میں کتنا حصہ کفر کے گڑھے میں پڑا ہوا نظر آتا۔

چھٹی فصل:

فرض کے مقابل نوافل کا اعتبار نہیں:

امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب ۲۹ (دفتر اوّل) میں، جو انہوں نے شیخ نظام تھانیسری کی طرف تحریر فرمایا، یہ ہے کہ:

فرضوں کے مقابلے میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں ہے، فرضوں میں سے ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے، اگرچہ وہ نفل خاص نیت سے ادا کئے جائیں، خواہ وہ نفل از قسم نماز روزہ و ذکر، فکر وغیرہ ہوں، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فرضوں کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنا یہی حکم رکھتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی، فراغت کے بعد اپنے رفقاء میں سے ایک کو نہ دیکھ کر اس کے بارے میں پوچھا، تو کسی نے عرض کیا کہ چونکہ وہ رات کو اکثر جاگتا رہتا ہے،

شاید اس وقت سو گیا ہوگا، آپ نے فرمایا:

"اگر تمام رات سوتا رہتا اور صبح کی نماز جماعت کے

ساتھ پڑھتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔"

پس مستحب کی رعایت کرنا اور مکروہ سے بچنا، اگرچہ تنزیہی ہو، ذکر، فکر، مراقبہ اور توجہ سے کئی درجہ بہتر ہے، پھر مکروہ تحریمی کا کیا ذکر ہے، ہاں! اگر فرض، واجب، سنت اور مستحب کی رعایت کے ساتھ ہو اور اجتناب (عن الکراہت) ہو تو بڑی کامیابی ہے۔

اسی طرح زکوٰۃ کے طور پر ایک دانگ (چھ رتی کا وزن) کا صدقہ، نفلی صدقہ کے سونے کے پہاڑ سے کئی درجہ بہتر ہے، ویسے اس زکوٰۃ کے دانگ کے صدقہ میں کسی ادب کی رعایت کرنا، مثلاً: اس کو کسی قریبی محتاج کو دینا بھی اس سے کئی درجہ بہتر ہے۔

حنفیہ کے نزدیک نمازِ عشاء آدھی رات کے بعد ادا کرنا مکروہ ہے، لہٰذا اگر کوئی نمازِ عشاء کو آدھی رات کے بعد پڑھنے کو تہجد پڑھنے کا وسیلہ بناتا ہے، تو بہت بُرا ہے۔

امامِ اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کے آداب میں سے ایک ادب کے ترک ہوجانے کی وجہ سے چالیس سال کی نمازوں کا اعادہ فرمایا ہے، انتہی ملخصاً۔

اسی طرح حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مکتوب میں شیخ نظام الدین کی طرف یہ بھی لکھا ہے کہ:

"آپ کے بعض خلفاء کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے، اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے، ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں، ایسے فعلوں سے مقتداؤں کو تو از حد بچنا ضروری ہے۔"

نیز لکھا کہ:

اس گروہ کے علوم احوال کے علوم ہے، اور احوال اعمال کا نتیجہ ہیں، اور درستیٔ احوال درستیٔ اعمال پر موقوف ہے، جب تک اعمال دُرست نہ ہوں گے احوال بھی دُرست نہ ہوں گے، لہٰذا ہر ایک کو تمام فرائض اور معاملات نکاح، طلاق وغیرہ کا سیکھنا ضروری ہے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

ساتویں فصل:

مستحبات کا ترک، سنت سے محرومی کا سبب:

حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ اپنی تفسیر فتح العزیز میں آیت: "ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ" (البقرہ:۶۱) کے تحت لکھتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"جو شخص شریعت کے آداب کو خفیف اور ہلکا سمجھتا ہے، اس کو سنت سے محرومی کا عذاب دیا جاتا ہے، اور جو شخص سنت کو ہلکا اور خفیف سمجھتا ہے، اس کو فرائض کی محرومی سے سزا دی جاتی ہے، اور جو فرائض کو ہلکا سمجھتا ہے وہ معرفت کی محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔"

شریعت کے معمولی آداب کو بھی استخفاف اور فضول سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ اس سلسلے کی ہر کڑی اپنے سے اُوپر کی دولت سے محرومی کا سبب بنتی ہے۔

آٹھویں فصل:

بدعت کا ارتکاب، سنت سے محرومی کا سبب:

حضورِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"جو قوم کسی بدعت کو اختیار کرتی ہے، اللہ جل شانہ
ایک سنت اُن سے اٹھا لیتے ہیں، جو قیامت تک اُن کی طرف
نہیں لوٹتی۔" (مشکوٰۃ ص ۳۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"جب اللہ جل جلالہ کسی شخص کے ہلاک کرنے کا
ارادہ فرماتے ہیں تو سب سے پہلے اس سے حیا و شرم کو زائل
کر دیتے ہیں، جب وہ بے شرم بن جاتا ہے تو تو اس کو دیکھے گا
کہ وہ غصیلا رہتا (ذرا سی بات پر ناراض ہونے والا) اور لوگوں کی
نگاہ میں مبغوض بن جائے گا، اور جب اس حالت کو پہنچے گا تو اس
سے امانت زائل ہو جائے گی (اور وہ خائن بن جائے گا)، اور علی
الاعلان خیانت کرنے لگے گا، اور جب اس حالت کو پہنچ جائے گا
تو اس کے دل سے رحمت نکال لی جائے گی، اور وہ مخلوق پر
شفقت نہ کرے گا، اور لوگوں کے ہاں یہ شخص ملعون بن جائے
گا، اور جب اس درجے کو پہنچے گا تو تو دیکھے گا کہ اسلام کی رسی
اس کے گلے سے نکل جائے گی۔" (جامع الصغیر ج ۱ ص ۳۴۸)

علامہ شعرانی طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوتراب نخشبیؒ جو مشائخ
صوفیہ میں ہیں، یہ فرماتے تھے کہ:

"جب کسی شخص کا دل اللہ جل شانہ سے اعراض کے
ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا اس کا رفیق
اور ساتھی بن جاتا ہے، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہو جاتا
ہے تو وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے۔"

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

ترجمہ... "جب خدا چاہتا ہے کہ کسی شخص کا پردہ چاک کرے، تو وہ نیک لوگوں کو طعنہ دینے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر صوفیہ اور مشہور ائمہ تصوف میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

"اللہ والوں کو جھگڑالو لوگوں سے ابتلا رہا ہے۔"

شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ کوئی عبادت نہیں ہے کہ ان کی محبت اللہ جل شانہ کی محبت کی علامت ہے۔"

(نزہۃ البساتین)

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند

جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

ترجمہ... "نصیحت قبول کر اے پیارے! کہ سعادت مند جوان بوڑھے دانا کی نصیحت کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔"

دست در دامن مرداں زن و اندیشہ مکن

ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش

ترجمہ... "کامل مردوں کا دامن پکڑ اور فکر مت کر، جو نوح کے ساتھ بیٹھے اسے طوفان کا کیا غم!"

نویں فصل:

اللہ تعالیٰ سے اعراض و رو گردانی کا نتیجہ:

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"جب میری امت یہ پندرہ کام کرنے لگے گی تو اس پر بلائیں نازل ہونے لگیں گی۔

۱... غنیمت کا مال ذاتی دولت بن جائے۔

۲... امانت ایسی ہو جائے جیسا غنیمت کا مال۔

۳... زکوٰۃ کا ادا کرنا تاوان سمجھا جانے کہ جیسے تاوان ادا کرنا مصیبت ہوتا ہے ایسے ہی زکوٰۃ ادا کرنا بھی تاوان اور مصیبت بن جائے۔

۴... علم دنیوی اغراض کے لئے پڑھا جائے۔

۵-۶... بیویوں کی فرماں برداری کی جائے اور ماں کی نافرمانی کی جائے۔

۷... دوستوں اور یاروں سے نیکی کی جائے اور باپ کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کیا جائے۔

۸... مسجدوں میں شور و شغب ہونے لگے۔

۹... قبیلے کا سردار ان کا فاسق ہوگا۔

۱۰... رذیل لوگ قوم کے ذمہ دار سمجھے جائیں۔

۱۱... آدمی کا اکرام اس وجہ سے کیا جائے کہ اس کے

شر سے محفوظ رہیں یعنی وہ کرنا مہ کے قابل نہ تھا مگر اس وجہ سے اس کا احترام کیا جائے کہ وہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ کر دے۔

۱۲۔ (علی الاعلان) شراب پی جائے۔

۱۳۔ گانے والیاں (ڈومنیاں، کنجریاں وغیرہ) مہیا کی جائیں۔

۱۴۔ باجے بنائے جائیں (کہ عام طور استعمال کئے جائیں)۔

۱۵۔ امت کے پچھلے لوگوں کو (صحابہؓ، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کو) برا کہا جائے۔

تو اس وقت امت پر سرخ آندھی، زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے (اس قسم کے عذابوں) کا انتظار کریں۔" (مشکوٰۃ ص ۴۷۰)

یہ چیزیں قیامت کی علامات بھی ہیں۔

دسویں فصل:

غلط کام اور ان پر عذاب:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"جس قوم میں خیانت کا غلبہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اس قوم کے دلوں میں دشمنوں کا خوف ڈال دیں گے، اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہوگی، اس قوم میں اموات کی کثرت ہوگی، اور جو جماعت ناپ تول میں کمی کرے گی، اس کی روزی میں کمی ہوگی،

اور جو جماعت حق کے خلاف فیصلہ کرے گی، اس میں قتل کی کثرت ہوگی، اور جو لوگ بدعہدی میں مبتلا ہوں گے، اُن پر اللہ جل شانہ کسی دُشمن کو مسلط فرمادیں گے۔"

(مشکوٰۃ ص:۴۵۹ بحوالہ مؤطا مالک)

دُوسری حدیث میں ہے کہ:

"جو جماعت زکوٰۃ ادا نہیں کرتی، اور روک لیتی ہے اس پر بارش روک لی جاتی ہے۔" (الترغیب والترہیب ج:۱ ص:۲۰۱)

ایک حدیث میں ہے کہ:

"جن لوگوں میں رشوت کی کثرت ہوتی ہے، اُن کے دِلوں پر رُعب کا غلبہ ہوتا ہے، وہ (ہر شخص سے مرعوب رہتا ہے)۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"اس اُمت کی ہلاکت بدعہدی سے ہوگی۔ اور سب سے زیادہ عذاب لانے والا گناہ ظلم اور جھوٹی قسم ہے، کیونکہ یہ مال کو ضائع کرتے ہیں، اور عورتوں کو بھی بانجھ کرتے ہیں (اولاد پیدا نہیں ہوتی)، اور آبادیوں کو خالی کردیتے ہیں (یعنی اموات کی کثرت ہوتی ہے)۔" (از منثور)

ایک حدیث میں ہے کہ:

"ہر گناہ کا عذاب حق تعالیٰ شانہ جب تک چاہتے ہیں، مؤخر کردیتے ہیں، مگر والدین کی نافرمانی کا وبال بہت جلد ہوتا ہے، مرنے سے پہلے پہل زندگی میں اس کا وبال بھگتنا پڑتا

ہے۔" (مشکوٰۃ ص ۳۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"تم عفیف رہو تو تمہاری عورتیں بھی عفیف رہیں گی، تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو تو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے گی۔" (در منثور)

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دیکھئے [illegible] سے فرمایا ہے؟

فرماتے ہیں کہ:

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یا تم لوگ نیکی کا حکم کرتے رہو (لوگوں کو تبلیغ کرتے رہو) اور بری باتوں سے روکتے رہو ورنہ حق تعالیٰ شانہ تم پر عذاب نازل فرما دیں گے پھر اس وقت دعا بھی کرو گے تو قبول نہ ہوگی۔" (مشکوٰۃ ص ۴۳۶ بحوالہ ترمذی)

بہت سی حدیثوں میں وارد ہے کہ:

"جس گھر میں کتا اور تصویر ہو (رحمت کے) فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔" (مشکوٰۃ ص ۳۸۵ بحوالہ بخاری، مسلم)

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملک شام کے ایک غزوہ میں شریک تھا۔ ایک جگہ قیام ہوا، وہاں کا رئیس حضرت عمرؓ کی تلاش میں تھا (زیارت کے شوق میں) آیا، حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو ان کو سجدہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ سجدہ کیسا؟ اس نے عرض کیا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے

ساتھ یہی معمول ہے! حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: یہود اسی معبود کو کہ جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اس نے درخواست کی کہ: میں نے آپ کے لئے کھانا تیار کیا ہے، قریب خانے پر تشریف لے چلیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: تیرے مکان میں تصویریں تو نہیں ہیں؟ اس نے عرض کیا: تصویریں تو ہیں! آپؓ نے فرمایا کہ: ہم اس میں نہیں جاتے، تو ایک قسم کا کھانا بھیج دے! اس نے بھیج دیا اور حضرت عمرؓ نے تناول فرمایا۔" (مستدرک حاکم ج۳ ص۱۸۳)

اب مہذب لوگوں کے مکانوں میں نظر ڈالو کس قدر تصویروں سے آرائش و نمود ہے؟

حدیث میں آیا ہے کہ:

"جو شخص ریا اور شہرت کے واسطے عمل کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس کو مشہور کریں گے۔ (یعنی اس کی بدنیتی کی شہرت کریں گے، حتیٰ کہ اس کو ذلیل و رسوا کریں گے)۔" (مشکوٰۃ ص۴۵۴ بحوالہ بیہقی شعب الایمان)

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم پر خوف ہے وہ شرکِ اصغر ہے! صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریاکاری! ([illegible])، قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ ایسے لوگوں کو ارشاد فرماویں گے کہ جن لوگوں کے دکھانے کے لئے اعمال کئے تھے، انہیں سے جاکر بدلہ اور ثواب لے لو۔" (مشکوٰۃ ص۴۵۶)

احادیث میں بکثرت یہ مضمون وارد ہے کہ جن اعمال حسنہ کی غرض شہرت و وجاہت ہوتی ہے یا کوئی مالی و متاع مقصود ہوتا ہے، ان سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہوتی، وہ سب بیکار جاتے ہیں، بلکہ بجائے خیر کے شر کو پیدا کرتے ہیں۔ بعض لوگ مقدمہ کی کامیابی، بعض نکاح، بعض ہمزاد تابع کرنے اور بعض دنیا وغیرہ بڑھنے کے لئے وظائف پڑھتے ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی فائدہ نہیں ہے، شاید دنیا میں ان کا فائدہ مل جائے تو ہو سکتا ہے، فافہم!

گیارھویں فصل:

اللہ تعالیٰ کے راستوں میں:

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صحابی گزرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے بدن کی حالت (قوت و نشاط) کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ: قوت و نشاط کی یہ حالت اللہ تعالیٰ کے راستے (جہاد) میں ہوتی تو کیا ہی اچھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "اگر یہ شخص اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی محنت کے لئے نکلا ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے، اور اگر بوڑھے ماں باپ کی مدد کے لئے نکلا ہے تو بھی اللہ کا راستہ ہے، اپنے نفس کی ضروریات پورا کرنے اور حرام سے بچنے کے لئے نکلا ہے تو بھی اللہ کا راستہ ہے، البتہ اگر شہرت اور تفاخر کے لئے نکلا ہے تو وہ شیطان کا راستہ ہے۔" (الترغیب والترہیب ج ۲، ص ۳۳۵)

اسی قسم کی احادیث سے یہ واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ صرف جہاد، نوافل یا دوسری عبادات میں منحصر نہیں، بلکہ ضروری اعمال و عبادات کرنے کے بعد جو کام بھی

نیک نیتی سے کیا جائے، یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو، ادائے حقوق اس کی غرض ہو، تو وہ سب اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ دنیاوی کاموں میں مشغول ہونا اس کے منافی ہے، غلطی پر ہیں، اگر ان کاموں کو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی و رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔

بارھویں فصل:

اعمال کی ترغیب و ترہیب:

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"جو شخص مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہ قیامت میں اس کی عیب پوشی کریں گے، اور جو شخص مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی پردہ دری کرتے ہیں، حتیٰ کہ وہ اپنے گھر میں (چھپ کر) کوئی عیب کرتا ہے، تب بھی اس کو رسوا کرتے ہیں۔"

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۴۰ بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

"ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے، اور بلند آواز سے ارشاد فرمایا: اے لوگو! جن کی زبان پر اسلام ہے، اور ان کے دلوں تک اسلام نہیں پہنچا، تم مسلمانوں کو نہ ستاؤ، اور ان کے عیوب کے درپے نہ ہو۔ جو شخص مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہے، حق تعالیٰ شانہ اس کی پردہ دری کرتا ہے، اور جس کے عیب کو اللہ جل شانہ کھولنا چاہیں، اس

کو گھر کے اندر چھپ کر کئے گئے کام پر بھی رسوا کر دیتے ہیں۔"

(مشکوٰۃ ص۴۲۹، ج۲، ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ بیت اللہ شریف کو دیکھا اور فرمایا:

"تو کتنا بابرکت اور باعظمت گھر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کا احترام تجھ سے کہیں زیادہ ہے۔"

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۳۰)

ایک حدیث میں ہے کہ:

"اپنے بھائی کی کسی تکلیف پر مسرت اور خوشی نہ کرو (اگر ایسا کرو گے) تو حق تعالیٰ شانہ اس پر رحم فرما کر تجھے اس مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔"

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۱۰)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو خوش اخلاق ہوں، اپنے بازوؤں کو جھکا کر رکھنے والے ہوں (یعنی ہر بات پر اکڑنے اور مشتعل ہونے والے نہ ہوں)، الفت کرنے والے ہوں، اور دوسروں کے درمیان تعلقات پیدا کرنے والے ہوں، اور مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور میرے نزدیک مبغوض وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کرنے والے ہوں، دوستوں میں تفریق اور اختلاف پیدا کرنے والے ہوں، اور جو لوگ بری ہوں ان کے لئے عیب جوئی کرنے والے ہوں۔"

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۴۰۰)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"اگر کوئی شخص تجھے کسی ایسے عیب سے رسوا کرے جو تجھ میں ہے، تو تو اس کے جواب میں بھی ایسے عیب سے اس کو رسوا نہ کر جو اس میں ہے، تجھے اس کا اجر ملے گا، اور اس کے کہنے کا وبال اس پر رہے گا۔" (الترغیب والترہیب ج۳ ص۴۱۳)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"آپس میں قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے سے پشت نہ پھیرو، آپس میں بغض نہ رکھو، ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ کسی دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ترک کلام کرے۔"

(الترغیب والترہیب ج۳ ص۴۰۳)

حدیث میں ہے کہ:

"جو شخص کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارے، اور وہ ایسا نہ ہو، تو یہ کلمہ کہنے والے پر لوٹ جاتا ہے۔"

(بخاری ج۲ ص۹۰۰)

حدیث میں آیا ہے کہ:

"مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔" (بخاری ج۲ ص۸۹۳)

دوسری حدیث میں ہے کہ:

"مسلمان کو گالی دینے والا اپنی ہلاکت کا سامان بنا رہا ہے۔" (الترغیب والترہیب ج۳ ص۳۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"یبصر احدکم القذی فی عین اخیہ، وینسی الجذع فی عینیہ" (الجامع الصغیر ج۲ ص۲۲۰)

ترجمہ: "تم میں سے بعض آدمی دوسرے کی آنکھ کا
تنکا دیکھتے ہیں، اور اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔"

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"مسلمان کی آبرو میں بغیر حق کے زبان درازی
بدترین سود ہے۔" (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۲۲)

بغیر حق کا مطلب یہ ہے کہ جہاں شریعت نے اجازت دی ہے، وہاں جائز
ہے، اور جہاں جائز نہیں، وہ بغیر حق کے ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ

"سود کا کمتر درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں سے زنا کرنا،
اور بدترین سود مسلمان کی آبرو ریزی کرنا ہے۔"

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۲۹)

ایک حدیث میں ہے کہ

"بدترین سود کسی مسلمان کو دوسرے پر گالیوں کے
ساتھ بڑھانا ہے، (یعنی ایک کے وقار کو گالیاں دے کر گرایا
جائے اور دوسرے کے وقار کو بڑھایا جائے)۔"

(الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۳۲۲)

"حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے وصیت فرمائیں،
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تقویٰ کی وصیت کرتا
ہوں، یہ تمام چیزوں کے لئے زینت ہے۔ (اور حقیقت میں جو
شخص ہر امر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ کسی عیب یا معصیت
میں گرفتار ہو ہی نہیں سکتا)۔ انہوں نے عرض کیا: کوئی اور بات

گویا اس کی عفونت اتنی دور تک پھیل جاتی ہے۔
ایک شخص نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:
"کیا مومن نامرد و بزدل ہوسکتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں! ہوسکتا ہے۔ اس نے پھر دریافت کیا کہ مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوسکتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ: نہیں! (مومن جھوٹا نہیں ہوسکتا) ہے" (مشکوٰۃ ص:۴۱۳)
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
"آخری زمانے میں عابد (یعنی صوفی) جاہل ہوں گے، اور عالم فاسق۔" (کنز العمال ج:۱۴ ص:۲۰۲)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:
"علم اس لئے نہ سیکھو کہ علماء کا اس سے مقابلہ کرو، بیوقوفوں سے اس کے ذریعہ جھگڑا کرو، اور لوگوں کو اس کی وجہ سے اپنی طرف متوجہ کرو، جو شخص ایسا کرے گا، وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔" (مشکوٰۃ ص:۳۴)
یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:
"علم و حکمت سے جب دنیا کمائی جاتی ہے تو ان کی رونق جاتی رہتی ہے۔"
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"جب تم کسی عالم کو دنیا سے محبت رکھنے والا دیکھو تو اپنے دین کے بارے میں اس کو متہم سمجھو، اس لئے کہ ہر چیز

کا محبت رکھنے والا اسی میں گھل مل جاتا ہے، جس سے اس کو محبت ہے۔"

یاد رکھنا چاہئے کہ علمائے حق اور علمائے سوء میں فرق کا مدار صرف قرآن و حدیث کے موافق علم و عمل پر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا امان اللہ صاحب کے نام جو (خط) تحریر فرمایا، اس میں ہے کہ:

"قرآن و حدیث کے جو معنی علمائے حق نے سمجھے ہیں، وہی حق ہے، اگر بالفرض اس کے خلاف کوئی معنی کشف یا الہام سے ظاہر ہوں، اس کا ہرگز اعتبار نہیں، ایسے معنی سے خدا تعالیٰ سے پناہ مانگے، اور کشف کو ان کے معانی کے موافق بنانے کی کوشش کرے۔"

اور یہ بھی فرمایا کہ:

"صوفی کا کلام اگر شریعت کے احکام کے موافق نہیں ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، وہ دلیل اور تقلید کے قابل نہیں ہے، قابلِ تقلید صرف علمائے سنت کے اقوال ہیں، جو اقوال علماء کے موافق ہیں، معتبر ہیں، اور جو مخالف ہیں وہ نامقبول ہیں۔" انتہی ملخصاً۔

الحاصل: اعمالِ صالحہ میں اگر کمالِ اخلاص اور غایت احتیاط کی رعایت نہ رہے تو مختلف معاصی کے شوائب ان کو باطل و فاسد کر دیتے ہیں۔

مثلاً: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ تمام طاعات کو "ریا"۔

اور صدقات کو "من و اذی" یعنی احسان جتانا یا تکلیف پہنچانا۔

اور حج کو "رفث" یعنی شہوت کی بات، اور "فسوق" یعنی گناہ، اور "جدال" یعنی جھگڑا، اسی طرح دوسرے معاصی سے بچو، ورنہ طاعت ناقص ہو جائے گی، یا فاسد

ای فسق و فجور کار ہر روزۂ ما

وے پُر ز حرام کاسہ و کوزۂ ما

ای خندہ روزگار و ای گریہ فسق

بر طاعت و بر نماز و بر روزۂ ما

ترجمہ... "اے وہ کہ ہمارے ہر دن کا کام فسق و فجور ہے اور حرام سے ہمارا کوزہ و کاسہ پُر ہے۔ زمانہ ہنستا ہے اور مخلوق روتی ہے، ہماری طاعت، نماز اور روزہ پر۔"

تیرھویں فصل:

شائبہ ریا میں ریا کو دفع کرے، نہ کہ عمل کو:

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ:

ریا کا عمل اگرچہ بُرا اور مہلکات میں داخل ہے، مگر عمل نہ کرنے سے وہ بھی اچھا ہے، کیونکہ عمل کرنے کی عادت ہو جاتی ہے، پھر رفتہ رفتہ اس میں خلوص اور اراوت پیدا ہونے کی توقع ہے، بہرحال کام کو نہ چھوڑے اور اس میں اخلاص کی سعی کرے:

ز توفیق عمل چوں خلعت خاص

رسد آں را معطر کن بہ اخلاص

ترجمہ... "عمل کی توفیق سے جب خلعت خاص پہنچے، تو اس کو اخلاص سے معطر کر۔"

چودھویں فصل:

ذکرِ الٰہی سے شیطانی وساوس کا دفعیہ:

ذکرِ حق کا یہ خاصہ ہے کہ اس کی برکت سے انسان کے دل پر شیطان قابو نہیں پاتا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ، فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ." (مشکوٰۃ ص ۱۹۸)

ترجمہ... "شیطان فرزند آدم کے دل پر جما بیٹھا ہے، پس جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور جب (ذکر سے) غافل ہو جاتا ہے تو پھر وسوسے ڈالنے لگتا ہے۔"

دارم دلے کہ بے اندیشہ کردہ ثبت
غیر یاد تو بر صفحۂ خاطر نگاشت
یاد تو چناں فرو گرفتش کہ درو
گنجائی ہیچ چیز دیگر نگذاشت

ترجمہ... "میں ایسا دل رکھتا ہوں کہ وہ جو اندیشہ رکھتا ہے، تیری یاد کے سوا صفحۂ دل پر کچھ نہ چھوڑا۔ تیری یاد نے اس پر ایسا قبضہ جمایا کہ اس نے اور کسی چیز کی گنجائش نہ چھوڑی۔"

پندرھویں فصل:

ذکرِ الٰہی کے لئے ضرورتِ شیخ:

یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی چیز کو اوّل سے اوّل ہو سیکھنے کے لئے اُستاذ کی ضرورت ہوتی ہے، بغیر مربی، مربّہ بنانا مشکل ہے، رُوحانی چیز رُوحانی لوگوں سے اور جسمانی چیز جسمانی اشخاص سے ہی حاصل ہوگی: بے مدد جی نہ امکان نیست۔ وساوس کی کمی ذکر کی نورانیت سے ہوگی، اور ذکر کی نورانیت کا آنا کسی نورانی فرد کی تعلیم سے ہوگا، اور تعلیم و تعلّم کی ضرورت اُس وقت ہے جب اپنے اندر رُوحانی نقائص کا احساس کرے گا، اور رُوحانی نقائص تب معلوم ہوں گے جب کمالاتِ رُوحانی کو سامنے رکھے گا، کیونکہ: "بالضِدِّ تتبیّن الاشیاء" متقابل سے چیز کا ظہور ہوتا ہے، دن کا ظہور رات سے، اور رات کا دن سے پتا چلتا ہے۔ پس جب مرید اپنی رُوحانیتِ ناقصہ کو اپنے مرشد کے کمالات کے سامنے رکھ کر دیکھے گا تو وہ اس کے آئینۂ کمال میں اپنے نقص کا مشاہدہ کرے گا، پھر یہ احساس اس کو تحصیلِ کمال پر آمادہ کرے گا، اسی نقصِ رُوحانی کے احساس کو معرفتِ نفس کہتے ہیں، اور معرفتِ نفس معرفتِ پروردگار کا زینہ ہے، جس پر "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" شاہد ہے، یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رَبّ کو پہچان لیا:

بدان خود را کہ از راہِ معانی

خدا را دانی از خود را بدانی

ترجمہ:... "تحقیق کی راہ سے اپنے آپ کو پہچان، خدا کو تو نے پہچانا، اپنے آپ کو نہ پہچانا۔"

سولہویں فصل:

اتباع شیخ میں ترک طمع ضروری ہے:

اتباع شیخ میں اخلاق ذمیمہ مثلاً طمع خلافت، ترقی ذہنی اور زیادتی رزق وغیرہ لازم و ضروری ہے، یہ چیز ادراکات کا سب سے بڑا حجاب اور ترقیات میں مانع ہے، فیوض شیخ سے محروم رکھنے میں طمع کو بڑا دخل ہے:

حرص بخاک است کشد شارع دین گیر زانکہ
بے روش مصطفیٰ راہ بر افلاک نیست

ترجمہ... ’’تجھے حرص خاک میں لے جاتی ہے، شارع دین کو پکڑ، کیونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے بغیر افلاک پر رستہ نہیں۔‘‘

بر اوج فلک چوں پرد آں باز
کہ در شہپرش بستہ سنگ آز

ترجمہ... ’’آسمان کی بلندی پر وہ باز کس طرح پرواز کرے، جس کے پروں میں حرص کا پتھر بندھا ہوا ہو۔‘‘

اللہ اللہ می زنی از بہر نان
بے طمع پیش آ و اللہ را بخواں

ترجمہ... ’’تو روٹی کے لئے ’’اللہ، اللہ‘‘ کرتا ہے، بغیر طمع کے آ، اور ’’اللہ، اللہ‘‘ کر۔‘‘

سترھویں فصل:

تصورِ شیخ بت پرستی نہیں، بت شکنی ہے:

جاننا چاہئے کہ بے شک مرشد کی ذات غیر اللہ ہے، اس کے بظاہر اس کو بت کہہ سکتے ہیں مگر اس کی طرف التفات والتجا اس لئے نہیں کہ وہی مقصود ہو، بلکہ اس لئے کہ وہ دوسرے دل سے غیر حق کا نقش مٹا دے، اور وصول الی اللہ کے طریقے بتلا دے، پس وہ بت شکن ہوا۔ نیز صوفیہ کے عرف میں غیر اللہ وہ ہے، جس سے خدا تعالیٰ کے لئے تعلق نہ ہو، اور تصورِ شیخ سے تعلق محض خدا کے لئے ہے، پس وہ نہ غیر حق ہے، نہ مانع حق ہے، بلکہ موصل الی الحق ہے، علاوہ ازیں کیا ایسا کوئی ہے جس کو کام کرتے وقت، پڑھتے وقت اور پڑھاتے وقت اپنے استاذ کا تصور نہ آوے؟ کہ اس نے مجھے اس طور پڑھایا سکھایا تھا، لہٰذا میں بھی اس طور پر کام کروں تاکہ کامیاب ہو جاؤں۔

چوں خلیل آمد خیالِ یار من
صورتش بت معنی او بت شکن

ترجمہ: "مثلِ خلیل آیا میرے یار کا خیال، اس کی
صورت بت اور اس کے معنی بت شکن۔"

اٹھارھویں فصل:

مرشد کی ناراضگی مانع فیض ہے:

فیض کے حاصل کرنے کے لئے لازم ہے کہ مرید سے ایسا امر صادر نہ ہو جو مرشد کے بار خاطر وانقباض طبع کا سبب ہو، یعنی اس کا کمال ادب وخدمت بجالائے

اپنا فرض سمجھے، کیونکہ فیضان کا مدار پیر کی شفقت تام پر ہے، اور پیر کی شفقت دونوں کے تالف ومحبت پر منحصر ہے، اور کدورت کی صورت میں اُلفت ممکن نہیں، اور سوء ادبی میں قلب میں کدورت آجاتی ہے:

باصاف ضمیراں باادب باش کہ اینجا
از آب گہر آئینہ زنگار گرفت است

ترجمہ... "پاک دل والوں کے ساتھ باادب رہو، کہ
یہاں آب گوہر سے آئینہ زنگ پکڑتا ہے"

یار چشم تست اے مرد شکار
از خس و خاشاک اورا پاک دار

ترجمہ... "تیری آنکھ کا مطلوب شکار ہے، اے مرد!
اس کو خس وخاشاک سے صاف رکھ"

سنگ آزار مزن بر دل ارباب صفا
کاید آساں شکن ایں شیشہ و مشکل پیوند

ترجمہ... "نیک لوگوں کے دل پر آزار کا پتھر مت مار،
کیونکہ اس شیشے کا توڑنا آسان ہے اور اس کا جوڑنا مشکل ہے"

اُنیسویں فصل:

عدم بیعت کے نقصانات کی تشریح:

جاہل بے مرشد کے گمراہ ہونے کی وجہ تو یہ ہے کہ اس کو شریعت کا علم نہیں ہوتا، تو قلب میں ذکر سے ذرا کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے، تو اپنے آپ کو صاحب کمالات سمجھنے لگتا ہے، تو یہ متکبرانہ خیال اس کے لئے موجب وبال بن جاتا ہے، کوئی

سے بڑھ جائے، جو بہت سی طاعات ضروریہ کے ترک و تعطل کا باعث بن جاتا ہے۔

اور کبھی دقائقِ معصیت تک نظر نہیں پہنچنے دیتا، پس وہ معاصی میں مبتلا رہتا ہے۔

اور کبھی معاصی کے محسوس ہونے پر یہ شرارت کرتا ہے کہ مرض تو کچھ ہوتا ہے مگر اس کا علاج کچھ اور تجویز کراتا ہے، جس سے اس کا نفسانی و روحانی مرض اور بھی ترقی پذیر ہو جاتا ہے۔

بعض اوقات عقائد میں وسوسہ ڈالتا ہے، اور کبھی دلیل کے مقدمات میں خدشہ پیدا کرتا ہے، حتیٰ کہ اس کو کسی بدعت کا معتقد یا زندقہ و الحاد کا مرتکب بنا دیتا ہے۔ ملت اسلام میں بہتر فرقے اسی طرح عالموں کی کج فہمی یا اغوائے شیطانی سے پیدا ہوئے ہیں۔

اور کبھی اس کو تردد میں ڈالتا ہے کہ کون سا عمل بہتر ہے؟ کبھی ایک کو چھوڑتا ہے، دوسرے کو کراتا ہے، دوسرے کو چھوڑ دیا، تیسرے کو کرایا، کسی پر استقامت نہیں ہوتی اور اس کی برکات حاصل نہیں ہوتیں۔ جب شیطان کے ان چھپے شرور و مفاسد کا سدباب یہ ہے کہ کسی شیخ کامل سے بیعت کی جائے، جو ان تمام مشکلات کا علاج و تدبیر جانتا ہے، پھر بیعت ہو کر ہر جائی نہ بنے کہ ہر پیر کی طرف بھاگا پھرے:

دلا رامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ..."اے پیارے! جن خیالات میں تو نے دل کو لگا رکھا ہے اسی میں لگا رہ، اور تمام عالم سے اپنی آنکھیں بند رکھ۔"

بکوئے عشق منہ بے دلیل راہ قدم
کہ گم شد آنکہ دریں راہ بے رہبرے نرسید

ترجمہ:... "عشق کی گلی میں بغیر راہبر قدم مت رکھ،
کیونکہ جو اس راہ میں راہبر کے ساتھ نہ گیا، گم ہو گیا۔"

ز ابلیس خطر بیش بود مرد مرداں را
تا از گرگ جگر خوار خطر سر گلہ دارد

ترجمہ:... "کامل مرد کو ابلیس سے خطرہ پہلے ہوتا ہے،
کیونکہ جگر خوار بھیڑیے سے گلے کا نگہبان خطرہ رکھتا ہے۔"

تو اے بے پیر تا ہدایت نباشد
ہوائے معصیت دل میں خراشد

ترجمہ:... "اے بے مرشد! جب تک تیرا مرشد نہ ہوگا،
گناہ کی خواہش تیرے دل کو چھیلتی رہے گی۔"

بسے گم می روی خود را از این
رہے گم کردۂ خضرے طلب کن

ترجمہ:... "بہت گم چل رہا ہے، اپنے کو کوئی چیز بنا، راہ
گم کی ہے تو نے، کوئی خضر طلب کر۔"

بکوئے عشق بے دلیل راہ قدم
کہ من بخویشتن نمودم صد اہتمام و نشد

ترجمہ:... "عشق کی گلی میں راہبر کے بغیر چلنے کے
لئے، میں نے سو اہتمام کئے، پر نہ ہوئے۔"

راہ بس باریک و شب تاریک است
بے دلیلے عزم رہ کردن دلیل ابلہی است

ترجمہ:... ''راستہ بہت باریک اور رات تاریک ہے،
ایسے راستے کا بغیر راہبر عزم کرنا بے وقوفی ہے۔''

بیسویں فصل:

مرشد سے بیعت، دراصل آنحضرتؐ سے بیعت ہے:

جب کسی نے طریقت میں بیعت کی، گویا اس نے اپنا ہاتھ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے ساتھ ملایا، کیونکہ اس نے اپنے پیر کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا ہے، اور اس کے پیر نے اپنے پیر کے ہاتھ سے ہاتھ ملایا ہے، اسی طرح یہ سلسلہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک اور صحابہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، پس اس مرید نے ایسے ہاتھ کو چھویا ہے جو تواتراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے چھونے کی فضیلت حاصل کر چکا ہے۔

مثنوی رومؒ فرمایند

چوں چراغے نور شمع را کشید
ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید

ترجمہ:... ''جب چراغ نے شمع کے نور کو کھینچا، جس نے
اس کو دیکھا، اس کو شمع کا یقین ہو گیا۔''

ہم چنیں تاصد چراغ از نقل شد
دیدنِ آخر لقائے اصل شد

ترجمہ:... ''اسی طرح نقل کی وجہ سے چراغ تاصد ہوا،

نقل کا دیکھنا اصل کا ہی دیکھنا ہے۔"

خواہ از نور پسیں بستاں تو آں
ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں

ترجمہ... "خواہ پچھلے نور سے لے تو اس کو کچھ فرق نہیں ہے، خواہ شمع سے جان۔"

خواہ نور از اولیں بستاں بجاں
خواہ از نور پسیں فرقے مداں

ترجمہ... "خواہ نور اول سے لے، خواہ پچھلے نور سے، کچھ فرق نہ جان۔"

خواہ بیں نور از چراغ آخریں
خواہ بیں نورش ز شمع غابریں

ترجمہ... "خواہ دیکھ نور دوسرے چراغ سے، خواہ اس کا نور باقی ماندہ شمع سے۔"

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد رحمۃ للعالمین
وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین
لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
اللّٰھم تقبل منا انک انت السمیع العلیم

محمد عبداللہ عفی عنہ

۱۴ رجب ۱۳۷۹ھ